ماہنامہ

قلندر شعور

جون ۲۰۱۷ء

سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا

رمضان کریم

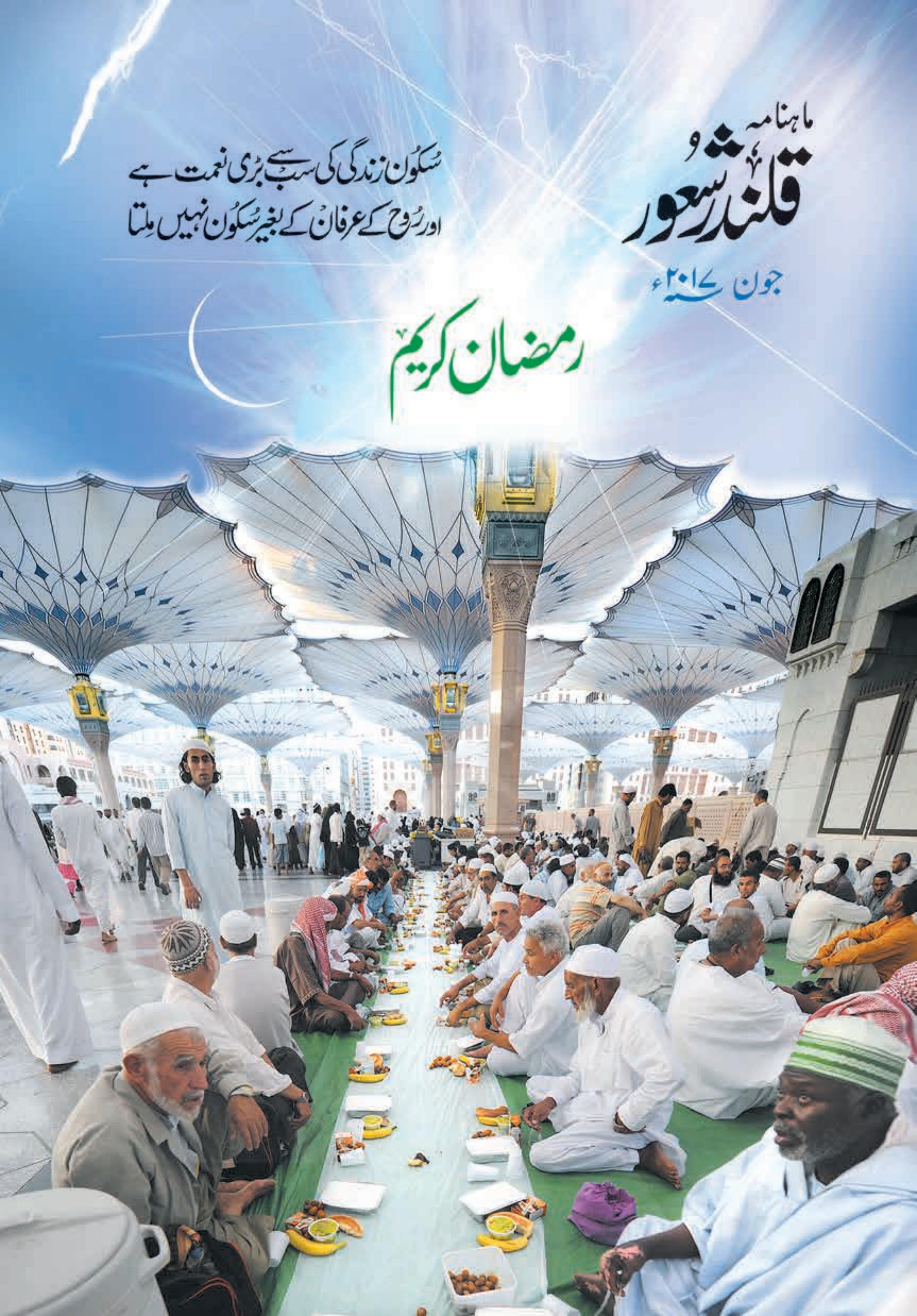

بحریہ پیراڈائز
BAHRIA PARADISE
BAHRIA TOWN KARACHI
بحریہ پیراڈائز، بحریہ ٹاؤن کراچی
ایک سدابہار
اور باذوق طرزِ زندگی
سنٹرل پارک نیویارک کی طرز پر بنے وسیع و عریض اور سرسبز سنٹرل پارک کے گرد تعمیر پاکستان کا منفرد ترین
لائف سٹائل کمیونٹی، تاج محل مونیومینٹ کے ساتھ۔ بحریہ ٹاؤن کراچی میں گرینڈ جامع مسجد سے متصل
500 سکوائر یارڈ کے 5 بیڈز پر مشتمل
لگثرری ولاز
(4700 سکوائر فٹ کورڈ ایریا، سرونٹ کوارٹر انفرادی باؤنڈری وال کیساتھ ایک محفوظ گیٹڈ کمیونٹی میں)
250، 500 اور 1000 سکوائر یارڈ کے
رہائشی پلاٹس
ادائیگی 4 سال کی آسان قسط میں
قبضہ 2 سال میں
بحریہ سنٹرل پارک کی ہائی لائٹس:
• سرسبز اور پرسکون لینڈ سکیپ
• پلے گراؤنڈز، واکنگ اور Jogging ٹریکس
• سکیٹنگ رنک، سائکلنگ ٹریک
• جدید رائڈز سے مزین چلڈرن پارک
• جھیل
• پھولوں کے باغات
• اوپن ایئر تھیٹر
جدید ترین لائف سٹائل کمیونٹی کی منفرد خصوصیات:
• بحریہ فاؤنٹین
• بحریہ نائٹ سفاری اور بحریہ ایڈوینچر تھیم پارک (اوپننگ 2017)
• 36 ہول PGA Standard گالف کورس
(9 ہول تیار، مکمل گالف کورس اوپننگ اگست 2017)
• کارنیول ایریا، نیو ہورائزن ریسٹورنٹ
• روٹس میلینیم سکول (کلاسز جاری) اور ورلڈ کلاس سعودی جرمن ہاسپٹل (جلد آغاز)
محدود پلاٹس اور ولاز
بکنگ پہلے آئیے پہلے پائیے کی بنیاد پر
حقیقی تصاویر
For Bookong
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
0300-8711836
0333-4715823
Lahore Office
20-C, Commercial Zone, Main Boulevard Sector C
Bahria Town Lahore, Pakistan. Tel: +92-42-37861164
Karachi Office
Shop # 1, Plot 58-C 25th Street, Tauheed
Commercial, DHA, Phase 5, Karachi, Pakistan.
Tel: +92-21-35297299

INTRODUCING WORLD CLASS ARTWORK OF
100 MASTER CRAFTSMEN

EVREN LAAR

HAND MADE EXECUTIVE SHOES

Made in Turkey

Main Liberty Signal, Tariq Road, Karachi
WWW.EVRENLAAR.COM
FACEBOOK | TWITTER | LINKEDIN | INSTAGRAM | YOUTUBE

LIFE KARO BOOST
لائف کرو
بوسٹ
80 سال سے آزمودہ
شاہی
ہربل ہیلتھ ٹانک
Tayyebi
Shahi
Herbal Health Tonic
IMMUNITY BOOSTER
Rich in Vitamins & Minerals
100%
HERBAL, NATURAL
شاہی قدرتی اجزاء سے تیار کردہ صحت بخش ٹانک، ہر عمر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
منتخب جڑی بوٹیوں، پھلوں اور شہد سے تیار کردہ شاہی قدرتی وٹامنز اور منرلز سے بھرپور ہے جو نشوونما کو بڑھاتے اور جسم کو توانا بناتے ہیں۔
شاہی میں موجود قدرتی اجزاء
☆ کیلشیم ☆ فولک ایسڈ ☆ فولاد ☆ وٹامنز
طیّبی
طبی دواخانہ (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی پاکستان

عمرہ سروس

تجمل اللسفریات (المحدودہ) الخاصہ

عمرہ کی رہنمائی اور تمام ائیرلائن کی سستی ترین ٹکٹ دستیاب ہیں

ویزہ

ہوٹل / ٹرانسپورٹ

ائیرلائن ٹکٹ

تجمل
Tajammal
TRAVELS (PVT) LTD.

D.T.S

TAAP

- بجٹ پیکج
- اکانومی پیکج
- سٹار پیکج

تجمل ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR

گلف ملائشیا، جنوبی کوریا

میں ملازمت کے شاندار مواقع

- Labour Visa
- Skilled Visa
- Un Skilled Visa
- Visit Visa

شعبة تی ایچ اے (THA) لتطور الامور

تتعلق بالعمال/الموعطفین الاجانب

رخصة تسعة: ٤١٨٩/ایل ایچ آر

طیب طاہر
0336-6333313
Tel: 0092-41-2641904

رانا تجمل حسین
0321-6680266
0300-6654211

Gole Bhawana Bazar , Faisalabad.

Email:tajammaltravels1@gmail.com

Email:thaoep1@gmail.com

شہد
میں شِفا ہے
wild flower
organic
honey
Net Wt. 125gm
Net Wt. 250gm
AZEEM
Life Sciences
Karachi-Pakistan
عظیمی میڈیکل اسٹور
ہولسیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

Sharif Jewellers

Since 1942

حسَین اور دلکش زیورات کا مرکز

Passion Art and Quality are Our Priorities!

shareefjewellers.fsd@gmail.com راجہ چوک ریل بازار، فیصل آباد۔

041-2600607, 0321-6694607, 0321-6688100

SUPER WINGS

SCHOOLS & COLLEGES NETWORK

A Project of Super IGT Educational Society

Post Graduate/ Professional Programs
B.Ed, M.Ed, M.Com, M.A (English)

BS Programs
Mathematics, Botany 4 years

Degree Programs
B.Sc , B.Com, B.A

Intermediate Programs
F.Sc , ICS , I.Com, F.A

FOR

SCHOOL & COLLEGE FRANCHISE

Contact
0300-5143414
0333-5215633

Head Off.: Near Shell Petrol Pump G.T Road Gujar Khan

www.superwings.edu.pk Email: wings.gujarkhan@gmail.com 051-3511292

جلد 5 شمارہ 5 | جون 2017ء | رمضان — شوال 1438ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

قلندر شعور

کراچی

Neutral Thinking

(اردو — انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاؒ رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس — پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 60 روپے...... سالانہ ہدیہ 820 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 60 امریکی ڈالر سالانہ

خط و کتابت کا پتا:

B-54، عظیمی محلہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 213(0) 92+

۳۶ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ـــ حضرت مجدد الف ثانیؒ 10

نعت رسول مقبول ﷺ ـــ سیّد سلیم گیلانی 11

رباعیات ـــ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ 12

آج کی بات ـــ مدیر مسئول 14

فقیر کی ڈاک ـــ ادارہ 20

نامے میرے نام ـــ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 23

الفا، تھیٹا لہریں اور دماغ ـــ (M.A-Economics) محمد علی ضیا 27

شب بیداری ـــ (M.Sc-Botany) خالدہ زبیر 33

میں نیواں میرا مرشد اچا ـــ (M.A.,L.L.B.) قاسم منہاس 41

روزہ اور رنگ ـــ (Ph.D.) ڈاکٹر ثمینہ عامر 47

Ph.D. مقالہ کی تلخیص | کوانٹم فزکس ـــ (Ph.D.) ڈاکٹر شام کور 51

ہرا بھرا عظیمی گلشن ـــ (FCPS_Pathology) ڈاکٹر عمیر ریاض 59

روشنی ـــ روبینہ یونس 63

مارچ 2017ء کے سرورق کی تشریح ـــ قارئین 70

ترک کا پروگرام ـــ (MBA) سید اسد علی 75

کارخانۂ قدرت ـــ عابد محمود 81

مرشد کی باتیں ـــ (M.A-Mass Comm.) عائشہ خان 87

اقتباسات ـــ ادارہ 91

وراثت کیا ہے؟ ــــــــ عبدالخالق 93

حضرت الیسع علیہ السلام ــــــــ ماخوذ 99

محفوظ خون ــــــــ (M.A-Mass Comm.) مشعل 103

باولی کھچڑی ــــــــ قارئین 106

بلیک اینڈ وائٹ دنیا | بند اور کھلی آنکھوں سے دیکھنا ــــــــ (Ph.D.) ڈاکٹر نعیم ظفر 109

شہزادہ فرداد ــــــــ ایران کی لوک کہانی 115

خوبانی ــــــــ کوکب شاہ عالم 121

پرتیاہار ــــــــ (M.Sc-Applied Physics) محمد عدنان خان 123

اللہ میاں کے باغ کے پھول ــــ | میاں بیوی میں اختلاف ــــ؟ ــــ (M.A-Mass Comm.) سارہ خان 129

ساتھ دوست ــــــــ حسن بلال 132

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ــــــــ عظیمی خواجہ شمس الدین 135

The Autobiography of the Devil (Iblees) ــــــــ Nasser Abbas (UK) 148

The Power of Meditation ــــــــ James Allen 153

The Death and Birth of Oceans ــــــــ Dr. Naeem Zafar (UAE) 156

There is No Veil ــــــــ Muhammad Zeeshan 159

Prophet Moses (PBUH) ــــــــ Extracted 164

Optimism Within ــــــــ Helen Keller 168

Message of the Day ــــــــ K. S. Azeemi 172

حضرت مجدد الف ثانیؒ

حمد باری تعالیٰ

ہر روز باشی صائماً، ہر لیل باشی قائماً
اگر چاہتا ہے دن روزہ شمار ہو، ہر رات قیام میں گزرے

در ذکر باشی دائماً، مشغول شو در ذکر ھو
تو ہمیشہ یاد میں مصروف رہ اور اللہ ھو کے ذکر میں مشغول ہوجا

گر عیش خواہی جاوداں، عزت بخواہی در جہاں
اگر ہمیشہ کے لئے عیش اور جہاں میں عزت چاہتا ہے

ایں ذکر ھو ہر آن بخواں، مشغول شو در ذکر ھو
تو اللہ ھو کے ذکر کو ہر وقت پڑھ اور اس ذکر میں مشغول ہوجا

سودے ندارد خفتنت، ناچار باید رفتنت
تجھے یہاں سونے سے فائدہ نہیں، ناچار دنیا سے جانا ہوگا

درگور تنہا ماندنت، مشغول شو در ذکر ھو
قبر میں اکیلا رہنا ہے لہٰذا اللہ ھو کے ذکر میں مشغول ہو جا

ھو ھو بذکر ساز کن، نام خدا آغاز کن
زندگی ''ھوھو'' کے ساز سے مزین کر، نام خدا سے آغاز کر

قفلے ز سینہ باز کن، مشغول شو در ذکر ھو
تاکہ دل کھل جائے لہٰذا اللہ ھو کے ذکر میں مشغول ہوجا

علمے بخوانی با عمل، فردانہ باشی تا خجل
علم کو عمل کے ساتھ حاصل کرتا کہ بروز قیامت شرمندہ نہ ہو

درپیش قادر لم یزل، مشغول شو در ذکر ھو
جب اللہ کے سامنے پیش ہو، اللہ ھو کے ذکر میں مشغول ہوجا

ہر دم خدا را یاد کن، دلہائے غمگین شاد کن
ہر وقت اللہ کو یاد کر، غمگین دلوں کو شاد کر

بلبل صفت فریاد کن، مشغول شو در ذکر ھو
بلبل کی مانند فریاد کر، اللہ ھو کے ذکر میں مشغول ہوجا

مسکین احمؔد مرد شو، در جملہ عالم فرد شو
اے مسکین احمؔد مرد بن، دنیا میں بے مثال بن جا

در راہ حق چوں گرد شو، مشغول شو در ذکرھو
راہ حق میں گرد وغبار ہوجا، اللہ ھو کے ذکر میں مشغول ہوجا

سیّد سلیم گیلانی

نعت رسولِ مقبول ﷺ

آپؐ خیر البشر، آپؐ خیر الانام
آپؐ پر ہوں درود ، آپؐ پر ہوں سلام
اے جمیل الشیمؐ، اے شفیع الامؐ
اے سحابِ کرمؐ، تاج دارِ حرمؐ
نازِ لطف و سخا، شانِ جود و کرم
فرش پر ہی نہیں آپؐ کچھ محترم
عرش پر بھی گئے آپؐ ہی کے قدم
کہکشاں گردِ راہِ سفر ہے تمام
آپؐ خیر البشر، آپؐ خیر الانام
آپؐ پر ہوں درود ، آپؐ پر ہوں سلام
مونسِ انس و جاں، حامیِ بے کساں
ہادیِ رہبراں، رہبرِ سالکاں
مشفق و مہرباں، قبلۂ عاشقاں
بر لب و در دہن، در دل و بر زباں
آپؐ ہی کی ثنا، آپؐ ہی کا بیاں
آپؐ ہی کا سخن، آپؐ ہی کا کلام
آپؐ خیر البشر، آپؐ خیر الانام
آپؐ پر ہوں درود، آپؐ پر ہوں سلام

حرکت کیا ہے؟

کٹھ پتلی ہے یہ نوع ہماری ساقی
حرکت ہے اشارات پہ ساری ساقی
ہوتی ہے جو تحریک تو پیتے ہیں ہم
ورنہ ہے بساط کیا ہماری ساقی

''بلاشبہ اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ___ ہو اور وہ ہو جاتی ہے۔'' (یٰسٓ: ۸۲)

کسی بھی متحرک شے میں حرکت ضروری ہے۔حرکت کی ابتدا کسی تقاضے سے شروع ہوتی ہے اور ایک کے بعد ایک تقاضا وجود میں آجاتا ہے۔ ہر تقاضا پہلے سے ریکارڈ ہے اور پورا ہونے پر یا پورا نہ ہونے پر بھی موجود ہوتا ہے لیکن یہ موجودگی زندگی کی بیلٹ پر واپس ہو جاتی ہے۔

تقاضا وہم سے شروع ہوتا ہے۔ وہم سے مراد ہے کہ تقاضے کا بہت لطیف احساس پرنٹ کی شکل میں موجود ہے، پھر نقش میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ گہرائی دراصل خیال ہے۔خیال سے مراد ذہن انسانی میں تقاضے کا ادراک ہونا یعنی پانی پینے کے لئے تقاضے کا ظاہر ہونا،جس کو عرف عام میں ''پیاس'' کہتے ہیں۔

پیاس تقاضے کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے تو پانی کا مظاہرہ ہوتا ہے ___ اور مظاہرہ پیاس (Thirst) ہے۔ تقاضے کا ادراک پانی کی تشنگی دور کرتا ہے۔تشنگی ___ پانی پینے سے عارضی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔ پانی پینے کا تقاضا یعنی تحریک نہ ہو تو ہم پانی نہیں پیتے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے جو جاری و ساری ہے۔آدمی کی بساط نہیں ہے کہ اس نظام کی کنہ سے واقف ہو جائے ___ الا ماشاءاللہ۔

زندگی دو رخوں پر قائم ہے ___ تقاضے کی تکمیل یا عدم تکمیل ۔حضور قلندر بابا اولیاؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تک ذہن کے پردوں میں حرکت نہ ہو اور حافظہ نہ دہرائے تو عمل کی تکمیل نہیں ہوتی۔اس قانون کے پیش نظر یہ علم ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی یعنی گوشت پوست اور ہڈیوں سے مرکب جسم اطلاعات کے تابع ہے اور اطلاعات خیال کے تابع ہیں۔خیال تصور بنتا ہے تو شے کے وجود کا مظاہرہ ہوتا ہے اور خدمت پر مامور پانی خود کو پیش کر دیتا ہے۔

آج کی بات

افہام و تفہیم کے لئے ''ماہنامہ قلندر شعور'' کے صفحات حاضر ہیں۔

روشنی کے لئے روشنی اور اندھیرا دیکھنے کے لئے اندھیرا ہے۔ روشنی سے مراد وہ نہیں ہے جس کو عوام روشنی کہتے ہیں بلکہ وہ روشنی مراد ہے جو آنکھوں کے ذریعے دیکھنے کا ذریعہ بنتی ہے خواہ وہ اندھیرا ہو۔ حشرات الارض اور درندے دن کے علاوہ رات کے وقت بھی دیکھتے ہیں، ان کے لئے رات روشنی بن جاتی ہے۔ روشنی — ادراک ہے۔

اگر کہا جائے کہ اندھیرا دیکھنے کے لئے روشنی اور روشنی دیکھنے کے لئے اندھیرا ضروری ہے تو دیکھنے کی تعریف پوری نہیں ہوتی۔ شے کی پہچان متضاد رخ سے ہے لیکن واقفیت اس وقت ہوتی ہے جب فرد شے میں داخل ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

''جو لوگ میرے لئے جدوجہد کرتے ہیں میں ان کے لئے اپنی راہیں کھول دیتا ہوں۔'' (العنکبوت:۶۹)

آیت میں ''فِینَا'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کی حیثیت قانونی ہے۔ کسی شے سے واقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اندر میں ''کنہ'' کا کھوج لگایا جائے۔

رات کے خیال سے ذہن میں تاریکی نمایاں ہوتی ہے — رات کا شعوری تشخص سیاہ ہے۔ اسی طرح دن کا خیال سفید، ہلکے نارنجی یا سرخ رنگ سے نسبت رکھتا ہے۔ نگاہ رات میں یک سو ہو تو سیاہی سے مانوس ہوتی ہے۔ یک سو ہونا — شے میں داخل ہونا ہے۔ انسیت سے سیاہی مدھم نظر آتی ہے، فرد تاریکی میں آباد روشن جہانوں سے واقف ہوتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اندھیرا بھی روشنی ہے۔ (اس عبارت کو تین بار پڑھئے۔)

پریشانی کا ادراک اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک ہم خود پریشانی سے نہ گزریں۔ تکلیف سے واقف ہو کر دوسرے کا کرب محسوس ہوتا ہے اور وہ دور غالب ہو جاتا ہے جب فرد خود کسی

کرب سے گزرا تھا — ہم سامنے والے کو نہیں، اپنے کرب کو محسوس کر کے تکلیف کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اولاد ماں باپ سے کتنی محبت کیوں نہ کرے، ماں باپ کے جذبات سے اس وقت واقف ہوتی ہے جب خود ماں یا باپ بنتی ہے۔

اسی طرح مکان کے باہر کھڑے رہ کر نہیں بتایا جاسکتا کہ اندر کیا ہے۔ اندر کیا ہے — یہ دیکھنے کے لئے مکان کے اندر جانا ہوگا۔ ایک طرف فرد مکان کے اندر اور دوسری طرف مکان فرد کے اندر داخل ہوجاتا ہے — بات ایک ہے لیکن بیان کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔

سورج دیکھنے سے ذہن لاشعوری طور پر سورج کا احاطہ کر لیتا ہے۔ گویا داخلی زندگی کے بالمقابل سورج کا مکمل نظام فلم کی شکل میں موجود ہے۔ فلم میں سورج کے نظام کی تفصیلات ہیں۔ دیکھنے سے شے میں جو کچھ ہے، عکس کی صورت میں اندر میں داخل ہوتا ہے۔ یک سوئی کی مناسبت سے واقفیت ہوتی ہے۔ سورج سے واقف ہونے کے لئے باہر نہیں — اندر دیکھنا ہے۔

پانی کی ایک صفت بھگونا ہے۔ اگر کوئی شے پانی میں داخل ہو کر بھیگے نہیں تو اس نے پانی کی صفات کو قبول نہیں کیا۔

① آگ میں جو شے جاتی ہے، جل جاتی ہے۔ ② اگر وہ نہ جلے تو اس نے آگ کے تاثر کو قبول نہیں کیا۔ ③ آگ جب کسی کو قبول کرتی ہے تو پہلے جلاتی ہے۔ ④ اگر وہ نہیں جلا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آگ نے فرد کو یا فرد نے آگ کے تاثرات کو رد کر دیا۔ ⑤ تصرف سے آگ کا غالب رخ ٹھنڈ میں تبدیل ہوجاتا ہے اور حرارت اس درجہ پر آجاتی ہے جو آگ کی ہے۔

نگاہ درخت میں داخل ہو کر درخت کو دیکھتی ہے۔ یک سوئی سے خدوخال یا صفات واضح ہوتی ہیں۔ عکس بننے سے اندر موجود درخت کا ریکارڈ ذہن کی سطح پر آتا ہے۔ درخت کو دیکھنے کے لئے ہم خود کو نہیں، درخت کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔

زید آپ کا دوست ہے۔ قربت زیادہ ہونے کے باوجود نہیں بتا سکتا کہ آپ کے اندر کیا ہے

جب تک کہ آپ خود نہ بتا دیں۔اسی طرح درخت بھی وجود ہے، اندر کیا ہے یہ درخت جانتا ہے۔

مخلوق میں معرفت کا قانون یہ ہے تو اللہ کی ذات تو لامحدود ہے۔تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر جیسے سات سمندر ان کی سیاہی — اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ارشاد ہے،

''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں، وہ آنکھوں کا ادراک بن جاتا ہے۔'' (الانعام:۱۰۳)

اندر میں سے رجوع، باہر کی دنیا کا ترک ہے۔ترک کا مطلب چھوڑ دینا نہیں ہے بلکہ اس زاویہ یا سوچ کا ترک ہے جس میں تغیر ہے۔دن میں جاگنا، رات (لاشعور) کا ترک ہے — رات کو سونا، دن (شعور) کا ترک ہے۔دن کے شعور کو ترک کر دیا جائے تو لاشعوری کیفیات غالب ہو جائیں گی۔اس کی مثال رویت کی دنیا ہے۔

شعور، لاشعور کے تابع ہے۔جب لاشعور نے شعور کو آزاد کیا تو عارضی طور پر لاشعور کا ترک ہوا اور جب دن کا شعور ترک ہوا تو لاشعور کا غلبہ ہو گیا۔ باطن سے رجوع، ظاہر کا ترک ہے — نظر ظاہر میں ہو تو باطن سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے،

''میری صلوٰۃ، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔'' (الانعام:۱۶۲)

ارشاد باری تعالیٰ میں ترک کے قانون کی وضاحت اور زندگی کا احاطہ ہے۔

ربط، قربانی، جینا اور مرنا — زندگی ہے۔دین اور دنیا الگ نہیں، دین میں دنیا اور دنیا میں دین ہے۔آدمی خود پر لازم تقاضے پورے کرے لیکن مقصد اللہ ہو۔

صلوٰۃ ربط ہے۔ربط کے بغیر مراحل طے نہیں ہوتے۔

مثال: ٹی وی دیکھتے ہوئے ذہن کہیں اور ہو تو ربط قائم نہیں ہوتا۔یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ٹی وی دیکھنے کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔مثلاً وقت گزارنا، تفریح یا حالات و واقعات سے باخبر ہونا۔ آدمی وقت گزارنے کے لئے ٹی وی دیکھے تو دراصل وہ ٹی وی میں پروگرام نہیں دیکھ رہا — وقت گزار رہا ہے۔اسی طرح ڈاکومینٹری (دستاویزی فلم) دیکھنے کا مقصد تفریح یا معلومات میں

اضافہ ہے۔ آدمی ڈاکومینٹری اس لئے نہیں دیکھتا کہ اس کو ڈاکومینٹری دیکھنی ہے۔ اس کا ربط ڈاکومینٹری دیکھ کر بھی دستاویزی فلم سے نہیں ہے۔

لاشعوری دنیا سے واقف ہونے کا قانون بھی یہی ہے لیکن ہم غور نہیں کرتے۔ اللہ سے ربط کے بجائے اس قانون کو دنیاوی اغراض اور محدود طرزوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کیئر آف اللہ طرزِ فکر ہے ــــ دنیاوی تقاضے پورے کئے جائیں، مقصد اللہ تعالیٰ کی خوش نودی ہو۔ کیئر آف اللہ طرزِ فکر ــــ ترک اور اللہ سے قربت ہے۔

قربت ــــ ایثار ہے۔ ایثار کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وقت، فاصلہ، عمر اور جذبات کے ایثار سے "مقصد" حاصل ہوتا ہے۔ آدمی ہر لمحہ جیتا مرتا ہے۔ مقصد اللہ ہے تو جینا مرنا اللہ کے لئے ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے،

"جو لوگ میرے لئے جدوجہد کرتے ہیں میں ان کے لئے اپنی راہیں کھول دیتا ہوں۔" (العنکبوت:۶۹)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ خود تک پہنچنے کے راستے کھول دیتے ہیں۔ رب العالمین نے صفات سے واقف ہونے کے لئے عالمین اور اس میں موجود مخلوقات میں غور و فکر کا حکم دیا ہے۔ کائنات اللہ کی صفات پر قائم ہے اور اس کے امر سے متحرک ہے۔ خلق اور امر کی کنہ تلاش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ اپنی تخلیق اور تخلیق میں حرکت کے میکانزم سے واقف ہو۔

شے میں حرکت نہ ہو تو شے کو ڈیڈ باڈی سمجھا جاتا ہے جب کہ ڈیڈ باڈی نہیں ہے۔ ڈیڈ باڈی دراصل ذرّات کا بکھرنا ہے اور ذرّات زندگی ہیں۔

محترم قارئین، ایک منٹ ٹھہریئے! سوچئے کہ آپ نے
کیا پڑھا ہے اور کیا سمجھا ہے ــــ؟

خالق کائنات کے ذہن میں شماریات سے زیادہ پروگرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کا پروگرام متحرک کیا اور آغاز ''کن'' سے ہوا۔ کن حکم ہے ــــ تخلیق عمل میں آجائے!

اللہ کے ذہن میں جس طرح پروگرام کے خدوخال محفوظ ہیں اس پر عمل درآمد ہوگیا۔ سماوات، ارض اور ارض و سماوات میں تخلیق کا ظہور ہوا۔ ظہور کائنات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف **الست بربکم** کے عنوان سے ظاہر کیا۔ مخلوقات کے سامنے اپنی رونمائی فرمائی اور ارشاد فرمایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ــــ؟

۱۔ ''کن'' وہ ارشاد ہے جس سے کائنات بشمول فرشتہ، جنات اور انسان نے کائنات کی بساط پر خود کو موجود دیکھا۔

۲۔ تخلیق کے پہلے مرحلہ میں رب العالمین کی آواز سنی یعنی رب کائنات کی طرف سے سماعت منتقل ہوگئی۔

۳۔ سماعت کے بعد بصارت کا ظہور ہوا اور کائنات نے خالق کائنات کو دیکھا۔

۴۔ اقرار کیا ــــ قالوا بلیٰ۔ جی ہاں، آپ ہمارے رب ہیں۔ رب کا مفہوم ہے کہ کائنات کے لئے حیات و ممات کے وسائل کا خالق و مالک اللہ ہے۔ تخلیقات نے خالق کائنات کی ربوبیت کا اقرار کیا اور اطاعت و فرماں برداری کا عہد کیا۔

تجزیہ: تخلیق کی بنیاد ترک پر ہے۔ ترک ایسا زاویہ ہے جس میں نفی اثبات دونوں ہیں۔ اثبات کی حیثیت نفی سے ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ کسی ہستی کے لئے سب کچھ اختیار کرنا اور اس کی مرضی کے خلاف چیزوں کا ترک کرنا۔ آدمؑ کی تخلیق ترک اور اثبات پر قائم ہے یعنی اللہ کے پسندیدہ اعمال پر عمل کرنا اور ناپسندیدہ اعمال چھوڑ دینا۔

اسلام قبول کرنے کے لئے سب سے پہلے انکار اور اقرار کیا جاتا ہے۔

لاالٰہ ــــ کوئی معبود نہیں الا اللہ ــــ مگر اللہ!

لاالٰہ ــــ نفی ہے۔ الا اللہ ــــ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنا ہے۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونا اللہ کی خوش نودی ہے۔ اس کے برعکس شک، وسوسہ اور شریعت کے خلاف عمل کرنا ــــ اللہ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔

عبادات ترک کا پروگرام ہیں۔عبادت کا مقصد ذہن کو فکشن دنیا سے ہٹا کر ہر کام مِن جانب اللہ کرنا ہے۔فکشن ـــ شک و وسوسہ ہے اور یقین ،حقیقت ہے۔ وسائل دروبست اللہ کی ملکیت ہیں۔ بندگی یہ ہے کہ اللہ کے عطا کردہ وسائل کو اللہ کا فضل و کرم سمجھ کر استعمال کیا جائے اور ہر نعمت پر خالق کائنات کا شکر ادا ہو۔

روزہ ـــ ترک کا پروگرام ہے اور ذہن کو ''کیئر آف اللہ'' کے پیٹرن پر قائم کرتا ہے۔تعمیل سے ذہن حقیقت کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔حدیث قدسی ہے،

''روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کی جزا میں خود ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید، روزہ کی جزا اور انعام ہے۔عید کا مطلب اجتماعی خوشی ہے۔ آپ سب کو عید مبارک۔ درخواست ہے کہ عید کی نماز بچوں کے ساتھ پڑھیں اور بچوں کو میری طرف سے عیدی ضرور دیں ـــ حساب دوستاں در دل۔

اللہ حافظ

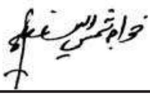

خلاصہ

۱۔ روشنی کے لئے روشنی اور اندھیرا دیکھنے کے لئے اندھیرا ہے جب کہ اندھیرا بھی روشنی ہے۔
۲۔ سیاہی سے مانوس ہونا، سیاہی مدھم ہونا نہیں ـــ رات کی مقداروں سے واقف ہونا ہے۔
۳۔ شے کا آگ میں نہ جلنا، آگ کا قبول نہ کرنا ہے۔
۴۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم درخت کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔
۵۔ دن میں جاگنا، رات اور رات میں جاگنا، دن کا ترک ہے۔
۶۔ شے حرکت کے بغیر ڈیڈ باڈی ہے جب کہ ڈیڈ باڈی نہیں ہے۔
۷۔ ترک میں نفی اور اثبات دونوں ہیں۔ لا الہ ـــ نفی ہے اور الا اللہ ـــ اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے۔
۸۔ روزہ کی جزا اللہ تعالیٰ ہیں۔

فقیر کی ڈاک

اسرار و رموز سے واقفیت کی کنہ غور و فکر ہے۔ غور و فکر سے ذہن میں سوالات ابھرتے ہیں۔ سوال ــــ جواب تک رسائی ہے۔ ''فقیر کی ڈاک'' روحانی علوم کی آبیاری کی ایک کڑی ہے جس میں مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی جانب سے علمی سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ قارئین نے اس سلسلہ کو سراہا ہے۔ ماضی کے اوراق سے ایسا ہی ایک خط پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۔ میں جاننا چاہتی ہوں کہ اچھائی اور برائی کیا ہے؟

۲۔ روحانی علوم کے لئے مرشد کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

۳۔ بندہ جب حقیقت کی تلاش میں نکلتا ہے تو کیا اسے خود معلوم نہیں ہو جاتا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟

شکریہ، رفعت صدیقی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ــــ رفعت صدیقی صاحبہ،

دانش وروں کا تجزیہ ہے کہ زندگی دراصل خیالات کی فلم ہے اور یہ فلم دماغی اسکرین پر تسلسل اور تواتر کے ساتھ ڈسپلے (Display) ہو رہی ہے۔ خیالات کے بارے میں غور و فکر ہمیں اس حقیقت سے آشنا کرتا ہے کہ ایک ہی خیال کو مختلف معانی پہنانے کا نام تکمیل ہے۔ بھوک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پیٹ بھرنے کے مخصوص عمل کو اچھا قرار دیتے ہیں اور پیٹ بھرنے کے اسی عمل کو برائی سے منسوب کرتے ہیں۔

شادی ایک عمل ہے جس پر نوع کی بقا کا انحصار ہے۔ اگر قاعدوں اور ضابطوں کے ساتھ اس عمل کی تکمیل ہوتی ہے تو یہ خیر ہے اور یہی عمل متعین قاعدوں اور ضابطوں کے خلاف کیا جائے تو برائی ہے حالاں کہ نتائج کے اعتبار سے عمل کے دونوں رخوں کا ایک ہی نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ عمل کی پہچان یہ ہے کہ ایک عمل کرنے سے ضمیر خوش ہوتا ہے اور اس کے اندر سکون و اطمینان کی لہریں موج زن ہوتی ہیں۔ عمل کی دوسری پہچان یہ ہے کہ ضمیر ناخوش ہوتا ہے اور آدمی کو اس عمل

سے ندامت ہوتی ہے۔

انسان دراصل ایک درخت ہے اور زندگی کے اعمال و کردار درخت کے پھل ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہی صورت حال اعمال کی ہے۔

صداقت کا فیصلہ ماخذ سے نہیں — نتائج سے مرتب ہوتا ہے۔ کسی کے اندر نیکی کے تصورات یا برائی کے بارے میں حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ آدمی کا اپنا فعل اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ کسی فعل کو پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ عمل معاشرہ پر کس طرح اثر انداز ہو رہا ہے۔ اگر اس میں صدق نیت موجود ہے تو یہ عمل صحیح ہے۔

تصوف میں یہ مسئلہ متنازعہ رہا ہے کہ انسان کے اندر جب روحانی قوتیں متحرک اور کارفرما ہوتی ہیں تو کیسے سمجھا جائے کہ ان حالتوں میں حقیقت کی رنگینی ہے یا شیطان کی کارفرمائی۔ مذہب میں بھی اس مسئلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ روحانی واردات و کیفیات حقیقت پر مبنی نہ ہوں تو اس بات کا گمان، یقین بن جاتا ہے کہ شیطانی وسوسے آدم زاد کو نچلے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ جن لوگوں کے جسمانی تقاضے، روحانی کیفیات سے ہم رشتہ رہتے ہیں، ان کا طرز تکلم اور طرز تعلیم اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ بندہ جسم و جان کے رشتہ سے واقف ہے۔

روح اور جسم کے مشترک نظام میں جب حرکت پیدا ہوتی ہے تو بندہ خود کو خوشی اور ایثار کے جذبہ میں ڈوبا ہوا محسوس کرتا ہے۔ وہ نوع انسانی کے ہر فرد اور کائنات کے تمام افراد کو اس نظر سے دیکھتا ہے جس نظر سے ماں اپنے بچوں کو دیکھتی ہے۔ اس کی سرشت میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ میرا رشتہ کائنات کے تمام افراد سے قائم ہے۔ جس طرح کائنات میرے اندر بسی ہوئی ہے اسی طرح کائنات کا ہر فرد دل کے آئینہ پر اپنا عکس ڈال رہا ہے۔ فرد جب چاہے اپنے اندر اس عکس سے رابطہ کرسکتا ہے۔ شیطانی تفکر، ابلیسی طرز فکر اور برائی کے تشخص کے حامل فرد کی سوچ یہ ہے کہ وہ اپنا عرفان اس طرح رکھتی ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں۔ کبر و نخوت اس کی گردن کے پٹھوں کو تشنج میں مبتلا کر دیتی ہے۔ چہرہ پر ملاحت، صباحت اور معصومیت کی جگہ بدصورتی اور خشکی آ جاتی ہے۔

ہر شخص پیدائش سے لے کر بڑھاپے تک تجربات کی دستاویز ہے۔ دستاویز میں بھلائی سرایت کر گئی ہے تو دستاویز قیمتی اور فائدہ مند ہے۔ رگ و پے میں اگر برائی رچ بس گئی ہے تو دستاویز بھیانک اور بھونڈی ہے۔ بہترین دستاویز فرد کے لئے خود آگہی کا ذریعہ ہے اور بدترین دستاویز اس کے اندر بے حسی، خودغرضی اور لالچ پیدا کرتی ہے۔ اگر فرد سکون سے آشنا ہے تو وہ دوسروں کے لئے طمانیت قلب کا ذریعہ ہے، اس کا سایہ ٹھنڈا اور فرحت بخش ہے، اس کی روحانی کیفیات حقیقی ہیں۔ اور اگر وہ خود سکون سے دور ہے، اس کے اوپر غم کے بادل چھائے رہتے ہیں، وہ خوف اور ڈر کی خشک اور

بے آب و گیاہ وادیوں میں غلطاں و پیچاں ہے تو یہ کیفیت شیطانی وسوسہ ہے اور اس کی ساری زندگی دھوکا ہے۔

زندگی کی اچھی دستاویز رکھنے والا بندہ اللہ سے قریبی تعلق رکھتا ہے اور قربت سے لطف اٹھاتا ہے۔ ہر سانس میں اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ کو اپنے اندر جلوہ گر دیکھتا ہے، جو اللہ کہتا ہے وہ سنتا ہے اور جو دعا کرتا ہے اللہ اسے قبول فرما لیتے ہیں۔ خالق کائنات سے ہم کلامی میں زندگی کے ماہ و سال، مفروضہ حواس اور عادات و اطوار فرد سے عارضی طور پر محو ہو جاتے ہیں۔ اس پر زندگی کے وہ راز منکشف ہوتے ہیں جو سب کو معلوم نہیں ہوتے۔ اس احساس کی بدولت وہ اپنی اصل کو پہچان لیتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ اس کا جینا، مرنا اور ایک عالم سے دوسرے عالم میں زندگی گزارنے میں کیا اسرار ہیں۔ ایسا بندہ ہر آن اور ہر لمحہ اللہ کی صفات کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ جسمانی طور پر وہ عام لوگوں کی طرح ہوتا ہے لیکن اس کا ضمیر اور قلب مطمئن ہوتا ہے۔

بزرگوں نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہے اسی طرح روحانیت اور باطنی علوم کے حصول کے لئے استاد (مرشد کامل) کی نگرانی اور سرپرستی لازم ہے۔ سالک دوران تربیت جب اپنی واردات و کیفیات روحانی استاد کے گوش گزار کرتا ہے تو کامل استاد چوں کہ خود اس شاہ راہ سے گزر چکا ہے اور اس کے اندر نور نبوت کی فراست موج زن ہے، وہ دیکھ لیتا ہے کہ سالک نے جس شے کا مشاہدہ کیا ہے یا جو محسوسات سالک پر مرتب ہوئے ہیں ان میں مثبت طرز فکر کا عمل دخل زیادہ ہے یا ابلیس کی کارستانی شامل ہے۔ اسی لئے ماورائی علوم کے طالب علموں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنی واردات و کیفیات روحانی استاد کو ضرور بتائیں اور خود سے ان میں معانی نہ پہنائیں۔

دعا گو، خواجہ شمس الدین عظیمی

(مئی 1997ء)

حضرت جنید بغدادیؒ سے جب ایک سائل نے کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اسے ایک جواب دیا لیکن جب دوسرے شخص نے وہی سوال پوچھا تو آپ نے اسے دوسرا جواب دیا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ "جواب سائل کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔" سوال کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے مقام کا اندازہ کر کے سوال کرے اور ایسی باتوں کے متعلق نہ پوچھے جن کی اسے ضرورت نہ ہو۔ ایسی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں جو قبل از وقت ہوں کیوں کہ اولیاء اللہ کے نزدیک آداب علم میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی علم میں وقت سے پہلے گفتگو نہیں کرتے۔ (کتاب: آداب مریدین)

نامے میرے نام

کرم فرما خواتین و حضرات نے ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو دل کی گہرائیوں سے نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ قبول فرما کر روپ بہروپ کو دلہن کا روپ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قارئین کی خدمت کی توفیق دیں۔ رابطہ کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعہ موصول ہونے والے خطوط میں سے منتخب خطوط شائع کیے جا رہے ہیں۔

رمشا احمد (دبئی): اپریل کی ''آج کی بات'' میں بچہ کی پیدائش کے نو ماہ کے عرصہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''لاشعور سے آنے والی اطلاع کو دنیاوی شعور میں ڈھلنے کے لئے 540 دن رات لگتے ہیں۔'' سوال یہ ہے کہ نو ماہ میں 270 دن ہوتے ہیں پھر یہاں نو ماہ کو 540 دن رات کیوں لکھا گیا ہے؟

★ **نو ماہ میں دن کے علاوہ رات بھی ہے۔ نو ماہ 270 دن اور 270 رات کے برابر ہے جو 540 دن رات بنتے ہیں۔**

رابعہ (لاہور): ڈاکٹر عمیر ریاض صاحب کی خوب صورت تحریر ''ہرا بھرا عظیمی گلشن'' نے عرس کے دنوں کی یاد تازہ کر دی اور میں نے الفاظ کے اندر موجود مناظر میں خود کو چلتے پھرتے دیکھا جیسے گیا وقت ابھی گزرا نہیں، موجود ہے۔ مضمون کا عنوان بھی بے حد خوب صورت ہے۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔

علینہ مشتاق (کراچی): ''ماہنامہ قلندر شعور'' کے مضامین میں نیا نام پڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ اپریل کے شمارہ میں ''توانائی کیا ہے—؟'' سادہ الفاظ میں تفکر طلب تحریر ہے۔ لکھا ہے کہ ''ادارہ کا سربراہ ایک وقت میں ایک ہوتا ہے لیکن دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہر فرد اپنی ذات میں ادارہ ہے۔ اگر اس حقیقت کا ادراک ہو جائے تو آدمی اپنے اندر تحقیق و تلاش کے ذریعے توانائی کے منبع سے واقف ہو جائے گا۔'' تحریریں پڑھ کر میں سوچتی ہوں کہ آخر لکھنے والوں کو اتنے خوب صورت خیالات کہاں سے آتے ہیں اور لکھنے والا ذہن کس طرح بنا؟

گل پروین (کراچی): رسالہ کے معیار میں ماہ بہ ماہ اضافہ ہو رہا ہے۔ ''آج کی بات'' میں زمین کی تعریف نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہ سمجھا کہ اختلاف پردہ ہے، پردہ زمین ہے اور زمین شعور ہے۔ ہر شے جو بنیاد کا کام کرے، زمین ہے۔ ہم بھی زمین ہیں، اپنی زمین سے واقف ہونے کے لئے جو پردہ رکاوٹ بن گیا ہے وہ شک ہے، شک سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ایک ایک سطر غور طلب ہے اور سب کا تعلق روزمرہ سرگرمیوں سے ہے۔ فریج دن

میں دس مرتبہ کھولتے ہیں لیکن ذہن اس طرف نہیں گیا کہ اندر اور باہر کے درجہ حرارت میں فریج کا ڈبا پردہ کیسے بن گیا۔ زیادہ لکھ لوں تو شاید میرا نامہ شائع نہ ہو یا مختصر کر دیا جائے، اس لئے تھوڑے پر اکتفا کیا ہے۔ دعاؤں کی طالب۔

بابر حمید (لاہور): ''آج کی بات'' پڑھا اور غور و فکر میں ڈوبتا رہا۔ دریائے بے کنار کے گم نام گوشہ پر کھڑے ننھے سے بچہ کی طرح دریا کی لہروں کو گننے کی سعی ناتمام میں مشغول تھا۔ اللہ کی نعمتیں اور رحمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ہر لمحہ شکر ادا کیا جائے تو بھی نعمتوں کے عشر عشیر کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ نظر کو نظر اور فہم کو فہم عطا کرنے والا ''آج کی بات'' دریا کا کوزہ میں بند ہونا ہے۔ قارئین کوزہ کو پینے میں مشغول ہیں مگر پانی ختم ہوتا ہے اور نہ پیاس بجھتی ہے۔ نئے زاویہ نظر کے ساتھ تفکر کے ذوق کو بڑھانے میں ''آج کی بات'' کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔ بہت شکریہ۔

حسین اظہر (کراچی): اپریل 2017ء کا ''آج کی بات'' پڑھ کر سوال ذہن میں آیا کہ شاہین، باز، شکرے، ہدہد، شارک، سانپ اور آدمی کی آنکھ میں فرق ہے جس کی وجہ سے ان کی صلاحیتوں میں فرق ہے۔ جب اس فرق پر ریسرچ ہوئی تو دوربین، چشمہ، نائٹ وژن، خوردبین، تھرمل وژن وغیرہ ایجاد ہوئیں۔ ایک خوردبین سے جتنے لوگ چاہیں بیکٹیریا دیکھ لیں۔ روحانی صلاحیت کی بات کریں تو جس بندہ میں یہ صلاحیت ہے صرف وہی دیکھ سکتا ہے۔ سوال ہے کہ روحانی ہستیوں نے ایسی ایجادات کیوں نہیں کیں کہ ایک ایجاد سے جتنے لوگ چاہے دیکھ لیں؟

★ ایجاد اس وقت ہوتی ہے جب ایجاد پہلے سے موجود نہ ہو۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ زندگی دو رخوں سے مرکب ہے۔ ایک رخ میں مظاہراتی طور پر فزیکل باڈی کا نمایاں اظہار ہے لیکن فکر طلب یہ ہے کہ فزیکل باڈی کی تمام حرکات و سکنات مادہ (matter) کے تابع نہیں ہیں، مادہ حرکات و سکنات کے تابع ہے۔ جب تک مادہ حرکت کے تابع ہے، مادی اجسام میں حرکت کا اظہار ہوتا ہے اور جب مادی اجسام میں حرکت کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی تو ہم اس مادی جسم کو مرنا یعنی ڈیڈ باڈی کہتے ہیں۔ مادی سائنس دان جو دکھا رہے ہیں، شعور کے دائرہ کار میں دکھا رہے ہیں جب کہ روحانیت شعور سے اگلی کلاس ہے۔

اسما تنویر (اسلام آباد): مضمون ''آدمی اور حیوان'' نے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ہم نے کتنے نقاب پہن رکھے ہیں۔ ایک اتارتے ہیں، دوسرا پہنتے ہیں۔ ایک نقاب یہ بھی ہے کہ پس پردہ عیب جوئی اور غیبت اور سامنے مسکرا کر ملنا۔ نقاب حقیقت سے دوری اور منافقت ہے۔ نقاب والی بات مجھے ہر عمل میں نظر آتی ہے۔ غصہ آتا ہے تو میں سوچتی ہوں کہ اس وقت میں نے غصہ کا نقاب پہن لیا، اسے اتارنا ہے کیوں کہ یہ میری شناخت نہیں ہے۔

ابراہیم (میرپور): اپریل کا سرورق بہت خوب صورت ہے اور میں ادارہ کی جانب سے تشریح سمجھنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ قارئین کی جانب سے سرورق کی تشریح کا سلسلہ اچھا ہے، مختلف زاویے سامنے آتے ہیں۔ تجویز ہے کہ

قارئین کی جانب سے سرورق کی تشریح کے علاوہ سرورق کی تشریح پر ایک یا دو ماہ بعد ادارہ کی جانب سے مضمون شائع ہونا چاہیئے تاکہ معلوم ہوسکے کہ ہم نے کیا سمجھا اور ادارہ نے ہمیں کیا سمجھانا چاہا۔

مرسلین احمد (اسلام آباد): آپ کو ''ماہنامہ قلندر شعور'' کی روز بروز کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اس کوشش میں مزید برکتیں عطا ہوں۔ اپریل کے سرورق پر غور کیا تو کئی نکات ذہن میں آئے، تشریح کے لئے دفتر درکار ہیں، چند نکات پیش خدمت ہیں۔ عالمین نور کی بساط پر قائم ہیں اور نور کی تعریف یہ ہے کہ اللہ سمٰوٰت و ارض کا نور ہے۔ نقشہ کے مطابق کتاب المبین کا مظاہرہ کلاک وائز ہو رہا ہے اور کلاک وائز ڈسپلے سے کتاب المبین میں موجود کائنات کا ریکارڈ ظاہر ہو رہا ہے۔ سرورق پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے شعر میں کائناتی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے انوار کا مظہر ہے۔

عنایت حسین (سکھر): میرا پسندیدہ سلسلہ ''نامے میرے نام'' ہے، صفحات میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ ادارہ کی طرف سے جوابات ملتے ہیں جس سے ''نامے میرے نام'' دل چسپ ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ مضامین کے آخری صفحہ پر جو چھوٹی چھوٹی معلومات دی جاتی ہیں، ان کا انتخاب اچھا ہے۔ چند صفحات روحانی کیفیات کے لئے مخصوص ہونے چاہئیں جس کی رسالہ میں کمی ہے۔ مجموعی طور پر معیاری و علمی رسالہ کی اشاعت پر مبارک باد!

معظم مقصود (کراچی): ایسے دور میں جب مادیت کی طرف رجحان زیادہ ہے اور روحانی علوم پڑھنے والے لوگ کم ہیں، ''ماہنامہ قلندر شعور'' کی کوشش قابل ستائش ہے۔ ہر ماہ معیاری رسالہ تیار کرنا اور پھر اچھے لکھنے والوں کی تلاش یقیناً مشکل امر ہے۔ یہ عظیمی صاحب کی محنت، لگن اور بے لوث خدمت ہے کہ انہوں نے اپنی تحریروں اور تقاریر سے لکھنے والوں کے بھی ذہن بنائے اور پڑھنے والوں کے بھی۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش میں مزید برکت عطا فرمائیں، آمین۔

ساجد علی (کراچی): اپریل کے ''آج کی بات'' کو پڑھ کر یہ سمجھ میں آیا کہ ہمارے حواس میں جو کچھ ہے وہ نگاہ ہے۔ کن کے بعد اسپیس در اسپیس بنتی گئی۔ کن سے واقف ہونے کے لئے ہمیں ماضی میں لوٹنا ہوگا۔

وجاہت (مردان): شیطان کی سوانح عمری کا انگریزی میں ترجمہ پڑھا اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیا۔ سب کو کہانی پسند آئی ہے۔

فائق علیم (گوجرانوالہ): ''پر تیاہار'' پسندیدہ سلسلوں میں سے ہے۔ کہانی دل چسپ موڑ میں داخل ہوگئی ہے۔ انتظار ہے کہ حمورابی کے لئے ذہن پر نقش استدراجی علوم کو مٹانا کتنا آسان یا مشکل ہوگا۔

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین

پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

فری ممبرشِپ

فری مطالعہ

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ و طالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی

نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

محمد علی ضیا

الفا، تھیٹا لہریں اور دماغ

گاما لہریں: تیز ترین لہریں ہیں جو خیالات میں تال میل پیدا کرتی ہیں۔ تفکر طلب امور کے وقت عروج پر ہوتی ہیں۔ دوران لیکچر طلبا پر ان لہروں کا غلبہ ہوتا ہے۔ زیادتی سے بے چینی اور تناؤ پیدا ہوتا ہے اور کمی دنیاوی امور میں عدم دلچسپی کا سبب ہے۔

بیٹا لہریں: شعوری حواس کے غلبہ کی علامت ہیں۔ ٹاک شوز کے شرکا، مقرر اور لیکچرار حضرات پر دوران گفتگو ان کا غلبہ ہوتا ہے۔ ان کی زیادتی دماغی امراض کو جنم دیتی ہے۔ ایسے افراد خیالی پلاؤ پکانے کے عادی ہوتے ہیں۔

الفا لہریں: خیالات میں توازن کی علامت ہیں۔ ذہنی یک سوئی پیدا کرتی ہیں۔ یک سوئی کے لئے بہترین عمل مراقبہ ہے۔ لاشعوری حواس سے قریب کرتی ہیں۔ ان کی زیادتی سے نیند اور شعوری تحریکات متاثر ہوتی ہیں۔

تھیٹا لہریں: نیند اور مراقبہ کی کیفیات میں پائی جاتی ہیں۔ باطن میں متوجہ ہونے کی علامت ہیں۔ خوف و غم اور ذہنی پیچیدگیوں سے آزاد کرتی ہیں۔ بچوں میں ان لہروں کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے ان میں نئے علوم سیکھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

ڈیلٹا لہریں: لاشعور کے غلبہ کی علامت ہیں۔ ایسے افراد میں ہیلنگ کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ شیر خوار بچوں میں ان کا غلبہ ہوتا ہے۔ سکون کے انتہائی درجہ کو ظاہر کرتی ہیں۔

کائنات حرکت میں ہے۔ ہر شے مخصوص تال اور رفتار پر قائم ہے۔ الیکٹران سے لے کر عظیم الشان مداروں میں گردش کرتے سیاروں تک کوئی شے ساکن نہیں۔ اپنی زندگی پر نظر ڈالیں۔ دل کا دھڑکنا، سانس کی آمد و رفت، پلک کا جھپکنا، ذہن میں خیالات کا آنا الغرض ہر عمل حرکت ہے۔ مزید گہرائی میں غور کریں تو راز کھلتا ہے کہ ہر دو حرکت کے درمیان وقفہ ہے۔ زندگی حرکت اور وقفوں میں گزرتی ہے۔

ہمارا دماغ کھربوں خلیات سے مل کر بنا ہے جنہیں نیوران کہا جاتا ہے۔ نیوران آپس میں پیغام رسانی کے لئے برقی رو کا استعمال کرتے ہیں۔ جب کھربوں نیوران بیک وقت برقی رو کا اخراج کرتے ہیں تو دماغ میں برقی رو کا ذخیرہ ہوجاتا ہے۔ برقی رو کے ہجوم یا ذخیرہ کو برین ویو کہتے ہیں۔

خیالات، جذبات و احساسات اور رویوں کا دارومدار برین ویوز پر ہے۔ جس طرح پرزم میں سے روشنی گزرتی ہے اور بالترتیب کم فریکوئنسی سے زیادہ فریکوئنسی کے حامل سات رنگوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اس طرح دماغ میں چلنے والی برقی لہریں بھی شعوری پرزم ہیں جن میں لہریں ترتیب کے ساتھ سست

رفتار سے تیز رفتار، مدھم سے اونچی، لطیف سے کثیف اور پیچیدہ لہروں کی صورت میں بہتی ہیں۔ لہروں کے تاثرات کو لیبارٹری میں موجود ایک آلہ EEG (Electroencephalograph) کے ذریعے ریکارڈ کیا جاتا ہے۔

برقی سگنلز کو موسیقی کے آلات کی مدد سے سمجھیں تو بات آسان ہوجاتی ہے۔ کم رفتار فریکوئنسی کی برقی لہروں کی مثال ڈھول کی تھاپ جیسی ہے جس کی آواز میں سرایت پذیر ہونے کی صلاحیت ہے جب کہ زیادہ فریکوئنسی کے برقی سگنلز کی مثال بانسری کی آواز ہے۔

برین ویوز کی حرکت لہروں یا سمندر کی موجوں کی طرح ہے یعنی ایک لہر سے مراد لہر کا نشیب وفراز میں حرکت کرنا اور آگے بڑھنا ہے۔ برین ویوز کی پیمائش ہرٹز میں کی جاتی ہے۔ اگر کسی لہر کی فریکوئنسی دس ہرٹز ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس لہر نے ایک سیکنڈ میں دس نشیب وفراز یا دس چکر مکمل کئے۔

جب ہم خود کو پرسکون محسوس کرتے ہیں یا نیند اور خواب کی حالت میں ہوتے ہیں تو دماغ میں کم فریکوئنسی کی لہروں کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بیداری کی حالت میں زیادہ فریکوئنسی کی لہریں غالب ہوتی ہیں۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کسی مخصوص برین ویو کا ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت وہ برین ویو غالب ہے۔ دن میں کسی بھی وقت EEG میں پانچوں قسم کی برین ویوز ہمہ وقت دیکھی جاسکتی ہیں لیکن ایک مخصوص برقی لہر باقی چاروں پر حاوی ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے شعوری حواس میں درجہ بندی ہوتی رہتی ہے۔

کچھ لہریں جسمانی کام کے لئے توانائی فراہم کرتی ہیں، بعض یادداشت کو تیز کرتی ہیں اور کچھ تکان دور کرنے کے لئے سکون کا باعث ہیں۔ یہ برین ویوز زیادہ وقفوں یا زیادہ فریکوئنسی سے کم وقفوں یا کم فریکوئنسی میں ردوبدل ہوتی رہتی ہیں۔ دراصل رفتار اور فریکوئنسی کے اعتبار سے برقی رو کی پانچ برین ویوز میں درجہ بندی کی گئی ہے جو بالترتیب ڈیلٹا، تھیٹا، الفا، بیٹا اور گاما لہریں ہیں۔

گاما لہریں (38 تا 42 ہرٹز): سب سے زیادہ تیز رفتار برقی لہریں ہیں جو نیوران کے برقی سگنلز کے باہمی تبادلہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان لہروں کی موجودگی میں تمام غور طلب اور دماغی امور انجام پاتے ہیں۔ گاما لہریں خیالات اور حواس خمسہ (پانچ بنیادی حواس) کے مابین تال میل پیدا کرتی ہیں تاکہ ہم ماحول میں موجود اشیا کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ تحقیق کے مطابق ایسے افراد جو ذہنی طور پر کم زور ہوتے ہیں یا ذہنی معذوری کا شکار ہیں ان میں گاما لہریں بہت کم مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔

بیٹا لہریں (12 تا 38 ہرٹز): بیداری کی حالت میں جب توجہ دنیاوی معاملات پر مرکوز ہوتی ہے یا ہم

کسی مسئلہ کے حل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یا کسی دماغی کام میں مصروف ہوتے ہیں تو اس دوران بیٹا برین ویوز کا غلبہ ہوتا ہے۔ جب ہم کافی پیتے ہیں یا انرجی ڈرنک استعمال کرتے ہیں تو بیٹا لہروں کا اخراج بڑھ جاتا ہے کیوں کہ یہ لہریں بیداری کے حواس تخلیق کرتی ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق ان لہروں کا زیادہ غلبہ رہنا ذہنی اور جسمانی صحت کے لئے اچھا نہیں ہے۔ بیٹا لہروں کی زیادتی سے ڈپریشن ہوتا ہے اور ان کے زیر اثر سرانجام دئے گئے امور میں توانائی کا بڑا ذخیرہ صرف ہوتا ہے۔

الفا لہریں (8 تا 12 ہرٹز): الفا لہریں دماغ میں کثیر مقدار میں جمع ہوتی ہیں تو ہم خود کو پرسکون محسوس کرتے ہیں۔ مراقبہ کی حالت میں بھی ان لہروں کا غلبہ ہوتا ہے۔ الفا لہروں کی موجودگی کا مطلب ہے کہ اس وقت دماغ پرسکون ہے۔ یہ لہریں شعوری خیالات اور لاشعوری اطلاعات کے درمیان واسطہ کا کام کرتی ہیں۔

تھیٹا لہریں (3 تا 8 ہرٹز): تھیٹا لہریں نیند کی حالت میں دماغ میں غالب ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ استغراق اور مراقبہ کی یک سو حالت کے دوران بھی ان کا غلبہ ہوتا ہے۔ انہی لہروں کے نتیجہ میں واضح اور روشن خواب نظر آتے ہیں۔ تھیٹا لہروں کے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہماری توجہ بیرونی دنیا سے ہٹ کر باطن میں مرکوز ہو گئی ہے اور تخلیقی صلاحیتیں اپنے عروج پر ہیں۔

ڈیلٹا لہریں (0.5 تا 3 ہرٹز): انتہائی مدھم اور سرایت پذیر ہوتی ہیں۔ عموماً گہری نیند اور مراقبہ کی انتہائی گہری حالت میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی کثرت کا مطلب یہ ہے کہ شعوری حواس مغلوب اور لاشعوری حواس غالب ہیں۔ جن افراد کے ذہن پر ڈیلٹا لہروں کا غلبہ ہوتا ہے ان میں قدرتی طور پر شفایابی کی صلاحیتیں متحرک ہیں۔

تھیٹا لہروں کے زیر اثر انسان میں سیکھنے کی صلاحیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ چھ سال تک کے چھوٹے بچوں میں تھیٹا لہروں کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے۔ آپ نے غور کیا ہوگا کہ چھ سال تک کے بچوں میں مشاہدہ کرنے، چیزوں کو سمجھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ لہریں یادداشت کے بڑے حصہ کو متحرک رکھتی ہیں اور چیزوں کو سمجھنے کے بعد طویل عرصہ تک ذہن میں محفوظ رکھتی ہیں۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے ہم تھیٹا لہروں سے دور ہو جاتے ہیں اور ان کا تجربہ صرف خواب کی حالت میں ہوتا ہے۔

sleep laboratories میں ہونے والی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ روزہ کی حالت میں انسانی دماغ میں چلنے والی برین ویوز کی فریکوئنسی کم ہو جاتی ہے، بالفاظ دیگر برین ویوز کی رفتار میں کمی واقع ہوتی ہے۔ ویوز کے جسم پر اثرات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ برین ویوز کا خیالات، سوچ بچار، جذبات اور صحت سے کیا تعلق ہے۔ جدید تحقیق بتاتی ہے کہ رمضان میں روزے رکھنے اور عبادات کرنے والے افراد کی برین ویوز اور

ایسے افراد جو روزہ نہیں رکھتے، ان کی ویوز میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

دن کے اوقات میں ذہن سے بیٹا لہروں کا اخراج ہوتا ہے۔ یہ تیز لہریں ہیں اور ہم سارا دن ان میں گھرے رہتے ہیں۔ بیٹا لہروں کا مطلب بیداری کے حواس ہیں۔لہروں کی زیادتی ہو جائے تو اس کیفیت کو اسٹریس، بے سکونی، افسردگی اور بے چینی کے نام سے جانتے ہیں۔اس کے برعکس انہماک اور دلچسپی سے کام انجام دیا جائے — یہاں تک کہ وقت گزرنے کا احساس نہ رہے تو اس کیفیت میں دماغ میں الفا لہروں کا غلبہ ہوتا ہے۔الفا لہریں خوشی، سکون اور تیزی سے علوم سیکھنے کا باعث بنتی ہیں۔

تخلیقی کام کے دوران الفا لہریں غالب ہوتی ہیں۔ اس طرح جب کسی فرد کے ذہن میں بیٹا لہروں کا ہجوم ہو تو یقینی ہے کہ وہ کوئی تخلیقی کام انجام نہیں دے سکتا۔ایکویشن یہ ہے کہ لہریں جتنی مدھم اور سست رفتار ہوتی ہیں، فرد اس مناسبت سے پرسکون اور تخلیقی صلاحیتوں کا حامل ہوتا ہے۔

الفا سے سست رفتار لہریں تھیٹا ہیں۔خواب کی حالت میں تھیٹا کی بڑی تعداد دماغ میں پائی جاتی ہے۔ جتنا زیادہ غلبہ ہوگا، اس مناسبت سے تخلیقی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہوگا۔الفا لہروں کے زیرِ اثر فرد مسائل کا حل آسانی سے ڈھونڈ نکالتا ہے۔ اگر آپ کی ملاقات تخلیقی صلاحیتوں کے حامل فرد سے ہو تو سمجھ جائیں کہ اس کے ذہن میں تھیٹا لہریں غالب ہیں۔ڈیلٹا لہریں سب سے مدھم لہریں ہیں۔ یہ نیند کی انتہائی گہری حالت یا مراقبہ کی انتہائی گہری کیفیت میں پائی جاتی ہیں۔

امریکہ کے شہر بالٹیمور میں قائم نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ایجنگ کے شعبہ نیورو سائنسز کے سربراہ ڈاکٹر مارک میٹسن کی سربراہی میں تحقیق کی گئی۔تحقیقاتی ٹیم نے پچاس بالغ افراد پر ماہِ رمضان میں مختلف تجربات کئے۔ ان کی عمر پچیس سے چالیس سال کے درمیان تھی۔ محققین نے یہ جانا کہ کس طرح روزہ برین ویوز اور اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ تجربات کے بعد نتیجہ سامنے آیا کہ جب ہم روزہ کی حالت میں ہوتے ہیں تو ذہن الفا اور ڈیلٹا لہریں پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔نتیجہ میں جسم میں ایسے ہارمون پیدا ہوتے ہیں جو انسان کو طویل عرصہ تک جوان رکھتے ہیں۔

روزہ کی حالت میں دماغی خلیات یعنی نیوران زیادہ فعال ہو جاتے ہیں اور ان کے مابین برقی رو کا تبادلہ بڑھ جاتا ہے۔نتیجہ میں تھیٹا لہروں کی وافر مقدار ذخیرہ ہوتی ہے اور بندہ خود کو پرسکون محسوس کرتا ہے۔ سب کا مشاہدہ ہے کہ رمضان المبارک میں نیند عام دنوں کی نسبت زیادہ گہری آتی ہے۔ سبب یہی پرسکون ذہنی کیفیت ہے۔روزہ کے برعکس عام طور پر بیٹا لہریں غالب رہتی ہیں۔ اس دوران جسم میں موجود کھربوں خلیات میں شکست و ریخت ہوتی رہتی ہے۔خلیات میں

غذائی مادے اور زہریلے اجزا کا ذخیرہ ہوتا ہے اور انسولین ہارمون خون میں گردش کرتا ہے۔

روزہ کی حالت میں چھ گھنٹے گزرنے کے بعد نیوران الفا اور تھیٹا لہریں خارج کرنا شروع کرتے ہیں۔ نتیجہ میں خلیات کے افعال میں حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ ٹوٹ پھوٹ انتہائی کم ہو جاتی ہے اور زہریلے مادے خارج ہوتے ہیں یعنی خلیات اپنی صفائی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ طریقہ فطری ہے۔

ہم اچھی طرح سے واقف ہیں کہ بخار کی حالت میں بھوک تقریباً ختم ہو جاتی ہے یا کم سے کم لگتی ہے تا کہ مدافعتی نظام فعال ہو کر جسم کو صحت مند ماحول مہیا کر سکے۔ اس کے ساتھ خون میں مخصوص ہیومن گروتھ ہارمون HGH خارج ہوتا ہے جو فاضل چربی کو جلاتا ہے، جسمانی و اعصابی نظام کو فعال اور صحت مند بناتا ہے۔ جوڑوں اور ریشوں کو مضبوط کرنے کے ساتھ جلد کو تروتازہ رکھتا ہے، جھریاں کم کرتا ہے اور زخموں کو جلد ٹھیک کرنے میں مددگار ہے۔

روزہ کے دوران جو لہریں دماغ میں سب سے زیادہ ذخیرہ ہوتی ہیں وہ تھیٹا ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ آرٹسٹ اور محققین حضرات ان لہروں کے زیر اثر تخلیقات اور ایجادات کرتے ہیں۔ جن افراد کے دماغ میں تھیٹا لہریں زیادہ ہوتی ہیں وہ نئی زبانیں جلد سیکھ لیتے ہیں۔ لاشعوری کیفیات اور روحانی مشاہدات کے دوران دماغ میں تھیٹا لہروں کا ذخیرہ ہوتا ہے جو یکسوئی اور توجہ پیدا کرتی ہیں۔ ماہ رمضان میں ان تمام کیفیات کا مشاہدہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

اکثریت ساری زندگی کثیر بیٹا لہروں اور تھوڑی مقدار میں الفا لہروں کے زیر اثر گزارتی ہے لیکن روزہ، ذکر اذکار اور مراقبہ کی حالت میں دماغ میں مدھم اور سست رفتار برقی لہروں کا اخراج زیادہ ہوتا ہے۔ نتیجہ میں ذہنی کارکردگی میں حیرت انگیز حد تک اضافہ ہوتا ہے اور غور و فکر کے نئے نئے زاویے سامنے آتے ہیں۔

روزہ دار کے ذہن میں الفا، تھیٹا اور ڈیلٹا لہروں کے اجتماع سے شعوری حواس مغلوب ہونا شروع ہوتے ہیں اور لاشعوری تحریکات متحرک ہو جاتی ہیں۔ بندہ لاشعوری پیغامات آسانی سے وصول کرنے اور سمجھنے لگتا ہے۔ بڑی وجہ روزہ کی حالت میں ذہنی خلیات میں تناؤ کی کیفیت کا پیدا ہونا ہے۔

سوال یہ ہے کہ تناؤ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ عام حالتوں میں ذہن مختلف امور سرانجام دینے کے لئے غذا سے گلوکوز حاصل کر کے بطور ایندھن استعمال کرتا ہے لیکن روزہ کی حالت میں ڈرامائی طور پر سارا عمل یکسر تبدیل ہو جاتا ہے۔ چوں کہ روزہ میں معدہ غذائی اجزا سے خالی ہوتا ہے اس لئے ذہن، گلوکوز کی سطح کم ہونے کے باعث Ketone کیٹون کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کیٹون خلیات میں موجود چکنائی یا چربی کا ذخیرہ ہے۔ جب ذہن اپنی کارکردگی

کے لئے گلوکوز سے کیٹون کی طرف منتقل ہوتا ہے تو دماغی خلیات یعنی نیوران پر دباؤ یا تناؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ دماغ اپنے سارے افعال اسی دباؤ کی حالت میں انجام دیتا ہے۔ خلیاتی دباؤ اور تھیٹا اور ڈیلٹا لہروں کے ذخیرہ کے نتیجہ میں ذہن کی مخفی صلاحیتیں سامنے آتی ہیں جنہیں پاک باطن لوگ روحانی واردات و کیفیات کے نام سے جانتے ہیں۔ یعنی روزہ کی حالت میں ذہن فائدہ مند برین ویوز سے بھرپور استفادہ کرتا ہے اور ہمیں اس راز سے واقف ہونے کا موقع ملتا ہے کہ ہم عام دنوں میں بھی پریشانی، ڈپریشن، بے سکونی اور غصہ کی حالت میں اپنے ذہن میں پرسکون لہریں ذخیرہ کر کے لاشعوری حواس کو طاری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

قابل غور ہے کہ EEG صرف ان لہروں کو جانچتی ہے جو اس آلہ کی رینج میں آتی ہیں کیوں کہ موجودہ سائنس سب سے زیادہ برق رفتار لہر جواب تک دریافت کر پائی ہے وہ برقی مقناطیسی لہر ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ کائنات میں اس سے زیادہ برق رفتار لہریں موجود نہیں ہیں۔ قرآن کریم برین ویوز بلکہ تمام کائنات کی اصل نور کو قرار دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔'' (النور: ۳۵)

مطلب یہ ہوا کہ دماغ میں پیدا ہونے والی ہر لہر بلکہ کائنات کے ہر ذرّہ کی بنیاد نور ہے۔ برقی مقناطیسی لہریں، برقی رو، روشنی، الفا، بیٹا، گاما، تھیٹا اور ڈیلٹا لہریں سب نور کی نزولی حالتیں ہیں جنہیں اب تک EEG ریکارڈ کر پایا ہے۔

روزہ کے ذریعے نہ صرف ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں بلکہ ذہن کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ برین ویوز کی اصل یعنی نور سے واقف ہو کر کائناتی قوانین اور کائنات کا مشاہدہ کریں۔

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

کمال ترک نہیں آب و گل سے مہجوری
کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری

بادشاہ کو خبر ملی کہ مملکت میں نیک بزرگ آئے ہیں۔ بادشاہ نے ملنے کی خواہش ظاہر کی لیکن کوشش کے باوجود ملاقات نہ ہوسکی۔ شہر کے کئی دروازے تھے۔ بادشاہ کبھی کسی دروازہ پر تو کبھی کسی دروازہ کے پاس بزرگ کا انتظار کرتا کہ کہیں سے تو گزر ہوگا لیکن یہ مسئلہ کا حل نہ تھا۔ آخرکار بادشاہ نے سارے دروازے بند کروادیئے اور ایک دروازہ کھلا رکھ کر وہاں بزرگ کا انتظار کیا۔ بزرگ اس دروازہ سے گزرے۔ بادشاہ نے کہا کہ اب جا کر آپ سے ملاقات ہوئی جب شہر کے تمام دروازے بند کروادیئے۔ بزرگ نے فرمایا— آدمی کو رب کی راہ بھی اس وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ سارے دروازے بند کر کے صرف دل کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔

خالدہ زبیر

شب بیداری

اللہ تعالیٰ نے ''لیل'' یعنی رات کی صورت میں جنت کے حواس برقرار رکھے ہیں۔ مشاہدہ ہے کہ پوری رات ہم کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں لیکن جب صبح بیدار ہوتے ہیں تو چاق و چوبند اور توانائی سے بھرپور زندگی ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ رات میں کھانا پینا معطل ہے پھر توانائی کہاں سے آئی ___؟

خوش بو ایک لڑکی ہے۔ شام ہوتے ہی اس پر کیف و سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ سرور و کیف کیسا تھا وہ خود نا آشنا تھی۔ بس اتنا معلوم تھا کہ رات آرام و سکون ہے۔ وہ خوش رہنے اور دوسروں کو خوش رکھنے والی لڑکی تھی۔ روزانہ عصر اور مغرب کے درمیان چہل قدمی کرتے ہوئے تا حد نگاہ آسمان، آسمان پر بادل، بادلوں کا سفر، پرندوں کی اڑان، چڑیوں کی چوں چوں اور شرارتوں سے لطف اندوز ہونا اس کا مشغلہ تھا۔ فطری مناظر خود سے بہت قریب محسوس ہوتے۔ پھر رات میں تاروں بھرا آسمان اس پر سحر طاری کر دیتا۔ پھول، رنگ، خوش بو، رم جھم برسات ___ حواس میں لطافت پیدا کر کے اس عالم سے کسی اور عالم میں پہنچا دیتے۔

خوش بو سوچتی کہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں داخل ہونا یا خود کو کسی اور عالم میں محسوس کرنا کیا ہے جب کہ میں یہاں موجود ہوں۔ کیف و سرور اور جذب و مستی کیا ہے، کہیں یہ اس عالم کی تو نہیں جس سے میں واقف نہیں ہوں ___؟

دن میں بھی خوشی کے لمحات زیادہ تھے۔ خوش رہنے کی مشق سے اس نے خوش رہنا سیکھ لیا تھا لیکن رات کا شدت سے انتظار رہتا۔ معمول تھا کہ آدھی رات کو اٹھ کر تھوڑی دیر عبادت کرتی تھی۔ شب کے اوقات میں ماحول میں لطافت ہر لطف سے بڑھ کر تھی اور وہ خود کو فطرت سے زیادہ قریب محسوس کرتی۔

ایسا کیوں تھا ___؟ خوش بو نے رات کی کیفیات میں جذب ہو کر حقیقت تلاش کرنا چاہی اور تحقیق و تلاش نے قرآن کریم میں غور و فکر کی جانب راغب کیا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات اس کتاب میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دی ہے۔''

(القمر: ۵۳)

خوش بو نے رات اور دن سے متعلق آیات جمع

کیں اور اللہ سے مدد کی دعا کے ساتھ تفکر کا آغاز کیا۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے:

”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔“ (فاطر:۱۳)

”اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا اس شخص کے لئے جو غور کرتا ہے یا شکر گزار رہو۔“ (الفرقان:۶۲)

خوش بو نے آیات پر غور کرنا شروع کیا اور سمجھ میں یہ آیا کہ سورج کی شعاعیں زمین پر پڑنے سے زندگی بیدار ہوتی ہے اور رات دن میں داخل ہو جاتی ہے۔ سورج کی موجودگی میں دن کے حواس متحرک ہوتے ہیں۔ سورج غائب ہوگیا تو رات کے حواس متحرک ہوگئے یعنی سورج کے داخلہ نے رات کے حواس کو مغلوب کر دیا۔ حواس کیا ہیں—؟ دن میں رات کی طرح لطافت کیوں محسوس نہیں ہوتی۔ دن کیا ہے—؟

سورۃ البقرۃ اور سورۃ الاعراف میں حضرت آدمؑ کے قصہ پر غور وفکر کی تفہیم یہ ہے کہ جنت کی لامحدود فضاؤں میں آدمؑ اور بی بی حوا خوشی کی اسپیس میں رہتے تھے۔ مسرت کا دور دورہ تھا، جو چاہتے حاضر ہو جاتا۔ جہاں چاہتے لمحوں میں پہنچ جاتے۔ جنت میں محنت ومشقت تھی نہ قید وبند۔ یقین کی روشن دنیا میں شیطان نے شک کا بیج بویا تو فرماں برداری، نافرمانی میں اور خوشی ناخوشی میں تبدیل ہوگئی۔ جنت کی پرلطف فضاؤں اور اعلیٰ حواس سے محروم ہوگئے۔ زمین پر زندگی میں محنت مشقت ہے، قید وبند اور سب سے بڑھ کر ناخوشی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا شمار نہیں۔ اللہ نے نوع آدم کو عطا کیا گیا علم واپس نہیں لیا بلکہ موقع فراہم کیا ہے کہ فرماں برداری کے حواس سے واقف ہو کر جنت میں لوٹ جاؤ۔ جنت کیا ہے—؟ خوشی کا مقام ہے جہاں خوف و غم نہیں ہے۔ بندہ ہر لمحہ اللہ کی قربت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

پیدائش کے بعد بچہ کے اوپر جنت کے حواس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کی زندگی میں سوائے خوشی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ شعور کا صفحہ خالی ہوتا ہے۔ وقت کے ساتھ والدین، خاندان اور ماحول کے اثرات سے بچہ کے ذہن کے صفحات بھرتے ہیں۔ خوشی کی جگہ زندگی میں ناخوشی داخل ہو جاتی ہے اور ناخوشی میں اتنا اضافہ ہوتا ہے کہ جنت (خوشی) کا شعور چھپ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ”لیل“ یعنی رات کی صورت میں جنت کے حواس برقرار رکھے ہیں۔ مشاہدہ ہے کہ پوری رات ہم کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں لیکن جب صبح بیدار ہوتے ہیں تو چاق و چوبند اور توانائی سے بھرپور زندگی ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ رات میں کھانا پینا معطل ہے پھر توانائی کہاں سے آئی—؟

”اور وہی تو ہے جو رات کو تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دوسرے روز اسی عالم میں واپس بھیج دیتا ہے۔“ (الانعام: ۶۰)

ہم زندگی کا ایک تہائی حصہ سو کر گزارتے ہیں۔ پیدائش سے لے کر مرنے تک آدھی زندگی لاشعور (رات) میں گزارتے ہیں۔ زندگی شعور اور لاشعور کے الٹ پلٹ ہونے کا نام ہے۔ شعور کی رفتار محدود ہے جب کہ لاشعور کی رفتار بہت زیادہ ہے۔

جنت میں حواس کے صرف ایک رخ یعنی اعلیٰ حواس سے واقفیت تھی، ادنیٰ حواس مغلوب تھے۔ شک سے اسفل حواس غالب ہوئے اور جنت کے حواس مغلوب ہوگئے۔ دن کی زندگی میں پابندی، قید و بند اور ناخوشی ہے جب کہ رات کے حواس ہمیں جنت کی زندگی کا سراغ دیتے ہیں۔ جو لوگ رات اور دن کے قانون سے واقف ہو جاتے ہیں وہ دن اور رات میں یکساں دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے،

''وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا۔ جو لوگ سنتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔'' (یونس:٦٧)

جسم کے اعضا اور خلیات کی مرمت اور ان سے زہریلے مرکبات کا اخراج رات کے وقت ہوتا ہے۔ پرسکون نیند اچھی صحت اور عمر میں اضافہ کا سبب ہے۔ ذہنی، جسمانی اور روحانی صحت کے لئے پرسکون نیند بے حد ضروری ہے۔ نیند کے مختلف مراحل ہیں۔

ہلکی نیند میں ذہن میں الفا لہروں کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ جس مناسبت سے کم فریکوئنسی کی لہروں کا ہجوم بڑھتا ہے لاشعور سے رابطہ مستحکم ہوتا ہے۔ لاشعور میں داخل ہونے سے شعور میں روشنیوں کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ بیمار ہو، پریشان ہو، کسی دکھ یا تکلیف میں مبتلا ہو مشورہ دیا جاتا ہے کہ سو جاؤ تا کہ ذہنی تناؤ کم ہو۔ بیدار ہونے کے بعد قوت برداشت بڑھ جاتی ہے۔ فرد خود کو زیادہ توانا محسوس کرتا ہے۔

روحانی صلاحیتوں میں اضافہ کے لئے بھی گہری اور پرسکون نیند بے حد ضروری ہے۔ پرسکون نیند میں شعور مغلوب ہے اور بندہ لاشعور میں داخل ہو کر وہاں کے اعمال و احوال میں زندگی گزارتا ہے۔

صلاحیتوں کا اصل رخ اس وقت حرکت میں آتا ہے جب روحانی حواس متحرک ہوتے ہیں اور مشاہدات کے دروازے کھلتے ہیں۔ ان حواس سے انسان آسمانوں اور کہکشانی نظاموں میں داخل ہوتا ہے، غیبی مخلوقات اور فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے۔

نیند میں یا لاشعوری حواس میں داخل ہونے میں آدمی کا ارادہ و اختیار شامل نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ دن بھر معاش اور محنت و مشقت کے بعد جب وہ تھک جاتا ہے تو قدرت اسے نیند کی وادی میں پہنچا دیتی ہے۔ روح مادی جسم کی قید سے آزاد ہو کر عالم اعراف اور دیگر عالمین کی سیر کرتی ہے۔ وہاں کی روشنیوں سے چارج ہو کر دنیا میں واپس آجاتی ہے۔

''ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور بعد میں دس دن کا اور اضافہ کر دیا، اس طرح اس کے رب کی

مقرر کردہ مدت پورے چالیس دن ہوگئی۔‘‘

(الاعراف: ۱۴۲)

’’پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندہ کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔‘‘ (بنی اسرآءیل: ۱)

جو لوگ رات کے حواس سے واقف ہو جاتے ہیں وہ سو کر بھی جاگتے ہیں اور جاگ کر بھی سوتے ہیں یعنی رات کے حواس ان پر غالب ہوتے ہیں۔ سونے کا مطلب وہ نہیں ہے جو ہم سمجھتے ہیں بلکہ نیند کی دنیا دیگر عالمین سے روشناس کراتی ہے۔

رات ایسا وقت ہے جس میں سب کا تجربہ ہے کہ جو کام کیا جائے یک سوئی قائم ہو جاتی ہے۔ جب ساری دنیا سوتی ہے اور عالم رنگ و بو کی طوفان خیزی تھم جاتی ہے تو فطرت کستوری (تاتاری ہرن کے پیٹ کی تھیلی سے نکلنے والا خوش بودار مادہ 'مشک') بانٹتی ہے جو جاگنے والوں کا مقدر بنتی ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں:

رات کتھوری ونڈیئے، ستے آں ملے نہ بھاہ

جیہناں نین نندراولے تنہاں ملن کوائی

’’رات کستوری بانٹ رہی ہے جو سونے والوں کے حصہ میں نہیں آتی۔ کستوری کا حصہ ان کو ملتا ہے جو آنکھیں راتوں کو جاگتی ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو لاشعوری حواس سے متعارف کروانے کے لئے خصوصیت سے رات کا تذکرہ کیا ہے۔ شب بیداری میں بندہ جاگنے کی حالت میں نیند کی کیفیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ یعنی جو وقت وہ سو کر گزارتا تھا اب وہی وقت جاگ کر عبادت میں گزار رہا ہے۔ ذکر واذکار اور نوافل سے نورانی لہریں دماغ میں ذخیرہ ہوتی ہیں۔ شعوری سکت بڑھنے سے وہ سوئے بغیر رات کے حواس میں داخل ہو جاتا ہے جہاں ایک نئی دنیا اس کے سامنے ہوتی ہے۔

خواب میں ہم معاش کی ذمہ داریوں، سینکڑوں تقاضوں اور کیفیات سے گزرتے ہیں۔ ہر کیفیت رنگ ہے اور رنگ دوری ہے۔ دن کی رنگ آمیزی ہمیں رات کے حواس سے دور کرتی ہے۔ رات میں ہمارا ذہن مادی دنیا سے ہٹ جاتا ہے۔

روزہ بھی رات کے حواس کا نام ہے۔ روزہ میں رات کی طرح کھانا پینا معطل ہو جاتا ہے۔ جسمانی حرکات اور گفتگو کم سے کم ہوتی ہے اور روحانی دنیا کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ قانون یہ ہے کہ حواس کے جس رخ کی طرف متوجہ ہوں، اس کا انکشاف ہوتا ہے۔ شعوری حواس کی گرفت کم ہونے سے لاشعوری حواس کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ روشنیوں کا ذخیرہ بتدریج بڑھنے سے رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ذہن غیب ___ ظاہر ہو جاتا ہے۔

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا مہینہ ہے۔ رمضان کے پروگرام پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہو کر باقی گیارہ ماہ اس کے نور سے روشن رہتے ہیں۔

روزہ میں کم کھانے، کم بولنے، کم سونے اور ظاہری زندگی میں دل نہ لگانے سے کثافت کم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارنے، برائیوں سے پرہیز کرنے، نظام الاوقات کی پابندی سے زندگی ترتیب میں آتی ہے۔

لطیف کیفیات کے ساتھ جب بندہ شب بیداری کرتا ہے تو روح سے متعارف ہوتا ہے۔ غیب کے حواس سے متعارف فرد اللہ کا دوست ہوتا ہے اور اللہ کا دوست ستائش کی تمنا کے بغیر اللہ کی سنت کے مطابق مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہے۔ وہ خوف و غم سے آزاد ہوتا ہے اور مخلوق کو خوف و غم سے آزاد زندگی سے متعارف کروانا اس کا مشن بن جاتا ہے۔

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے عظیمی صاحب کو کتاب ''لوح و قلم'' لکھوانے کے لئے شب کے آخری حصہ کا وقت مقرر فرمایا۔ یہ وہ ساعتیں ہیں جب نسیم سحر کے لطیف و جاں فزا جھونکے بندہ کو محو استراحت رکھتے ہیں۔ یہ وہ متبرک لحات ہیں جب مقربان الٰہی اور دل بیدار نفس جاگ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے، رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو، مگر کم۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرلو، یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو، اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر ہے اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ (المزمل: ۱-۶)

رات کے حواس میں داخل ہوکر بندہ رویائے کاذبہ کی حقیقت اور رویائے صادقہ سے متعارف ہوتا ہے۔ رویائے کاذبہ وہ خواب ہیں جن میں وسوسوں کا عمل دخل اور سفلی جذبات کی نشان دہی ہوتی ہے جب کہ رویائے صادقہ علم نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ رویائے صادقہ کے ذریعے فرد کو راہ نمائی عطا ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کا قصہ خواب سے شروع ہوا ہے، جب انہوں نے دیکھا کہ گیارہ تارے اور سورج اور چاند انہیں سجدہ کررہے ہیں۔ خواب والد کو سنایا تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے کام کے لئے منتخب کرے گا اور علم و حکمت سے نوازے گا۔ حضرت یوسفؑ کے تذکرہ میں دو قیدیوں کے خواب کا بھی ذکر ہے۔ ان میں ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا باورچی تھا۔ اس کے علاوہ چوتھا خواب بادشاہ مصر ''ملک الریان'' کا ہے۔

ایک روز بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی۔ اس نے کہا، اے اہل دربار! مجھے خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خوابوں کا مطلب سمجھتے ہو۔ لوگوں نے کہا! یہ تو پریشان خوابوں کی باتیں ہیں اور ہم اس طرح کے خوابوں کا

مطلب نہیں جانتے۔

بادشاہ کا خواب سن کر حضرت یوسفؑ کے ساتھ قید میں رہنے والے دو قیدیوں میں جو شخص بچ گیا تھا اسے رہا ہونے کے طویل عرصہ بعد حضرت یوسفؑ کا خیال آیا جنہوں نے اس کے خواب کی تعبیر بتائی تھی۔ وہ قیدی بادشاہ کا ساقی تھا۔ اس نے حضرت یوسفؑ کے علم و حکمت سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ بادشاہ نے خواب کی تعبیر کے لئے اسے حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجا جنہوں نے خواب کی تعبیر یہ بتائی:

''سات برس تک لگا تار تم لوگ کھیتی باڑی کرتے رہو گے۔ اس دوران جو فصلیں تم کاٹو ان میں سے بس تھوڑا سا حصہ جو تمہاری خوراک کے کام آئے نکالو اور باقی کو اس کی بالیوں میں رہنے دو۔ پھر سات برس بہت سخت آئیں گے۔ اس زمانہ میں وہ سب غلہ کھالیا جائے گا جو تم اس وقت کے لئے جمع کرو گے اگر کچھ بچے گا تو وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو۔ اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں باران رحمت سے لوگوں کی فریاد رسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑیں گے۔'' (یوسف: ۴۷-۴۹)

خواب کی تعبیر من و عن واقع ہوئی۔ سات سال تک خوب کھیتی باڑی ہوئی اور سات سال تک ملک و قوم کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔

خوش بو کا دل احساس تشکر سے معمور ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے رات کی لطافت کا راز اس پر آشکار کیا۔ کسی شے سے واقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ یا اس میں وقت گزارا جائے۔ رات کی دنیا کیا ہے، علم اس وقت ہو گا جب بندہ رات میں جاگ کر اس وقت کے تقاضے پورے کرے یعنی عبادت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے بالخصوص رات میں عبادت کی تاکید فرمائی ہے۔ خوش بو کو احساس ہوا کہ حقیقت سے واقف ہونے میں دیر اور دوری ہماری طرف سے ہے اور دوری کو ختم کرنے کا ایک طریقہ رات کے اوقات میں، جتنا ہو سکے، شب بیداری ہے۔

قوت برداشت

دبلے پتلے سبزی فروش نے کسی بات پر غصہ میں آکر گاما پہلوان (رستم زمان) کے سر میں وزن کرنے والا باٹ مارا۔ گاما پہلوان کے سر سے خون بہنے لگا لیکن اس نے سبزی فروش پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ مفلر سر پر لپیٹا اور چپ چاپ گھر لوٹ گیا۔ لوگوں نے پوچھا، گاما جی! آپ سے بزدلی کی توقع نہیں تھی، اگر دکان دار کو تھپڑ مار دیتے تو اس کی جان کو آجاتی۔ گاما پہلوان نے مسکراتے ہوئے کہا، مجھے میری طاقت نے نہیں — میری برداشت نے پہلوان بنایا ہے اور میں اس وقت تک رستم زمان رہوں گا جب تک میری قوت برداشت میرا ساتھ دے گی۔

جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے قاعدہ پڑھنا ضروری
ہے اسی طرح روحانی علوم کا بھی قاعدہ ہے۔ فرق یہ ہے
کہ ظاہری علوم میں علم پہلے اور عمل بعد میں ہے —
باطنی علوم میں عمل کے بعد علم ہے۔

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال فیصل آباد: الٰہی ٹاؤن، گوکھووال ملت روڈ، فیصل آباد، پاکستان۔

041-8766190 0321-6696746

KASHAN ENTERPRISE

ENGINEER, CONSULTANT & ELECTRICAL CONTRACTOR

SERVICES:

• LT Sub Station • Power Distribution • Lighting System • Lightning Protection system • Earthing System • Local and Imported UPS • Solar panels • Fire alarm and Gas Detection System • CCTV and Security System • PABX and Telephone system • Public Addressable System • Maintenance packages • LED lighting • Prepaid Electricity Meters • Data Networking system and I.T solutions.

The service list is a selection of work that we carry out but it is not exhaustive. If the required work is not listed, you may contact us, we would be pleased to give you a quote.

Add: B-40, Sector 4-C, Surjani Town, Karachi, Pakistan.
Kashan Ali: 0321-2154178
Info@Kashan-Enterprise.Net WWW.KASHAN-ENTERPRISE.NET

قاسم منہاس

میں نیواں میرا مرشد اچا

’’جنہیں قصہ کی طلب ہوگی ، یہ داستان سن کر خوش ہوں گے لیکن جن کے سینہ میں عشق کی چنگاری ہوگی وہ صبح سویرے روئیں گے۔‘‘

معروف صوفی شاعر حضرت میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں،

بال چراغ عشق دا، میرا روشن کردے سینہ

دل دے دیوے دی رشنائی، جاوے وچ زیمناں

ترجمہ: عشق کا چراغ جلا کر میرے سینہ کو اس کے نور سے روشن کردے، میرے دل میں روشن چراغ کی روشنی دور دور تک پھیل جائے۔

اللہ تک پہنچنے کا راستہ عشق ہے۔ عشق ایسا جذبہ ہے جو بندہ کی ’’میں‘‘ کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے اور پھر راکھ سے نیا وجود بنتا ہے۔ اگرچہ راکھ اسی وجود کی ہوتی ہے لیکن وجود وہ نہیں ہوتا۔

حضرت میاں محمد بخشؒ کے آباؤ اجداد بارہویں صدی ہجری میں ضلع گجرات کے گاؤں چک بہرام سے میر پور، موجودہ کھڑی شریف میں آباد ہوئے۔ کھڑی شریف پہاڑ کے دامن میں شمال کی جانب اور میاں محمد بخش روڈ سے مشرق کی جانب ہے۔ اس علاقہ میں اکثریت گُجر قوم کی ہے۔ حضرت میاں محمد بخشؒ اسی قوم سے ہیں۔

والد کا نام شمس الدین تھا۔ ان کے جد امجد حضرت دین محمدؒ اٹھارویں صدی عیسوی میں پنجاب و کشمیر کے صاحب کرامت بزرگ حضرت غازی عبداللہ المعروف پیرا شاہ غازی قلندرؒ کے عقیدت مند تھے۔ حضرت غازی عبداللہ المعروف پیرا شاہ غازی قلندرؒ کو دمڑی والی سرکار بھی کہا جاتا ہے۔

جس عرصہ میں حضرت شاہ غازی قلندرؒ نے پیرو شاہ گاؤں سے قریب قیام کیا، چک بہرام گاؤں کی ایک بے اولاد عورت آپ کے لئے خورد و نوش کا اہتمام کرتی تھی۔ ایک روز اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی تو حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ نے فرمایا، شرط یہ ہے کہ بچہ کو میں اپنے ساتھ رکھوں گا۔ عورت رضامند ہوگئی۔

پیرا شاہ غازی قلندرؒ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اولاد سے نوازا۔ بچہ کا نام دین محمد رکھا گیا۔ بچہ نے ہوش سنبھالا تو حضرت پیرا شاہ غازیؒ نے بچہ کے ہمراہ میر پور کے پاس چک ٹھاکرہ میں سکونت اختیار کی۔

حضرت میاں محمد بخشؒ 1830ء بمطابق 1246ھ

میر پور کے علاقہ چک ٹھاکرہ میں پیدا ہوئے اور حضرت دین محمدؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ میاں بخشؒ فرماتے ہیں،

جہلم گھاٹوں پربت پاسے میر پورے تھیں دکھّن
کھڑی ملک وچ لوڑن جہڑے طلب بندے دی رکھّن

ترجمہ: جہلم گھاٹ (دریا) سے شمال کی طرف اور میر پور سے جنوب کی جانب کھڑی واقع ہے۔ جو مجھ سے ملنے کی خواہش رکھتے ہوں، میری تلاش کریں۔

میاں بخشؒ کو بچپن سے اچھے اخلاق واطوار، پڑھنے لکھنے اور گھڑ سواری کی تربیت دی گئی۔ اچھی تربیت سے ذہانت کو نشوونما ملی، مزاج میں تحمل اور بردباری پیدا ہوئی۔ بچپن سے غور وفکر کی عادت تھی۔ شاعری میں تحقیق وتلاش کا رنگ نمایاں ہے۔

ہکو فرش زمین دا سارا، ہکو مینہ تراوت
بوٹے رکھ زمین پر جتنے سبھناں وچ تفاوت

ترجمہ: زمین کا فرش ایک ہے اور اس پر ایک طرح کی بارش ہوتی ہے۔ اس کی تراوت بھی ایک جیسی ہے لیکن بارش کے طفیل زمین سے نمودار ہونے والے پودے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔

صنعت دا کجھ انت نہ لبھدا نظر کرو جس جائی
دھن اوہ قادر سر جنہارا جس سبھ چیز بنائی

ترجمہ: جس طرف نظر کریں اس کی کاریگری نظر آتی ہے۔ اس کی مصنوعات کا کوئی شمار نہیں۔ وہ بنانے والا بھی کیا خوب ہے جس نے یہ ساری چیزیں بنائی ہیں۔

والد صاحب کی زیر نگرانی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے شہر کی معروف درس گاہ میں داخل ہوئے۔ عمر سترہ سال تھی کہ والد نے علالت کے دوران اہل علاقہ کی موجودگی میں آپ کو سجادہ نشین مقرر کرنا چاہا تو میاں محمد بخشؒ نے والد اور عمائدین کا شکریہ ادا کیا اور کہا، یہ اعزاز برادر میاں بہاول بخش کو تفویض کیا جائے، وہ زیادہ مستحق ہیں۔ باپ نے بیٹے کی انکساری اور برادر نوازی کو بنظر تحسین دیکھا اور بارگاہ ایزدی میں دعا کی،

"اے پروردگار! تو علیم وبصیر ہے، میرے کم سن بیٹے نے کبھی دنیوی کام یا جسمانی حاجت کی آرزو نہیں کی۔ تیری اور فقط تیری رضا کا طالب ہے۔ میں اسے تجھ کو سونپتا ہوں۔ یا اللہ اس بچہ کو اپنے بندوں کی صف میں کھڑا کردے۔"

تعلیم کے بعد طبیعت میں بے چینی کے سبب مرشد کی تلاش میں نکلے۔ حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ نے خواب میں راہ نمائی فرمائی — میرے روحانی فرزند سائیں غلام محمد ساکن کلروڑیؒ سے بیعت کرو۔

حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ کے بارے میں میاں محمد بخشؒ نے سیف الملوک میں لکھا ہے،

شاہ سلطان اوہناں دے بوہے عاجز بن دکھاندے
عاجز اس دے شاہ سداون، اس دامان رکھاندے
اس در دے سگ عاری کولوں شیر ببر بھئو کردا

اگّے چڑھے نہ چڑی اوہدی دے، باز شکاری ڈردا
بادشاہاں دا پیر کہاوے پیراں شاہ کرجاتا
پیراں شاہ قلندر غازی، نت سوا لکھ داتا
سیک لگے جد سیوک تائیں، ترت سنے فریاداں
پہنچے کر تاکید ، محمد ، پان مرید مراداں

ترجمہ: ان کے در پر بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور ان کے غلام بادشاہ کہلاتے ہیں، اس طرح ان کی عزت ہوتی ہے۔ان کے در کے کتوں سے شیر ببر ڈرتے ہیں، وہاں کی چڑیا سے شکاری باز بھی خوف کھاتا ہے۔ وہ بادشاہوں کے پیر کہلاتے ہیں اور پیروں کو بادشاہ بنا دیتے ہیں اور یہ پیرا شاہ غازی قلندرؒ ہیں جو ہمیشہ کے لکھ داتا ہیں، جب سائل دل سے سوال کرتا ہے تو یہ اس کی فریاد سن لیتے ہیں۔ میاں محمد بھی ہدایت کے مطابق اس در پر پہنچ گیا ہے جہاں مرید اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔''

اپنے مرشد سائیں غلام محمد ساکنؒ کی توصیف میں لکھتے ہیں کہ ''میرے مرشد غلام محمد بھلے انسان ہیں۔ اہل شریعت اور اہل طریقت ہیں۔حقیقت کے محرم اور معرفت رکھتے ہیں۔ان کی زبان کا خطا کاروں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ ان کا سینہ الٰہی رازوں سے پُر ہے اور پیشانی چاند کی سی ہے۔آنکھیں شرم وحیا کا پیکر ہیں اور دونوں جہانوں میں روشنی عطا کرتی ہیں۔ رحمت، حلم، وفا اور محبت کے چار عناصر کو ملا کر وہ نیک صفت اور شریف ہستی ہیں۔ وہ پیغمبرؐ کے پیروکار ہیں۔ وہ سالک، صوفی، زاہد اور مست قلندر ہیں۔''

پیرومرشد کی شان میں مزید فرماتے ہیں:

میں نیواں میرا مرشد اچا
تے میں اچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اچیاں توں
جنہاں نیویاں نال نبھائی

ترجمہ: میں کچھ نہیں، میرا مرشد عالی مرتبت ہے، مجھے ایسے اونچے کی قربت ملی ہے۔قربان جاؤں میں اس بلند مرتبہ والے کے جس نے ہم جیسوں سے نبھائی ہے۔

پیرومرشد کے حکم پر کشمیر تشریف لے گئے اور سری نگر کے معروف بزرگ شیخ احمد ولیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں مستغرق ہو گئے۔ دور دور تک شہرت پھیلی اور عقیدت مند دریائے معرفت سے فیض یاب ہونے کے لئے حاضر ہونے لگے۔ مہاراجا کشمیر نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن میاں محمد بخشؒ نے معذرت کر لی۔

اولیائے کرام سے عقیدت زندگی کا ایک لازمی جزو تھا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری کے لئے متعدد بار لاہور تشریف لے گئے۔ حضرت غوث الاعظمؒ سے خصوصی عقیدت تھی۔ پیران پیر غوث الاعظم دستگیرؒ کی منقبت میں فرماتے ہیں:

واہ وا میراں شاہ شہاں دا سید دو ہیں جہانی
غوث الاعظمؒ پیر پیراں دا ہے محبوب ربانی

ترجمہ: سبحان اللہ! وہ بادشاہوں کے بادشاہ میراں،

دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔غوث الاعظمؒ پیروں کے پیر اور اللہ کے محبوب ہیں۔

میاں محمد بخشؒ ''داستان سیف الملوک'' کے مصنف ہیں۔ کہنے کو یہ تخیلاتی داستان ہے لیکن انہوں نے اس کے کرداروں کے ذریعے مذہبی اقدار، دوستانہ خصائل، مردوزن کی نفسیات، عشق وحسن کے قرینے، ہجر و وصال کے سوز وگداز اور حظ وانبساط، مہماتی زندگی کے کٹھن مراحل، سیر وسفر کی نئی نئی راہیں سجھانے والی وادیوں، سمندر کی لہروں کے ذریعے علامتی طور پر خیر و شر میں جنگ و جدل کے بعد خیر کی فتوحات کے شادیانوں سمیت زندگی کے ہر پہلو کی منظر کشی کی ہے۔

حضرت میاں محمد بخشؒ نے سیف الملوک کے ذریعے نیکی، دانائی، وجدان و فیضان کے ظاہری و باطنی پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔

بات مجازی، رمز حقانی، ون وناں دی کاٹھی
''سفر العشق'' کتاب بنائی سیف چھپی وچ لاٹھی

ترجمہ: حقیقی رمز کو مجازی انداز میں مختلف طریقوں سے بیان کر کے ''سفر العشق'' نام کی کتاب بنالی ہے جو دراصل لاٹھی میں تلوار ہے۔

جنہاں طلب قصے دی ہوسی سن قصہ خوش ہوسن
جنہاں جاگ عشق دی سینے جاگ سویلے روسن

ترجمہ: جنہیں قصہ کی طلب ہوگی، یہ داستان سن کر خوش ہوں گے لیکن جن کے سینہ میں عشق کی چنگاری ہوگی وہ صبح سویرے روئیں گے۔

''داستان سیف الملوک'' میں اس کہانی کے بارے میں لکھا ہے،

ترجمہ: ''زبدۃ الجواب نامی کتاب میں یہ کہانی لکھی ہوئی ہے مگر یہ عام لوگوں میں پڑھی نہیں جاتی۔ یہی ہماری قدیم رسم ہے۔ رمضان المبارک میں ہم چند خاص لوگ اسے خوش الحانی اور محبت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد میں تمام بادشاہ ایسا ہی کرتے آئے ہیں لیکن یہ قصہ ہر کسی نے کسی اور کو بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بادشاہ نے دولت اور خلعت سے نواز کر ان کی عزت افزائی کی اور پھر یہ منصوبہ بنا کہ جب رمضان المبارک میں بادشاہ کتاب سنائے گا تو تم دونوں چھپ کر صرف اس لئے بیٹھ جانا کہ سیف الملوک کا قصہ جلد از جلد لکھ لیا جائے۔''

اوائل عمری سے صحت بخش کھیلوں کے شائق تھے۔ گھڑ سواری، ورزش اور کشتی سے خاص دل چسپی تھی۔ لنگر سے دونوں وقت پچاس سے سو کے لگ بھگ افراد کھانا کھاتے تھے۔عبادت، مطالعہ اور تدریس کے ساتھ خدمت خلق کے لئے ہر وقت حاضر رہتے۔ بچوں سے بہت محبت تھی ان کے کھیلوں میں دل چسپی لیتے تھے اور کشتی کے مقابلے بھی کراتے تھے۔ جو بھی نذر نیاز

آتی، یتیموں اور بیواؤں میں تقسیم کردیتے تھے۔لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کرتے، ناراض لوگوں کی صلح صفائی کراتے۔مرد کامل کی تعریف میں لکھتے ہیں،

ہمت مرداں دی ہر جائی، کردی کم ہزاراں
پھلاں بھوراں شمع پتنگاں، یارملائے یاراں

ترجمہ: یہ مردوں کی ہمت ہے جو ہرجگہ بگڑے ہوئے ہزاروں کام کرجاتی ہے۔ وہ پھولوں کو بھنوروں ، شمع سے پروانوں اور یاروں سے یاروں کوملادیتی ہے۔

کسی کے عیب بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ اللہ کے دوست رازوں کے امین ہیں اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے ہیں۔

دانش مندوں سنو تمامی عرض فقیر کریندا
آپو چنگا جے کوئی ہووے ہرنوں بھلا تکیندا

ترجمہ: دانش مندو! سارے سنو۔فقیرعرض کرتا ہے کہ اگرکوئی خوداچھا ہوتو وہ ہرایک کواچھی نظر سے دیکھتا ہے۔

پردہ پوشی کم فقر دا،میں طالب فقراواں
عیب کسے دے پھول نہ سکاں، ہریک تھیں شرماواں

ترجمہ: فقر کا کام پردہ پوشی کرنا ہے اور میں فقرا کا طالب ہوں۔میں کسی کی عیب جوئی نہیں کرسکتا بلکہ میں تو ہرایک سے شرماتا ہوں۔

موسیقی اورخوش الحانی سے خاصا شغف تھا۔علم موسیقی کی اصلاحات اور نکات سے واقف تھے۔پنجن کے ایک کنہیا سے بانسری سنتے تھے۔کئی عقیدت مندوں سے جن میں حافظ کرم داد (ڈھنی) بھی شامل تھے ، سیف الملوک ترنم سے سنتے تھے۔کبھی کبھار پنجن کی عورتوں سے مقامی گیت بھی سنا کرتے تھے۔

شاعری کے ذریعے خوداحتسابی، امن وسلامتی، مذہبی یگانگت، عملی کردار، جدوجہداورعرفان نفس کا درس دیا۔

مرمرہک بناون شیشہ، مار وٹا ّ ہک بھندے
دنیا اتے تھوڑے رہیہ گئے قدرشناس سخن دے

ترجمہ: کچھ تو بڑی جدوجہداورجتن سے شیشہ بناتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جوصرف ایک پتھر سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے ہیں۔اس دنیا میں اچھے کلام کے قدر شناس تھوڑے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ عبادت اور ریاضت کی روح عشق ہے۔اس راستہ میں قدم رکھنے کے لئے ہمت چاہئے۔ جو ہمت کرکے غوطہ زن ہوجاتا ہے، مرشد کامل اس خوش قسمت کودریاپارکرادیتا ہے۔

ہوندے بند خلاص شتابی مرد پون جد ضامن
دھن نصیب اوہدے جس پھڑیا مرداں سنداامن

ترجمہ: جب ''مرد کامل'' ضامن بن جاتا ہے تو فوراً تمام دکھ درد دور ہوجاتے ہیں۔ وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے ایسے مرد کا دامن پکڑ رکھا ہے۔

بامراد ہونے کی شرط بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سالک خوشی اورغم میں یکساں ہوجائے اور ہرحال وقال کو بہادروں کی طرح برداشت کرے۔

سدا سکھالے اوہو بھائی عشق جنہاں گھٹ آیا
مرہم پھٹ اونہاں دے بھانے ہکو جیہا سکھایا

ترجمہ: اے بھائی جن کے حصہ میں عشق آیا ہے وہ ہمیشہ سکھی رہتے ہیں۔ ان کے لئے زخم یا اس کا علاج ہونا برابر ہے۔

تاج تخت سلطانی تج کے ٹھوٹھا پھڑن گدائی
رکھ امید سجن دے در دی کٹّن جو بن آئی

ترجمہ: وہ تخت و تاج چھوڑ کر کاسۂ گدائی پکڑ لیتے ہیں اور محبوب کے در کی امید لگا کر جو مصیبت بھی آئے برداشت کر لیتے ہیں۔

دم دم پین شراب غماں دی دم نہ مارن مُولے
وٹ جھلن وٹ پان نہ متھے واہ تنہاں دے رُولے

ترجمہ: وہ ہر پل غم کی شراب پیتے ہیں مگر کبھی اف تک نہیں کرتے۔ وہ ہر قسم کی سختی برداشت کرتے ہیں لیکن ماتھے پر شکن نہیں آتی۔ واہ! کیا خوب ان کے حوصلے ہیں۔

ولی اللہ دے، بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوروں
جہڑا پاک غروروں خالی سو پر کردے نوروں

ترجمہ: اللہ کے دوست بندہ کا ظرف دیکھ کر اپنی طرف سے خیرات ضرور ڈالتے ہیں۔ جو غرور سے خالی ہوتا ہے وہ اسے نور سے بھر دیتے ہیں۔

حضرت میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

۱۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور تکالیف پر صبر کرو۔ بے شک اس کی رحمت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

۲۔ رزقِ حلال کا حصول رحمت الٰہی کا سبب ہے۔

۳۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ ظاہر و باطن کی صفائی اور اخلاص ایمان کی نشانیاں ہیں۔

۴۔ ہمسائے کے حقوق بہت زیادہ ہیں، ان کو پورا کرو اور اس سے ہرگز زیادتی نہ کرو۔

۵۔ دھونس دھاندلی کرنے والوں کے ساتھ عقل و دانش کی بات کرنے کا فائدہ نہیں—چپ بھلی ہے۔

۶۔ جب مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو تمام دکھ خوشی اور سکون میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

۷۔ کامل مرد پتھر کو موتی بنا دیتا ہے۔

تصانیف میں سیف الملوک، سہ حرفی، تحفہ میراں، تحفہ رسولیہ اور گلزارِ فقیر مشہور ہیں۔

دنیا کی حقیقت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے،

ایہہ دنیا اک مسافر خانہ، اک آوے اِک جاوے
کِدی مجال محمد بخشا، ایتھے پکے ڈیرے لاوے

ترجمہ: یہ دنیا مسافر خانہ ہے، ایک آتا ہے ایک جاتا ہے۔ کس کی مجال ہے محمد بخش کہ یہاں مستقل قیام کرے۔

7 ذی الحجہ 1324ھ کی رات بارہ بجے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ کے مزار کے قریب تدفین عمل میں آئی۔ آپ نے زندگی میں ہی اس مقام پر اپنے لئے قبر کا انتظام کر دیا تھا۔

ڈاکٹر ثمینہ عامر

روزہ اور رنگ

آئینہ سامنے رکھ کر اس پر اس طرح پھونک ماریں کہ بھاپ شیشہ پر آجائے۔ بھاپ جیسی لطیف شے سے آئینہ اتنا دھندلا ہو جاتا ہے کہ اپنی صورت بھی صاف نظر نہیں آتی۔

روزہ ارکان اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔ دیگر ارکان کی طرح روزہ کا بنیادی مقصد ''اللہ'' ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ

''روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کی جزا میں خود ہوں۔''

مضمون میں ''نظریہ رنگ و نور'' کے مطابق جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ آخر روزہ میں ایسا کیا ہے کہ خالق کائنات نے خود کو اس کی جزا فرمایا ہے۔ سمجھنے کے لئے پہلے اپنی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ جس نے خود کو پہچانا، اس نے رب کو پہچانا۔

وجود کے دو رخ ہیں۔ ایک مادی اور دوسرا باطنی۔ باطنی وجود کی تحریکات مادی وجود میں ظاہر ہوتی ہیں۔ روزمرہ زندگی میں ہم باڈی کونشس (body conscious) رہتے ہیں یعنی ہماری توجہ جسم کی ضروریات پورا کرنے میں صرف ہوتی ہے — اصل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ رمضان المبارک کا مہینہ ہماری توجہ جسم کے معمولات سے ہٹا کر باطنی معمولات پر مرکوز کرتا ہے۔ جسمانی نظام مختلف اعضا کی کارکردگی پر منحصر ہے، مثلاً معدہ، جگر، پھیپھڑے، گردے، آنتیں وغیرہ۔ یعنی جسم — نظام ہضم، تنفس، تولید، اعصابی نظام اور دوران خون کے نظام پر مشتمل ہے۔

میڈیکل سائنس ان تمام نظاموں کی کارکردگی کو غذا سے جوڑتی ہے۔ جب ہم غذا کھاتے ہیں تو دانت غذا کو پیستے ہیں، کھانا غذا کی نالی سے گزرتا ہے اور معدہ تک پہنچتا ہے۔ معدہ میں موجود ایسڈ اور انزائم غذا کو مزید ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ غذا ہضم ہو کر آنتوں میں پہنچتی ہے جہاں ضروری اجزا خون میں شامل ہو جاتے ہیں اور باقی مادہ جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ خون میں شامل ہونے کے بعد غذا مخصوص بائیوکیمیکل ری ایکشن سے گزرتی ہے اور جسم کو توانائی فراہم کرتی ہے۔ یہ توانائی اور طاقت ہمیں چلاتی ہے۔ اسی توانائی کی بدولت ہم سوچتے اور کام کرتے ہیں۔

اس نظام کو ایک اور زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ غذا آخری حد تک منقسم ہوتی ہے تو محض توانائی کی لہروں کی شکل میں باقی رہ جاتی ہے اور یہ لہریں عام نگاہ سے

نظر نہیں آتیں۔ میڈیکل سائنس کی تحقیق کے مطابق ہر عضو کو توانائی مہیا کرنے والی یہ لہریں مخصوص ارتعاش رکھتی ہیں۔ جسم سے خارج ہونے والی ان لطیف لہروں کو بائیوفوٹان کا نام دیا گیا ہے۔ دراصل جو عضو جس رنگ کی لہر خارج کرتا ہے وہ رنگ اس عضو کا غالب رنگ ہوتا ہے اور کارکردگی بھی اسی رنگ پر منحصر ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں دل کے لئے درکار توانائی کی لہر سبز رنگ کی حامل ہے۔ معدہ اور آنتوں کے لئے پیلا رنگ اور اعصابی نظام کے لیے نیلے رنگ کی لہر فائدہ مند ہے۔

چند سال پہلے جسم میں مختلف انزائم (خامروں) پر کی گئی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ جسم میں موجود مختلف اینزائمز مختلف رنگوں کو جذب کرتے ہیں۔ مثلاً شوگر کے مرض کے لئے ہمارے جسم میں موجود انزائم Glucose Oxidase جامنی رنگ (400-420nm) کو زیادہ جذب کرتا ہے۔ اسی طرح Super oxide Dismutase جسم سے زہریلے مادوں کے اخراج میں مدد دیتا ہے۔ یہ ہمارے جسم کا نہایت حیران کن اور اینٹی آکسیڈنٹ انزائم ہے اور قوت مدافعت بڑھاتا ہے۔ یہ کینسر کے خلیوں کی افزائش کو کنٹرول کرتا ہے۔ اینٹی ایجنگ بھی ہے یعنی دیر تک جوان رکھتا ہے، جھریاں کم کرتا ہے اور بڑھاپا دیر سے لاتا ہے۔ یہ 644nm طول موج کو زیادہ جذب کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں 644nm طول موج کا ارتعاش (سرخ رنگ کی روشنی) کینسر کے علاج میں معاون ہے۔ جسم سے زہریلے مادہ کے اخراج میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح جسم میں موجود دو ہزار سے زائد اینزائمز مختلف طول موج کی روشنیوں کے زیر اثر کام کرتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مختلف اینزائمز سے دراصل مختلف رنگ کی روشنیاں حاصل کی جاتی ہیں۔ یہ روشنیاں غذا سے بھی حاصل کی جاسکتی ہیں اور دوا سے بھی۔ غذا کی طرح دوا کھانے کے بعد مخصوص ارتعاش کی روشنیاں باقی رہ جاتی ہیں جو رنگ کی مناسبت سے اعضا کو روشنی فراہم کرتی ہیں۔ ہم دن میں مختلف اوقات میں قسم قسم کی غذائیں کھاتے ہیں۔ جب دل چاہا کچھ بھی کھالیا، یہ سوچے بغیر کہ اثرات کیا ہوں گے اور قدرت نہایت فیاضی سے غذا کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ وقت بے وقت کھانے پینے سے نظام ہضم ہر وقت متحرک رہتا ہے اور ذہن بھی کھانے پینے کے تصورات میں ڈوبا رہتا ہے۔ ہاضمہ سے متعلق دماغ سے خارج ہونے والی لہریں مسلسل stand-by پوزیشن میں رہتی ہیں اور ہم روشنیوں کے ہجوم میں گھرے رہتے ہیں۔

روزہ میں نیت کی خصوصی اہمیت ہے۔ رنگ وروشنی کے قانون کے مطابق جیسے ہی روزہ کی نیت کرتے ہیں، ذہن کا خودکار نظام اس پر عمل درآمد شروع کردیتا ہے کہ ''روزہ'' ہے۔ ذہن اب جسم کو سگنل بھیجتا ہے کہ شام تک کچھ نہیں کھانا ہے۔ تمام مشینری اپنے default

mechanism پر چلی جاتی ہے۔سحر سے افطار تک چند گھنٹے ضرور ایسے ہوتے ہیں جب کھانے پینے اور روزہ کے تمام ممنوعات کی طرف ذہن نہیں جاتا۔ یعنی اب جسم آزاد ہے اور ایک ایک عضو، ایک ایک اینزائم اپنے رنگوں کو پھر سے قدرتی رنگوں سے ہم کنار کرنے کے لئے آزاد ہوتا ہے۔جسم ''حالت سکون'' میں چلا جاتا ہے اس طرح کہ گاڑی ورکشاپ میں اوور ہالنگ کے لئے داخل کردی جائے۔ تمام سرگرمیاں روک دی جاتی ہیں۔ گاڑی کے ہر پرزہ کی آئلنگ اور برشنگ پرزہ میں نئی چمک پیدا کردیتی ہے۔

رمضان کے تیس دنوں میں جسم میں موجود خلیات اپنے اندر کے رنگوں کو پھر سے تازہ دم کرتے ہیں۔ وہ نیت جو روزہ کے شروع میں کی جاتی ہے، روشنی کا ایسا منبع ہے جس سے صرف خالص رنگ اعضا کو سیراب کرتے ہیں۔جب ذہن اللہ کے احکامات کو من وعن قبول کرتا ہے تو دراصل توانائی کے مراکز میں نور اور روشنی کا خزانہ ہوجاتا ہے۔ یہی نور اور روشنی بائیوالیکٹرک سسٹم کے ذریعے اعصاب میں سے ہوتی ہوئی ہر عضو میں منتقل ہوتی ہے اور درکار توانائی منتقل کرتی ہے۔ جب ہمارا باطنی وجود نور اور روشنی کی توانائی سے بھر جاتا ہے تو نور اور توانائی کی لہریں مادی اعضا کو رنگین بنادیتی ہیں۔

چند گھنٹے بعد جب جسم میں کچھ نہیں داخل ہوتا تو جسم توانائی کے حصول کے لئے جمع شدہ توانائی سے رابطہ کرتا ہے۔جسم کو توانائی بہم پہنچانے کے لئے ذخیرہ شدہ توانائی استعمال ہوتی ہے۔توانائی کا ذخیرہ مختلف حصوں مثلاً جگر اور پٹھوں میں کاربوہائیڈریٹس اور چربی کی صورت میں موجود ہوتا ہے۔اسی چربی کی زیادتی سے خون میں کثافت پیدا ہوتی ہے۔

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ فرماتے ہیں—

''رمضان المبارک میں کم کھانے، کم سونے، گفتگو میں احتیاط اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنے سے جسم کی کثافت کم سے کم ہو جاتی ہے اور اندر میں کا آئینہ مجلّا ہو جاتا ہے۔آئینہ سامنے رکھ کر اس پر اس طرح پھونک ماریں کہ بھاپ شیشہ پر آجائے۔ بھاپ جیسی لطیف شے سے آئینہ اتنا دھندلا ہو جاتا ہے کہ اپنی صورت بھی صاف نظر نہیں آتی۔''

کم کھانے سے جسم میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔جب کثافت کم سے کم ہوتی ہے یا نہیں رہتی تو شعوری کیفیات میں جلا پیدا ہو جاتی ہے اور لاشعوری واردات و کیفیات شعور کے لئے قابل قبول ہو جاتی ہیں۔ عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ آدمی دنیا میں پانچ ہزار سال کی روشنیاں لے کر آتا ہے مگر بے جا غصہ، غم، غیر ضروری سوچوں اور ڈپریشن سے عمر کم وبیش ساٹھ یا ستر سال رہ جاتی ہے۔

روزہ ہماری کھوئی ہوئی روشنیاں ذخیرہ کرنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات مخلوق کی فلاح کے لئے ہیں۔روزہ لازم قرار دینے میں ہر طرح سے فائدہ اور بھلا ہے۔جسم کے نظام کو چلانے میں

بالواسطہ یا بلاواسطہ غذا کی ضرورت پیش آتی ہے۔ غذا روشنیوں میں تحلیل ہوکر جسم کو صحت مند رکھتی ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ ہم جو غذا کھاتے ہیں اس کی لطافت یا کثافت دراصل اس غذا کا غالب رنگ ہوتا ہے۔ مثلاً گوشت زیادہ کھانے سے جسم میں لال رنگ کی زیادتی ہوتی ہے۔ ہرے پتوں والی سبزیوں میں سبز رنگ زیادہ پایا جاتا ہے۔ سحر اور افطار میں کھانا اتنا کھایا جائے جو معدہ پر بار نہ بنے ورنہ سارے دن کی لطافت افطار کرتے ہی کثافت میں تبدیل ہوجاتی ہے اور معدہ بھی متاثر ہوتا ہے جس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر غذا مختلف روشنیوں کا مرکب ہے۔ روشنیوں کا خلط ملط فائدہ دینے کی بجائے نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خشک اور تر، گرم اور سرد مزاج والی غذا استعمال فرماتے تھے تاکہ تاثیر معتدل ہوجائے۔ رنگ و روشنی کے حوالہ سے سمجھیں تو کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح غذا کے رنگ نیوٹرل ہوجاتے ہیں۔ جسمانی نظام پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ روزہ ایسی بیماریوں کا علاج ہے جس کے لئے مستقل دوا کی ضرورت رہتی ہے مثلاً کولیسٹرول، بلڈ پریشر، معدہ اور آنتوں کے امراض وغیرہ۔ جسم میں پرانے اور بدرنگ ٹوٹ کر ان کی جگہ نئے رنگ لے لیتے ہیں۔ جس طرح بارش کے بعد ہر پتا بوٹا نکھر جاتا ہے اسی طرح صحیح معنوں میں روزہ رکھنے والے پر انوار کی بارش ہوتی ہے

اگرچہ بھوک جسم کے لئے بلا ہے مگر دل کے لئے جلا ہے۔ جب باطن بقا سے ہم کنار ہوکر جسم مصفا ہو جائے اور دل پر نور ہو تو کیا نقصان؟ شکم سیر ہوکر کھانے میں کوئی بلا نہیں ہے، اگر اس میں بلا ہوتی تو جانور شکم سیر ہوکر نہ کھاتے۔ معلوم ہوا کہ شکم سیر ہوکر کھانا جانوروں کا کھانا ہے اور بھوکا رہنا جانوں کا علاج، اور یہ کہ بھوک میں باطن کی تعمیر اور شکم سیری میں پیٹ کی تعمیر ہے۔ جو شخص باطن کی تعمیر میں کوشاں رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور علائق دنیا سے یکسو ہوجاتا ہے بھلا وہ شخص اس شخص کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جس کی زندگی بدن کی تعمیر اور جسم و خواہش کی خدمت میں گزرتی ہو۔ ایک کے لئے ساری دنیا کھانے کے لئے چاہئے اور دوسرے کے لئے کھانا عبادت کے لئے۔ (کتاب: کشف المحجوب)

اور ذہن اور جسم نئے رنگوں سے مزین ہوجاتے ہیں۔

روزہ ایسا عمل ہے جس میں روزہ دار کے لئے ہر حلال شے وقت مقررہ تک جائز نہیں رہتی۔ سحر کے بعد سے سورج غروب ہونے تک محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اور خالصتاً اللہ کے لئے روزہ دار ہر حلال چیز کو برضا و رغبت ترک کردیتا ہے اور روزہ دار کا ذہن نقطہ وحدانی میں یکسو ہوجاتا ہے۔ روزہ میں صبر کا پہلو نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ پس تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

کوانٹم فزکس

پتے پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو دیگر مظاہر کے ساتھ وہ فوٹو سنتھیسز کا بھی موجب بنتی ہے۔ کیا ہمارا طاقت ور سے طاقت ور کمپیوٹر ایک پتے اور روشنی کے تعلق کی ریاضی کا حساب لگا سکتا ہے؟

مادہ اور توانائی کا علم اور ان کے باہمی تعلق کے مطالعہ کو فزکس کا نام دیا گیا ہے۔ یہ یونانی زبان کے لفظ physis سے آیا ہے جس کے معنی فطرت یا طبیعہ کے ہیں۔ طبیعیات سے مراد کائنات کی ہر وہ شے جو آدمی کے اختیار سے باہر ہو۔ فزکس یعنی طبیعیات عربی لفظ طبیعہ سے ماخوذ ہے۔ گویا طبیعیات وہ علم ہے کہ جس میں فطرت و طبیعیات کے ان قوانین پر تحقیق کی جاتی ہے جو کائنات کا نظم و ضبط برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ فطرت کے یہ قوانین چار اہم اساسوں کے گرد گھومتے ہیں۔ یعنی زمان و مکان اور مادہ و توانائی۔

گویا طبیعیات دراصل کائنات کی تشکیل کرنے والے اجزا، ان کے باہمی روابط کے مطالعہ اور اجزا کے زیر اثر دیگر نظاموں کے تجزیات کا نام ہے۔

موجودہ دور کی فزکس کو Newtonian فزکس یا کلاسیکی فزکس کہتے ہیں۔ نیوٹینین فزکس کا سفر آگے بڑھا تو بیسویں صدی کے آغاز میں طبیعیات کے علم میں انقلاب آیا۔ وجہ کچھ نظریاتی مسائل تھے۔ دوسری طرف صنعتی ترقی کی بدولت حساس آلات کی ایجاد تاکہ مختصر ترین اجسام کے اندر دیکھا جا سکے۔ اس سفر کو کوانٹم فزکس کہا جاتا ہے جو جدید فزکس کا اہم شعبہ ہے۔

میکس پلینک نے کوانٹم فزکس کا تصور پیش کر کے فزکس کے علم کو بدل دیا۔ اس کے مطابق توانائی مسلسل ایک لہر کی شکل میں نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے پیکٹس کی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہے۔

ہم بلب سے آنے والی روشنی کی لہر کو دیکھتے ہیں۔ کوانٹم فزکس کے مطابق یہ لہر مسلسل نہیں بلکہ پیکٹس کی شکل میں آ رہی ہے۔ گویا روشنی سفر نہیں کر رہی، ہر جگہ موجود ہے۔ بلب ایک منٹ میں پچاس دفعہ جلتا اور بجھتا ہے لیکن روشنی کی رفتار $3X10^8 m/s$ (تین کروڑ میٹر فی سیکنڈ) ہونے کی وجہ سے ہم کم زور صلاحیت کے باعث اسے دیکھ نہیں سکتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ بلب مسلسل جل رہا ہے۔ کوانٹم فزکس اس عمل کو دیکھتی ہے۔

کوانٹم تھیوری سے مراد ان ذرات کی توضیح و تشریح

ہے جن سے مادہ (matter) بنا ہے اور یہ جائزہ لینا ہے کہ ذرّات آپس میں اور توانائی کے ساتھ کس طرح ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ کوانٹم تھیوری ان قوانین کی وضاحت کرتی ہے جن سے اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے کہ فزکس یا حیاتیاتی نظاموں میں تجربات کے نتائج کیا ہوں گے اور ہماری دنیا کیسے کام کرتی ہے۔

کوانٹم تھیوری کا نام اس بنیاد پر رکھا گیا ہے کہ یہ کائنات میں مادہ اور توانائی کی تشریح ایسے واحد اور غیر منقسم یونٹس کے حوالہ سے کرتی ہے جنہیں کوانٹا (quanta) کہا جاتا ہے۔ کوانٹم تھیوری کائنات کے طرزِ عمل کی ایٹم کی سطح پر وضاحت کرتی ہے۔

عملاً اسے کسی بھی فزیکل، کیمیکل یا بائیولوجیکل سسٹم کے طرزِ عمل کی درست ترین پیشین گوئی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس کے تحت دنیا کے طرزِ عمل کی تجرباتی تشریح پیچیدہ کام ہے۔ یہ نظریہ، کائنات کی تشریح کے لئے نئے قوانین کے تعین کے ساتھ مادہ اور توانائی کے بارے میں سوچنے کے نئے انداز متعارف کراتا ہے۔

کوانٹم فزکس نے پہلی بار سپر پوزیشن کا عجب مظہر متعارف کروایا۔ فزکس میں سپر پوزیشن، کسی شے کی ایسی حالت کو کہتے ہیں جو زمان و مکان میں متعین نہ ہو لیکن موجود ہو۔ سوال ہے کہ کیسے ہوسکتا ہے کوئی چیز زمان و مکان میں متعین نہ ہو لیکن موجود ہو——؟

کوانٹم فزکس کے بقول دنیا کی ہر شے سپر پوزیشن پر ہوتی ہے اور کوانٹم ایونٹ میں ایک ذرّہ دو مختلف لمحات میں ایک ساتھ موجود رہ سکتا ہے۔ وہ نہ صرف دو مختلف مقامات پر موجود رہ سکتا ہے بلکہ مختلف اوقات میں ایک وقت کے اندر موجود رہ سکتا ہے۔ لیکن کوئی شے سپر پوزیشن پر فقط اس وقت ہوسکتی ہے جب اسے کوئی دیکھ رہا ہو نہ ہی کوئی پیمائش کرنے والا اس کی پیمائش کررہا ہو، مشاہدہ میں آگئی تو سپر پوزیشن ختم ہوجائے گی۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے مشہور ماہر فزکس شروڈنگر نے بلی والا تجربہ وضع کیا۔ شروڈنگر کی یہ وہ مشہور مساوات ہے جو خود بخود کائنات کی حقیقت کو بہت سی دنیاؤں کے خیال تک لے جاتی ہے۔

تجربہ کے مطابق بلی جو زہریلی گیس والے باکس میں موجود ہے اور باکس بند ہے، تب تک سپر پوزیشن پر رہے گی جب تک کوئی باکس کو کھول کر نہیں دیکھے گا۔ جیسے ہی باکس کھولا جائے گا، سپر پوزیشن ختم ہوجائے گی۔ یعنی جب تک باکس بند ہے، بلی زندہ ہے اور مر بھی گئی ہے۔ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ بلی کی سپر پوزیشن دو مختلف دنیاؤں کا ثبوت ہے۔ جب تک نہیں دیکھا، بلی دو کائناتوں میں تھی۔ دیکھ لیا تو بلی کی صرف ایک کائنات سے متعارف ہوئے۔ مری ہوئی بلی دیکھی تو پھر دوسری والی بلی جو زندہ ہے وہ الگ کائنات میں غائب ہوگئی —— عین اس وقت جب ہم نے باکس کھولا۔

ہم جب کہتے ہیں کہ روشنی ہر جگہ موجود ہے تو مراد

یہ ہے کہ زمین پر موجود روشنی اور ہے اور وہ روشنی جو دور کسی کہکشاں پر موجود ہے وہ الگ ہے۔ ہم کبھی اس طرح نہیں سمجھتے کہ جو روشنی ہماری زمین پر موجود ہے اس کا وجود کسی اور کہکشاں میں بھی ہے ۔ گویا جب زمین اور کسی دوسری کہکشاں کی روشنی کا ذکر ہوتا ہے تو دراصل ہم روشنی کے سمندر کے دو مختلف علاقوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جب کہ کوانٹم سپر پوزیشن کہتی ہے کہ کوئی شے بیک وقت دو یا دو سے زیادہ جگہوں پر موجود ہوسکتی ہے بلکہ مختلف اوقات میں ایک ہی لمحہ کے اندر بھی موجود ہوسکتی ہے۔

جدید کوانٹم کے یہ نظریات کہ اشیا بیک وقت ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں، کافی حد تک ثابت ہو چکے ہیں بلکہ اینتھونی لیگیٹ نے جس کو 2003 ء میں طبیعیات کا نوبل انعام ملا، ثابت کیا کہ ایک پارٹیکل دو مختلف سمتوں میں ایک ہی وقت میں سفر کرسکتا ہے۔ یعنی ہر شے کی لامتناہی نقول ہمہ وقت موجود ہوتی ہیں لیکن ہمیں صرف ایک نقل نظر آتی ہے کیوں کہ ہم ناظر یا شاہد ہیں۔ ناظر یا شاہد نہ ہو تو وہ شے ہر جگہ موجود یعنی سپر پوزیشن پر ہوتی ہے۔ اس کے ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہونے کے امکانات لامتناہی ہیں۔

سپر پوزیشن یہ ہے کہ اگر پوزیشن A، B، C، D، E، F، G، H اور علیٰ ہذا القیاس لامتناہی حالتیں ہوں اور یہ دیکھنا ہو کہ ہمارا مطلوبہ آبجیکٹ ان میں سے کس

> ہم بلب سے آنے والی روشنی کی لہر کو دیکھتے ہیں۔ کوانٹم فزکس کے مطابق یہ لہر مسلسل نہیں بلکہ پیکٹس کی شکل میں آ رہی ہے۔ گویا روشنی سفر نہیں کر رہی، ہر جگہ موجود ہے۔ بلب ایک منٹ میں پچاس دفعہ جلتا اور بجھتا ہے لیکن روشنی کی رفتار $3X10^8 m/s$ (تین کروڑ میٹر فی سیکنڈ) ہونے سے ہم کم زور صلاحیت کے باعث اسے دیکھ نہیں سکتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ بلب مسلسل جل رہا ہے۔ کوانٹم فزکس اس عمل کو دیکھتی ہے۔

پوزیشن پر ہے تو دیکھ سکتے ہیں کہ وہ کس حالت پر موجود ہے لیکن دیکھنے سے پہلے تک وہ ان تمام حالتوں پر معنوی اعتبار سے موجود ہے۔ جیسے ہی ہم نے دیکھا اس شے کی سپر پوزیشن کولیپس (collapse) یعنی ٹوٹ گئی اور وہ شے ہمیں تمام مقامات کے بجائے فقط ایک مقام پر نظر آئی۔

سپر پوزیشن کا یہ بنیادی نکتہ کہ سنگل آبجیکٹ (مثلاً الیکٹران) بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہوتا ہے کوانٹم فزکس کا وہ مظہر ہے جس کا ٹھیک ٹھیک تصور قائم کرنا موجودہ عقل سے بعید ہے۔ سپر پوزیشن کا یہ مظہر کائنات میں ہر وقت، ہر جگہ، ہر شے کے ساتھ پیش آ رہا ہے۔

سائنس نے اب تک جتنی ترقی کی، اس میں قدیم ریاضی کا بے پناہ دخل رہا لیکن سپر پوزیشن کی ریاضی جدید ہے۔ جتنی ریاضی سے آج تک ہم واقف ہیں، وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں جس کا علم فطرت نے ودیعت

کیا ہے۔ مثلاً پتے پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو دیگر مظاہر کے ساتھ وہ فوٹو سنتھیسز (ضیائی تالیف کا عمل جس میں دھوپ اور کاربن ڈائی آکسائیڈ سے پودا اپنی غذا تیار کرتا ہے) کا بھی موجب بنتی ہے۔ کیا ہمارا طاقت ور سے طاقت ور کمپیوٹر ایک پتے اور روشنی کے تعلق کی ریاضی کا حساب لگا سکتا ہے—؟ جب کہ کسی بھی پودے کا پتا یہ جمع تفریق آسانی سے کرسکتا ہے کیوں کہ روشنی کا ہر ذرّہ سپر پوزیشن پر ہے اور پتے میں موجود ہر ایٹم کے ذرات سپر پوزیشن پر ہیں۔ کون سا ذرّہ پتے کے کس ذرّہ کے ساتھ ملے گا یہ فیصلہ ہمارے کمپیوٹروں کے بس کا نہیں لیکن—پتے اور روشنی کے درمیان نہایت مضبوط ریاضی کا تعلق ضرور موجود ہے۔

فی زمانہ جو کوانٹم کمپیوٹرز بنائے جارہے ہیں وہ پتے اور روشنی کے درمیان موجود ریاضی کی جمع تفریق کو درست اخذ کرسکیں گے کیوں کہ یہ کوانٹم کمپیوٹرز، کوانٹم میکانکس کے اصول پر بنائے جارہے ہیں۔

سپر پوزیشن کا علم حاصل کرلیا جائے تو ہم جان سکتے ہیں کہ کسی مالیکیول میں دو یا دو سے زیادہ ذرات کس طرح جڑ کر رہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہائیڈروجن کے ایک مالیکیول میں جو دو ایٹم موجود ہیں بانڈ کی مدد سے جڑے ہوئے ہیں۔ یعنی ادھر سے ہائیڈروجن کا ایک آئن آیا اور ادھر سے ہائیڈروجن کا ایک آئن گیا۔ دونوں اس طرح ملے کہ ہائیڈروجن کے بیرونی مدار میں موجود الیکٹران ایک دوسرے کے نزدیک آگئے اور انہوں نے دونوں ایٹموں کو جوڑ دیا جسے ہم سنگل کوویلنٹ بانڈ کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں۔ کیا ان الیکٹرانوں نے دونوں ایٹموں کے درمیان کوئی پڑاؤ اختیار کیا یا رک گئے—؟ نہیں!

دونوں الیکٹران سپر پوزیشن پر ہونے کی وجہ سے دونوں ایٹموں کے چاروں طرف موجود ہوگئے، اس لئے مالیکیول ٹھہر گیا — استقرار اختیار کرگیا۔ گویا ہائیڈروجن کے ایٹموں کو آپس میں جوڑ کر رکھنے والی قوت سپر پوزیشن ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ اگر سپر پوزیشن نہ ہو تو جسم یک لخت ریزہ ریزہ ہوجائے۔ یہ سپر پوزیشن ہی ہے جو ہمارے اجسام بناتی ہے کیوں کہ مالیکیول میں ایٹموں کا رشتہ الیکٹران کی جس قسم کی حرکت کی وجہ سے قائم رہتا ہے وہ سپر پوزیشن ہے۔

اس طرح سوچنا چاہئے کہ کائنات بہت بڑا کمپیوٹر ہے جو ہمہ وقت پراسیس کررہا ہے۔ گویا کائنات بہت بڑا کوانٹم کمپیوٹر ہے۔ اس سے پہلے بنائے گئے کمپیوٹرز بائنری سسٹم پر چلتے ہیں یعنی ایک یا صفر۔ لیکن کوانٹم کمپیوٹر سپر پوزیشن پر چلتا ہے یعنی بیک وقت، ایک بھی اور صفر بھی۔ کوانٹم کمپیوٹر کو اس مثال سے سمجھتے ہیں۔ ایسا بھول بھلیوں والا کھیل تصور کریں جو بہت چھوٹی دیواروں سے بنایا گیا ہو۔ نکلنے کا راستہ صرف ایک لیکن الجھانے والے راستے بے شمار ہوں۔ ننھی

دیواروں میں ایک چوہے کو چھوڑ دیں تو وہ کبھی اِدھر بھاگے گا اور کبھی اُدھر، باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرے گا۔ ایک چوہا، صرف ایک چوہا ہے، اس لئے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے، ایک وقت میں ایک جانب جانے کا اہل ہے لیکن — الیکٹران، چوہا نہیں ہے۔ الیکٹران سپر پوزیشن پر ہوتا ہے۔ تصور کریں کہ اس بھول بھلیّاں میں ہم نے ایک الیکٹران چھوڑ دیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے لیے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرو تو الیکٹران کیا کرے گا — ؟ بیک وقت تمام راستوں پر چل پڑے گا کیوں کہ الیکٹران سپر پوزیشن پر ہوتا ہے۔ وہ ایک سے زیادہ الیکٹران جیسے رویہ کا مظاہرہ کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک وقت میں ہر جگہ موجود ہوتے ہوئے بھی تعداد میں فقط ایک رہ سکتا ہے۔ چناں چہ ہمارے بھول بھلیّوں والے کھیل میں ایک الیکٹران ان تمام راستوں پر بیک وقت چل پڑے گا جو وہاں بنائے گئے ہیں اور آن واحد میں اس راستہ کو جان جائے گا جو اصل ہے اور باہر جانے کے لئے ہے۔ مزید سادہ وضاحت یہ ہے کہ موجودہ کمپیوٹر بھول بھلیّوں کا راستہ، گنتی گن کر ڈھونڈتے ہیں لیکن کوانٹم کمپیوٹر سپر پوزیشن کو کام میں لاکر، گنتی گننے کے عمل پر وقت صرف کئے بغیر ایک لمحہ میں بتا دے گا کہ بھول بھلیّوں سے نکلنے کا اصل راستہ کون سا ہے۔

کوانٹم کمپیوٹر کی بنیاد کوانٹم طبیعیات کے اصول پر ہے کہ کوئی ذرّہ بیک وقت کئی جگہوں یعنی سپر پوزیشن پر ہوسکتا ہے اور ایک وقت میں متضاد سمتوں میں حرکت کرسکتا ہے۔ سپر پوزیشن کے باعث کوانٹم کمپیوٹر عام کمپیوٹر سے مختلف ہے۔ روایتی کمپیوٹرز ڈیٹا کو بائنری اعداد جیسا کہ صفر یا ایک کی صورت میں پیش کرتے ہیں جو ''بائٹ'' کہلاتے ہیں لیکن کوانٹم کمپیوٹرز سپر پوزیشن پر چلتا ہے یعنی بیک وقت ایک بھی اور صفر بھی چناں چہ کوانٹم کمپیوٹرز کوانٹم یا کیو بائٹس کا استعمال کرتے ہیں جس کے باعث یہ حساب کی دو گتھیوں کو ایک ساتھ سلجھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

کوانٹم کمپیوٹر کی فطرت مزید سمجھتے ہیں۔ فرض کریں کہ ہم حساب کی دو رقوم کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ آسانی سے کسی بھی کیلکو لیٹر میں جمع کر سکتے ہیں۔ جیسے:

561234877962123

+ 812312483218643

1373547361180766

عام کیلکو لیٹر بھی ایک سیکنڈ کے اندر یہ رقوم جمع کرکے دے سکتا ہے۔ لیکن یہ جاننا چاہیں کہ ہماری رقم 1373547361180766 کون سی دو رقموں کا حاصل جمع تھی تو جواب ناممکن یا مشکل ہے کیوں کہ نارمل کمپیوٹر کو ہر ممکنہ combination کو علی الترتیب، ایک بار دہرانا ہوگا جب کہ کوانٹم کمپیوٹر تمام امکانات کو ایک لمحہ میں دیکھ لے گا۔ اس کے لئے اس ''آوٹ پُٹ رقم'' کے تمام تر ''اِن پُٹ امکانات''

یعنی وہ رقوم جو اعداد میں برابر ہوں اور تعداد میں دو ہوں ـــ سپر پوزیشن پر ہیں۔

ماہرین کہتے ہیں کہ وہ نئی طرز کا ایسا کمپیوٹر تیار کرنے میں کام یاب ہوگئے ہیں جو بجلی کے بجائے روشنی کی توانائی سے کام کرتا ہے۔ابتدائی تجربات میں اس نئے کمپیوٹر نے ڈیٹا کی کام یابی سے پراسیسنگ کی۔ محققین کا کہنا ہے کہ اس کام یابی سے تیز ترین کمپیوٹر بنانے کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔ان کے بقول کوانٹم کمپیوٹر کی نئی ٹیکنالوجی کمپیوٹر کو اس قابل کرے گی کہ وہ روشنی جیسی رفتار کو استعمال کرکے بائٹس نہیں بلکہ کیو بائٹس کی بنیاد پر چیزوں کو پراسیس کرے۔ٹیکنالوجی ماہرین کا کہنا ہے کہ کوانٹم کمپیوٹرز کی رفتار کی بدولت مصنوعی ذہانت کے میدان میں کئی نئے پہلوؤں تک رسائی میں مدد ملے گی اور مندرجہ ذیل مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں:

۱۔ایسی الیکٹریکل کیبلز جن میں توانائی ضائع نہیں ہوگی

۲۔ادویات بنانے کے لئے

۳۔الیکٹرانکس کے لئے

۴۔توانائی کو محفوظ کرنے کے لئے

۵۔مٹیریلز اوران کے طرزِ عمل سے متعلق پیشین گوئیاں

۶۔ روبوٹس کو آپٹمائز کرنے (کم توانائی کے ساتھ بہترین کارکردگی) کے لئے

۷۔DNA کی زبان سمجھنے اور کنٹرول کرنے کے لئے

۸۔ہوائی جہازوں کے ڈیزائن بنانے کے لئے

۹۔کوانٹم فزکس کے نتیجہ میں انتہائی مختصر اور تیز رفتار آلات بنانے کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔کسی چپ کو فوٹان کی مدد سے چلانے میں کام یابی اہم پیش رفت ہے جس سے مکمل طور پر روشنی کی توانائی سے چلنے والے کمپیوٹر بنائے جاسکیں گے۔

۱۰۔ماہرین کا کہنا ہے کہ نئی ٹیکنالوجی کے استعمال سے انٹرنیٹ کے رابطوں کو زیادہ محفوظ بنایا جاسکے گا۔علاوہ ازیں یہ ٹیکنالوجی جدید ترین آلات بنانے میں کام آسکتی ہے۔

جہاں تک کوانٹم تھیوری کے زندگی پر اثرات کا تعلق ہے تو محققین کو سمجھنے میں مدد ملی کہ پارٹیکل کس طرح مل کر ایٹم تشکیل دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں مالیکیولوں، ایٹموں اور تحت ایٹمی پارٹیکلز کی خصوصیات اور کائنات کی ابتدائی حالتوں کو سمجھنے میں مدد ملی ہے۔سورج کیسے چمکتا ہے، اور ایٹم اور مالیکیول کس طرح ان خصوصیات کا تعین کرتے ہیں جو ان سے تشکیل پانے والے مٹیریل میں پائی جاتی ہیں۔محققین کا دعویٰ ہے کہ لوگوں کو کائنات کے ایک گوشہ سے کسی بھی دوسرے گوشہ میں روشنی کی رفتار سے منتقل کیا جاسکے گا۔واضح رہے کہ آئن سٹائن کا کہنا تھا کہ کوئی بھی چیز روشنی کی رفتار سے حرکت نہیں کرسکتی۔اسے فزکس کا مسلمہ اصول سمجھا جاتا ہے مگر پروفیسر ہینسن (Hanson) اور ان کی ٹیم نے ثابت کردیا ہے کہ مادہ کی کوانٹم انٹینگلمنٹ (quantum entanglement) کی خصوصیت کو استعمال کرتے ہوئے ممکن ہے کہ معلومات یہاں تک کہ آدمیوں کو بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ روشنی کی رفتار سے منتقل کیا جاسکے۔

پچیس جسم
اور
روشنی میں سفر

برصغیر اور بیرون ملک ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جنھوں نے ایک دن اور ایک وقت میں مختلف مقامات پر حضور قلندر بابا اولیاؒ کو دیکھا ہے۔ کسی کے ساتھ حضور بابا صاحبؒ نے مصافحہ کیا، کسی کو سینہ سے لگایا، کہیں چائے نوش فرمائی اور کسی کو ہدایت دی کہ ایسا کرو، ایسا نہ کرو۔ اس بات کا اظہار اس طرح ہوا کہ مجھے (عظیمی صاحب) لوگوں نے بتایا اور کچھ لوگوں نے خطوط کے ذریعے اطلاع دی کہ حضور بابا صاحبؒ تشریف لائے تھے۔

اللہ کے فضل و کرم سے یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ حضور بابا صاحبؒ کے نام جتنے خطوط آتے تھے، ان کا جواب میں لکھتا تھا۔ ایک مرتبہ سوئٹزرلینڈ سے خط آیا جس میں ابدال حق کی تشریف آوری سے متعلق بہت زیادہ تشکر و امتنان کا اظہار تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق فلاں کام کر دیا ہے۔ جب میں نے یہ خط بابا صاحبؒ کو سنایا تو ان سے عرض کیا، اس عرصہ میں تو آپ کہیں نہیں گئے، یہ کیا لکھا ہے — قلندر بابا اولیاؒ مسکرائے اور فرمایا۔ ''اہل تکوین حضرات کے پچیس (25) جسم ہر وقت کام کرتے ہیں اور جب کام کی زیادتی ہوتی ہے تو ان کی تعداد چالیس سے زیادہ ہو جاتی ہے۔''

ایک مرتبہ جسم مثالی کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ مجھ خادم (عظیمی صاحب) نے عرض کیا کہ جب اصل انسان جسم مثالی ہے اور گوشت پوست کا جسم اس کا لباس ہے تو کیا جسم مثالی سے ہر وہ کام لیا جا سکتا ہے جو گوشت پوست کا جسم انجام دیتا ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاؒ نے فرمایا۔ ''ہاں! یہ بات صحیح ہے۔'' عرض کیا، کیا بجلی کا سوئچ بھی آن، آف کیا جا سکتا ہے؟ یہ بات منہ سے نکلی ہی تھی کہ کٹ کی آواز آئی اور کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد سوئچ کے (ON) ہونے کی آواز آئی اور کمرے میں روشنی پھیل گئی۔

جناب بی زمان صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی سیکرٹری، فنانس) کا بیان ہے کہ تھائی لینڈ میں ان کی بیگم صاحبہ کو خون دینے کی نوبت پیش آئی۔ زمان صاحب نے مراقبہ میں حضور قلندر بابا اولیاؒ سے عرض کیا ''حضور! بیگم کی طبیعت بہت خراب ہے۔ ڈاکٹر مایوس نظر آ رہے ہیں۔'' اور اللہ کے فضل و کرم سے خون کی کمی پوری ہو گئی۔

(کتاب: تذکرہ قلندر بابا اولیاؒ)

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے مِلا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

اللہ آسمان سے پانی برسا کر
زمین پر رزق رسانی کے لئے۔۔۔
انواع و اقسام کے ثمرات پیدا کرتا ہے۔

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

ڈاکٹر عمیر ریاض

ہرا بھرا عظیمی گلشن

کوئی نیم وا جھلملاتی آنکھوں کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑا تھا، کسی کے چہرہ پہ مسکراہٹ تھی، کوئی دیوار سے لگا خاموشی سے یا حیی یا قیوم کے ورد میں محو تھا۔ الغرض، محبت و عقیدت کے منفرد اسالیب نمایاں تھے۔ اس دوران ملکوتی آواز میں منقبت کی صدا بلند ہوئی۔

ورکشاپ کے اختتام پر خواتین و حضرات شرکا اسٹالز کی طرف روانہ ہوئے، کچھ اپنی اقامت گاہ پر آرام کے لئے چلے گئے۔ علمی و تحقیقی اسٹالز عرس کی تقریبات کا اہم جزو ہیں۔ اسٹالز یہاں پر مجموعی طور پر تین قسم کے ہیں۔

۱۔ جن کا تعلق مرکز سے منسلک کسی شعبہ یا ادارہ سے ہے جیسے عظیمی پبلک سکول، روحانی علاج کیمپ، عظیمیہ فاؤنڈیشن یو ایس اے، قلندر شعور اکیڈمی، روحانی اکیڈمی لاہور وغیرہ۔

۲۔ جن کا تعلق کتب اور ادویات وغیرہ سے ہے جس میں انصاری بکس، عظیمیہ دواخانہ، عظیمیہ لیبارٹریز، عظیمی میڈیکل اسٹور کی پیش کردہ مختلف ادویات و مرکبات زائرین کی توجہ کا مرکز بنتی ہیں۔

۳۔ ان اسٹالز کا تعلق اشیائے خورد و نوش سے ہے۔ شاداں و فرحاں زائرین ٹولیوں میں اسٹالز پر جوق در جوق چکر لگاتے ہیں۔

اس مرتبہ مندرجہ بالا اسٹالز کے علاوہ ایک منفرد تحقیقی و علمی اسٹال بھی لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا۔ یہ iseek.online نامی ڈیٹا بیس کی ٹیم کا تھا جو علم و تحقیق میں بہت بڑا اقدم ہے۔ اس میں سلسلہ عظیمیہ کی تمام مطبوعات کو قابل تلاش فارمیٹ میں ویب سائٹ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ ویب سائٹ کی مدد سے سلسلہ کی تقریباً تمام مطبوعہ کتب میں کسی بھی ایک لفظ یا جملہ کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔

مرشد کریم کی راہ نمائی میں یہ ویب سائٹ روز بروز بہتری کی جانب گامزن ہے اور ریسرچرز اور طلبا کے لئے نایاب وسیلۂ تحقیق ہے۔ یہ ویب سائٹ سلسلہ عظیمیہ کے پیغام کو جدید تحقیق کے اسالیب کے مطابق ڈھال کر دور حاضر کے ریسرچرز کے سامنے پیش کرنے کا بیش بہا ذریعہ ہے۔

26 جنوری کی رات کو بعد از مغرب خدمت میں دوبارہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ملاقات کے

خواہش مند افراد کی لمبی قطار تھی جو سلیقہ اور نظم وضبط کے ساتھ کھڑے تھے۔ ڈیوٹی پر مامور دوستوں نے خلیق اور محبت بھرے انداز میں سب کی راہ نمائی کے ساتھ نظم و ضبط بھی برقرار رکھا۔ اس سے بڑھ کر ایثار مرشد کریم اور ان کے اہل خانہ کا تھا جو خوش دلی کے ساتھ حضرات و خواتین کی میزبانی کر رہے تھے۔

آج ملنے والوں کی تعداد گزشتہ روز ملنے والوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ لوگ غم والم کی گٹھڑیاں لے کر آتے اور چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔ مرشد — مرید کو کھرچ کھرچ کر صاف کرتا رہتا ہے لیکن ہم غلاظت سے لتھڑ کر دوبارہ آ جاتے ہیں۔ اسباق کی پابندی نہ خود احتسابی، استقامت نہ لطافت۔ کچھ بھی تو نہیں ہے لیکن — مرشد کریم بے لوث والد کی طرح نادان اولاد کی کم زوریوں سے صرف نظر کر کے ہمیں لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔ ماتھے پہ شکن آتی ہے نہ لب پہ سوال — فقط مجسم محبت!

بالآخر 27 جنوری کا سورج طلوع ہوا۔ 27 جنوری کی تاریخ سلسلہ عظیمیہ کے احباب میں اہمیت کی حامل ہے۔ ہر انگریزی ماہ کی 27 تاریخ کو دوست احباب اپنے علاقوں اور شہروں میں حسب استطاعت حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی 27ویں منانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ آیت کریمہ کا ورد ہوتا ہے، ختم شریف پڑھا جاتا ہے اور حسب استطاعت کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ ہر ماہ 27 تاریخ کو ابدال حق کی یاد میں قرآن کریم کی اجتماعی تلاوت و ورد اور لنگر کا اہتمام اس نیک ہستی سے قرب کا ایک ذریعہ ہے۔ شاگرد رشید فرماتے ہیں:

”اللہ کے نیک بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مخلوق کو رزق عطا کرتے ہیں اور آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ ایسی ہی ایک بابرکت ہستی ہیں۔“

قبل اس کے کہ اس یوم سعید کی مزید تصویر کشی کی جائے، قلندر بابا اولیاءؒ کی ذات بابرکات کا اجمالی تذکرہ ضروری ہے۔ آپ قابل قدر روحانی ہستی اور آسمانِ معرفت کے ایسے شہباز ہیں جن کے علوم سے خوشہ چینی کی ابھی فقط ابتدا ہوئی ہے۔

بیسویں صدی میں آپ کا پردۂ شہود پہ ظہور، ذاتِ کبریا کے خصوصی کرم کا مظہر ہے۔ ابدال حق نے روحانی قدروں کو عام فہم انداز میں پیش کیا تاہم بطور روحانی سائنس دان آپ کی نگارشات کی اہمیت کا حقیقی ادراک ابھی تک نہیں ہو سکا۔ بندہ دعویٔ علم سے قطعی عاجز ہونے کے باوجود اس بات کا شاہد ہے کہ طبیعیات کے جدید ترین مسائل جو کئی عشروں سے لاینحل ہیں، ان کے محاکمہ کے لئے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تصنیف ”لوح و قلم“ میں اہم اشارے ہیں۔

ان مسائل میں کشش ثقل کی لہریں، Higgs Boson، کائنات کی بنیادی طبیعیاتی قوتوں کے

اجتماع کا نظریہ، بلیک ہولز، متوازی کائناتیں، نظریہ اضافت اور کوانٹم نظریہ میں تطبیق اور دیگر بہت سے سوال جن کی تلاش میں محققین نے امکانی طور پر ماورائے طبیعیاتی حقائق کے وجود کا اعتراف تو کیا ہے لیکن کسی متعین سمت میں تحقیق سے عاجز نظر آتے ہیں۔

قلندر بابا اولیاؒ کی ذات کا یہ حصہ متقاضی ہے کہ بحیثیت ایک تحریک ان کی نگارشات کو عام کیا جائے اور ان لوگوں تک پہنچایا جائے جو اس کی اہمیت پہچان کر اس جانب راغب ہوں۔

27 جنوری کو صبح کے پرنور لمحات میں خاموشی کو توڑتی جب یا حیی یا قیوم کی صدائیں بلند ہوتیں تو قرون اولیٰ کے مراکز کا خیال ذہن میں آتا۔ مراقبہ ہالز کا مربوط نظام درحقیقت نئے اسلوب کے ساتھ خانقاہی نظام کی تجدید ہے۔ اپنی خوش نصیبی کا احساس کہ ہم اس ہستی سے منسلک ہیں جس نے تصوف کی دعوت کی تجدید کی، احساس ندامت طاری کر دیتا کہ ہم نے اس بے پایاں دولتِ سرمدی کی صحیح قدر نہیں کی۔

ناشتہ کے بعد ساتھی اہتمام سے تیار ہوئے اور شاداں وفرحاں بسوں کی طرف روانہ ہوئے۔ مرکز کی انتظامیہ خاص ترتیب کے تحت زائرین کو مزار شریف لے جانے کا اہتمام کرتی ہے۔ بسیں زائرین کو مزار شریف لے کر جاتی ہیں اور حاضری کے بعد واپس لے کر آتی ہیں۔ زائرین بالخصوص بیرون شہر و ملک سے آنے والے ساتھی ٹرانسپورٹ کے انتظامات کے حوالہ سے بےفکر رہتے ہیں۔ ہم بھی مزار شریف روانگی کے انتظار میں کھڑے ہوگئے۔

اس دوران مزار شریف پر پیش کی جانے والی چادروں پر عطر پاشی ہوئی اور مرکزی مراقبہ ہال میں یہ چادریں محترم مرشد کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ مرکزی مراقبہ ہال کو خوب صورتی سے سجایا گیا تھا۔ مرشد کریم نے تمام کارروائی اپنی راہ نمائی میں مکمل کروائی۔ عطر پاشی کے بعد چادروں کو اہتمام کے ساتھ سفید مجلّا چادروں میں باندھ دیا گیا اور تمام مراقبہ ہالز

کے نگران صاحبان اپنے سروں پر چادروں کو رکھ کر بسوں کی طرف روانہ ہوئے۔

مرشد کریم اہل سلسلہ کے جلو میں درود و سلام کی صداؤں میں خود اس جگہ تشریف لے گئے جہاں سے زائرین مزار شریف کے لئے بسوں میں سوار ہو رہے تھے۔ انتہائی محبت سے زائرین کو خود رخصت کیا۔

مرکزی مراقبہ ہال سے مزار شریف کا سفر بیس پچیس منٹوں پر مشتمل مگر سالوں پر محیط تھا۔ شاگرد رشید نے ابدال حق کے وصال کے بعد ان کے فیضان کو جاری کرنے کے لئے اس جگہ کا انتخاب کیا جو اب مرکزی مراقبہ ہال کہلاتی ہے۔ ایک حوالہ سے مرکزی مراقبہ ہال سے مزار شریف کا سفر

؎ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

کے مصداق اس نقطۂ آغاز کی طرف واپسی ہے جہاں سے یہ سفر شروع ہوا تھا۔

صدر الصدور قلندر بابا اولیاؒ کا مزار — شادمان ٹاؤن میں گرد و پیش میں جاری دنیا کے ہنگام کے باوجود ایسا خطۂ زمین ہے جہاں وقت گویا رک جاتا ہے۔ پہلی نظر طبیعت میں انبساط اور فرحت کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے کہ عقیدت مند مبہوت ہو جاتا ہے۔ گھنے چھتنار کے درخت، پرندوں کی چہچہاہٹ اور پروقار سادگی ماورائی ماحول پیدا کر دیتی ہے — حواس لطیف سے لطیف تر ہو جاتے ہیں۔

نسبتوں کے معاملے بھی عجب ہیں۔ نسبت —

سنگ سیاہ کو حجر اسود بنا دیتی ہے،

خلیل اللہؑ کی جائے قدم، سجدہ گاہ بن جاتی ہے،

بی بی ہاجرہؓ کے اضطراب کو سنت بنا دیتی ہے۔

بے مایہ صندوق میں نسبت یافتہ تبرکات ڈال دیں تو تابوت سکینہ کہلاتا ہے اور لشکروں کو فتح ہوتی ہے،

حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں سے ماہِ کنعاں یوسفؑ کا کرتا لگے تو بینائی لوٹ آئے،

نور اول نبی آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حاصل ہو تو یثرب — مدینہ بن جائے۔

محبت ایسا جذبہ ہے کہ جسے سمجھنے کے لئے اس سے گزرنا ضروری ہے۔ جب تک آدمی محبت سے واقف نہ ہو، عقیدت اور گداز کو نہیں سمجھ سکتا۔ مزار شریف پر حاضری کے دوران چہار سو درود و سلام اور مناقب کا سلسلہ جاری تھا۔ تازہ گلاب کی لطیف خوش بو وجود کو معطر کر رہی تھی۔ اہلِ ذوق زائرین جذبات کا اظہار مختلف طریقوں سے کر رہے تھے۔ کوئی نیم وا جھلملاتی آنکھوں کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑا تھا، کسی کے چہرہ پہ مسکراہٹ تھی، کوئی دیوار سے لگا خاموشی سے یا حیی یا قیوم کے ورد میں محو تھا۔ الغرض، محبت و عقیدت کے منفرد اسالیب نمایاں تھے۔ اس دوران ملکوتی آواز میں منقبت کی صدا بلند ہوئی۔ (قسط: ۳)

روبینہ یونس

روشنی

راجا! جلدی اٹھنے سے گھر میں برکت ہوتی ہے۔ میں تجھے وہ نصیحت کرتی ہوں جس سے تیرے لئے آسانی ہو۔ بزرگ کہتے ہیں کہ کام میں برکت کے لئے ضروری ہے کہ مرد فجر کی نماز پڑھ کر سوئے نہیں بلکہ وقت پر کام شروع کرے اور وقت پر ختم کر دے۔

بڑی بیگم صاحبہ کی عمر ستر سال تھی، وہ لاؤنج میں تخت پر بیٹھی تھیں۔ زبیدہ فرش پر بیٹھی بیگم صاحبہ کی ٹوٹی ہوئی تسبیح میں دانے ڈال کر پھر سے جوڑ رہی تھی اور ساتھ ساتھ بیگم صاحبہ سے باتوں میں مصروف تھی جب کہ ارشاد صاحب قریب رکھی کرسی پر بیٹھے مطالعہ میں مشغول تھے۔ بیگم خورشید کی طرف تسبیح بڑھاتے ہوئے زبیدہ نے کہا، لو جی بیگم صاحبہ! جوڑ دی آپ کی تسبیح۔ میرا خیال ہے کپڑے سوکھ گئے ہوں گے۔ کپڑے استری کر کے رکھ دیتی ہوں۔

بیگم خورشید نے کہا، زبیدہ تو تھکتی نہیں ہے، سارا دن کام میں لگی رہتی ہے؟

زبیدہ نے پرسکون انداز میں جواب دیا: نہیں تو! میرے ابا کہتے تھے اگر بندہ نیک نیتی سے کام کرے تو کام عبادت بن جاتا ہے۔ عبادت بندہ کو سکون دیتی ہے، تھکاتی نہیں۔ نیت کا کھوٹ کام کو بوجھ بنا دیتا ہے اور بوجھ سے بندہ تھک جاتا ہے۔

زبیدہ گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھی — ہائے بیگم صاحبہ چار بج گئے، کپڑے استری کرتے کرتے مغرب ہو جائے گی۔

خستہ حال مکان کے صحن میں دیوار کے ساتھ رکھے چولھے پر زبیدہ چائے تیار کر رہی تھی۔ وہ اٹھائیس سال کی بیوہ، خوب صورت اور خوددار عورت تھی۔ لکڑیوں سے اٹھتا دھواں فضا سے گلے مل رہا تھا۔

دوسری طرف اس کا نکما دیور راجا صحن میں چارپائی پر بے سدھ سویا ہوا تھا۔ مکان راجا کے نام پر رجسٹرڈ تھا۔ زبیدہ نے اپنے آگے رکھا مرتبان کھول کر دیکھا اور راجا کی چارپائی کے قریب آئی۔

راجا — او راجا! اٹھ جا، دیکھ کتنا دن چڑھ آیا ہے اور چائے کی پتی ختم ہوگئی ہے۔ شاباش اٹھ اور جلدی سے چائے کی پتی لا دے، مجھے اور بھی کام کرنے ہیں۔

راجا آنکھیں ملتے ہوئے اٹھا، زبیدہ کیا مسئلہ ہے

تجھے، سونے بھی نہیں دیتی، اتنی صبح اٹھا دیتی ہے۔

ٹائم کتنا ہوا ہے۔ پورے 9 بجے ہیں اور تو کہتا ہے کہ اتنی صبح ہے۔ چائے بنا کر کام پر بھی جانا ہے۔ تو ان بیگمات کو نہیں جانتا، ذرا دیر ہو جائے تو شور کرتی ہیں۔ سو باتیں سننے کو ملتی ہیں۔

قصور ان کا نہیں زبیدہ وہ تو بیگمات ہیں۔ یہاں تو مجھے سو باتیں سنا دیتی ہے۔ میرے لئے تیرے پاس صبح سے شام تک نصیحتیں ہی نصیحتیں ہیں۔

راجا! جلدی اٹھنے سے گھر میں برکت ہوتی ہے۔ میں تجھے وہ نصیحت کرتی ہوں جس سے تیرے لئے آسانی ہو۔ بزرگ کہتے ہیں کہ کام میں برکت کے لئے ضروری ہے کہ مرد فجر کی نماز پڑھ کر سوئے نہیں بلکہ وقت پر کام شروع کرے اور وقت پر ختم کردے۔

راجا نے کہا، اور میں بھی تجھے وہی کہتا ہوں جو تیرے لئے آسانی پیدا کرے۔

تو میرے لئے کیا کچھ چھوڑ سکتا ہے راجا—— دوست، آرام اور اپنے کبوتر جن کے ساتھ تو سارا دن لگا رہتا ہے——؟ مشکل ہو جائے گی تیرے لئے۔

راجا نے مسکراتے ہوئے کہا، کبوتری ہاں کہہ دے تو سب چھوڑ سکتا ہوں۔ دوست، آرام اور کبوتروں کی پرواہ نہ کر، کبوتر تو میں ابھی اڑائے دیتا ہوں۔

زبیدہ نے موضوع بدلتے ہوئے کہا، نور اور صبا اسکول سے آجائیں تو کہہ دینا کھانا کھا کر پہلے تھوڑا آرام کریں، اس کے بعد اسکول کا کام کرکے کھیلیں۔ پہلے کھیل میں لگ جاتی ہیں اور اسکول کا کام رہ جاتا ہے۔ پچھلے ہفتہ ان کے اسکول گئی تو استانی صاحبہ مجھ سے ان کی شکایت کررہی تھیں۔

ارشاد صاحب کی والدہ خورشید بیگم باہر لان میں کرسی پر بیٹھی تھیں۔ زبیدہ بیرونی گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔

سلام بیگم صاحبہ۔ وعلیکم السلام، خیر ہے کیسے آئی ہو؟

وہ نکڑ والا بنگلہ ہے، نعیم صاحب کا وہاں گئی تھی۔ انہوں نے کپڑے دیئے ہیں۔ میرا دیور ہے نا راجا اس کے لئے لڑکی دیکھنے جانا ہے۔

اس دوران بیگم ارشاد لان میں آئیں۔ ارے زبیدہ! تم اس وقت؟ سلام چھوٹی بی بی، یہاں سے گزری تو سوچا سلام کرتی جاؤں۔

وعلیکم السلام—— اچھا کیا کہ تم آگئیں۔ کیا آج کہیں کپڑے دھونے نہیں جانا ہے؟ نہیں چھوٹی بی بی، جمعہ اور اتوار کو میں چھٹی کرتی ہوں۔ باقی ہفتہ گھروں میں کپڑے دھوتی ہوں۔

بیگم ارشاد نے کہا، اچھا ایسا کرو میری نئی ساڑھیاں آئی ہیں، ان پر استری کردو آج ایک پارٹی میں جانا ہے۔

بڑی بیگم صاحبہ خورشید بیگم بولیں، اور زبیدہ میرے دو سفید دوپٹوں کو نیل بھی دینا ہے۔ اور ہاں! ذرا دھیان سے، نئے دوپٹے ہیں زیادہ نیل مت لگانا۔

بیگم صاحبہ! میرے ابا کہتے تھے کہ اگر بندہ اپنا کام دھیان، توجہ اور ایمان داری سے کرے تو وہ اپنے کام

میں ولی ہوجاتا ہے۔آنکھیں بند کر کے جانچ لیتا ہے کہ کس کپڑے کو کتنا نیل دینا ہے اور کتنا کھنگالنا ہے۔کس پر استری ہلکی پھیرنی ہے اور کس پر تیز — آپ بے فکر رہیں، میں دھیان سے کام کروں گی۔

زبیدہ آئینہ میں خود کو دیکھ رہی تھی ۔ جیسے ہی آئینہ رکھنے لگی ، گر کر ٹوٹ گیا۔راجا صحن میں موبائل پر گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ دونوں بچیاں اپنی گڑیوں سے کھیل رہی تھیں۔آئینہ گرنے کی آواز پر راجا نے پلٹ کر دیکھا۔کیا ہوا زبیدہ؟

ہائے اللہ! آئینہ گر گیا۔

زبیدہ ! قصور تمہارا نہیں ہے، تم ہو ہی اتنی خوب صورت۔تمہارا عکس بندہ کی آنکھوں میں آجائے تو بندہ کرچی کرچی ہوجاتا ہے یہ تو پھر آئینہ ہے۔

فالتو بکواس نہ کیا کر۔ جا کے رکشہ لا دے، پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔زبیدہ نے بگڑتے ہوئے کہا۔

یہ تو بتا کہاں جا رہی ہے؟

تیرے لئے لڑکی دیکھنے اور کہاں؟

دیکھ لے! تو اپنے پیر پر خود کلہاڑی مار رہی ہے۔ دوسری عورت آئی تو تجھے برداشت نہیں کرے گی۔ میرے لئے لڑکی دیکھنے سے پہلے اپنا ٹھکانہ ڈھونڈ لے۔

میں اس کی اتنی خدمت کروں گی کہ وہ مجھے کہیں جانے نہیں دے گی۔

اگر خدمت سے ہی کچھ ملتا تو بنگلے والی بیگمات نے بنگلے تیرے نام کر دینے تھے۔

بندہ کچھ دے نہ دے، رب ضرور صلہ دیتا ہے۔ ویسے بھی بنگلے والی بیگمات کام کے عوض اجرت دیتی ہیں۔

اگر میری بات پر غور کر لے تو گھر گھر کپڑے دھونے کے بجائے، گھر بیٹھ کر کھائے۔رانی بنا کر رکھوں گا۔

تو کرتا کیا ہے جو مجھے رانی بنا کر رکھے گا؟

تو صبح کی گئی شام کو کام سے لوٹتی ہے۔ بچیاں اسکول سے واپسی پر گھر میں اکیلی ہوتی ہیں۔راکھی کرتا ہوں گھر کی۔تو گھر میں رہے گی تو میں کام پر جایا کروں گا۔

زبیدہ نے حیرانی سے دیور کو دیکھا۔

تیری قسم زبیدہ کر لے میری بات کا یقین۔لوگوں کی باتیں کیوں سنتی ہے ۔ زبیدہ خاموشی سے قریب رکھی چارپائی پر بیٹھ گئی۔

ارشاد صاحب لاؤنج میں کرسی پر بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے ۔ زبیدہ نے اندر داخل ہوتے ہی ارشاد صاحب سے کہا، صاحب خیریت ہے؟

جی ہاں بالکل خیریت ہے ۔اماں اور اسما آج بھائی جان کی طرف گئے ہیں، آؤ بیٹھو۔

زبیدہ نے پوچھا، کیا کپڑے اسٹور میں رکھے ہیں۔ جلدی سے مشین لگا لوں آج کل دھوپ تیز ہے۔کہیں کپڑوں کا رنگ خراب نہ ہوجائے اس لئے آج ذرا جلدی آگئی۔آپ آفس نہیں گئے صاحب؟

ارشاد صاحب نے کتاب پڑھتے ہوئے کہا،نہیں آج

طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے گھر پر رک گیا۔ آفس گیا نہ بڑے بھائی کے ہاں۔ ایسا کرو، دو کپ چائے بنادو۔

زبیدہ نے پوچھا، کیوں کوئی آیا ہے صاحب؟

کریماں چھٹی پر ہے۔ اس لئے تمہیں چائے بنانے کے لئے کہا، باقی تمہاری مرضی۔

نہیں صاحب ایسی کیا بات ہے۔ ابھی بنا کر لاتی ہوں۔ چائے لے کر آئی تو ارشاد صاحب نے ایک کپ اٹھایا۔ زبیدہ نے پوچھا، اور دوسرا کپ؟

دوسرا تم پی لو۔ حیران ہوتے ہوئے کہا، صاحب میں؟ ہاں تم — کیوں تم انسان نہیں ہو، تمہاری بھی عزت ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا ہے کہ میں چائے پیوں اور تم کام، کام اور کام میں لگی رہو۔

صاحب عزت لباس کی طرح ہوتی ہے۔ لباس آدمی کے قد سے چھوٹا ہو تو کسی کام کا نہیں اور بڑا ہو تب بھی کام کا نہیں۔ اتنی عزت جتنی ہماری اوقات نہیں۔ کپ کچن میں رکھ دیتی ہوں، بعد میں پی لیجئے گا۔

ارشاد صاحب نے کہا، ارے تم غلط سمجھیں۔ میرا ایسا کوئی مقصد نہیں۔ بیٹھ جاؤ اور چائے پی لو۔ دوسرا کپ تمہارے لئے تھا۔ زبیدہ نے کپ اٹھا لیا۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد ارشاد صاحب نے کہا، تم کتنی محنت کرتی ہو اور ایک وہ تمہارا نکھٹو آوارہ دیور ہے جسے کوئی احساس نہیں۔

صاحب وہ کمائے یا نہ کمائے، کیا فرق پڑتا ہے، میں اپنا اور بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے محنت کرتی ہوں۔ محنت کی کمائی بہت سکون دیتی ہے۔

ٹھیک کہا زبیدہ — اچھا ایسا کرو تم اپنا کام کرلو، میں اپنے کمرے میں آرام کرتا ہوں۔

زبیدہ لاؤنج میں فرش پر بیٹھی کپڑے استری کرنے میں مصروف تھی۔ ارشاد صاحب کمرے سے باہر آئے اور کپڑے استری کرتی ہوئی زبیدہ سے کہا، تم اب تک کام کر رہی ہو؟ بس صاحب آخری جوڑا رہ گیا ہے۔ صاحب آپ کے کپڑے الماری میں ٹانگ دوں۔

ہاں، الماری میں ہینگ کردو۔

کپڑے ٹانگنے کے بعد کہا، اب جاؤں صاحب؟

اگر جاتے جاتے پھر چائے مل جائے تو —

جی میں بنالاتی ہوں۔ کیا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا، ارے نہیں، پہلے سے بہتر ہے۔ بس طبیعت میں اداسی ہے۔

زبیدہ نے تعجب سے کہا، اداسی —؟

پہلے چائے بنالاؤ پھر بتاتا ہوں اداسی کی وجہ۔

زبیدہ چائے بنا کر لائی اور ٹرے قریبی ٹیبل پر رکھی۔

بس صاحب اب میں جاتی ہوں۔

بیٹھو زبیدہ تم نے اداسی کا پوچھا تھا تو سوچا کہ وجہ بتادوں۔ تم جانتی ہو تمہاری بیگم صاحبہ سوشل ورکر ہیں، ان کی اپنی مصروفیات ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسا کوئی ہو جس کے کاندھے پر سر رکھ کر اپنا دکھ سناؤں۔ وہ میری بات سنے، مجھے سمجھے۔ میں پیسے دوں گا کیوں کہ ہر

غریب کی خواہشات اور ضروریات ہوتی ہیں۔ اس مہنگائی میں انہیں پورا کرنا مشکل ہے۔ میرا خیال ہے تم سمجھ رہی ہو۔سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

زبیدہ نے سمجھی نا سمجھی میں کہا، صاحب غریب کے کاندھے تو اپنے دکھ کے بوجھ سے ٹوٹ جاتے ہیں اور قیمتوں سے خریدے گئے کاندھوں کو کسی کے دکھ سے نہیں، قیمت سے غرض ہوتی ہے۔

ارشاد صاحب نے کہا، زبیدہ تمہاری اور تمہارے بچوں کی بھی کچھ خواہشات ہوں گی۔

جاتے ہوئے بولی — صاحب! جائز خواہشات نفس پر ایسی ہیں جیسے لباس پر ستارے اور موتی جن سے لباس کی زینت بڑھ جاتی ہے۔لیکن ناجائز خواہشات نفس کو گرا دیتی ہیں، جانور بنا دیتی ہیں۔صاحب! ہم ذات کے دھوبی ہیں— ہمارا پیشہ مقدس ہے— ہمارا کام لباس کو اجلا کرنا ہے اور اس کی شکنیں درست کرنا ہے! یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل آئی۔

گھبرائی ہوئی گھر میں داخل ہوئی۔کبوتروں کے دڑبے کے پاس بیٹھے راجا نے مڑکر زبیدہ کی طرف دیکھا۔کیا بات ہے، تو پریشان لگ رہی ہے، خیر تو ہے؟

زبیدہ خاموش رہی اور رونا شروع کر دیا۔

بتا تو سہی کیا ہوا ہے؟

کچھ نہیں راجا— تو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے نا۔ جا، جا کے مولوی اور دو گواہ لے آ، میں راضی ہوں۔

اچھا تو یہ بات ہے— پاگل اگر تو نے درست فیصلہ کر لیا ہے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔

شادی کو چند ماہ گزرے تھے۔اس نے کام چھوڑ دیا تھا۔ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔کبھی دروازہ سے باہر جھانکتی اور واپس صحن کے چکر لگانے لگتی۔دونوں بچیاں کھیل رہی تھیں۔اتنے میں راجا اندر داخل ہوا۔ زبیدہ نے پریشانی سے اس کے خالی ہاتھوں کو دیکھا۔

کچھ پکانے کے لئے نہیں لایا، گھر میں راشن ختم ہو گیا ہے، بچے صبح سے بھوکے ہیں؟

صبح کا نکلا شام کو تھکا ہارا پہنچا ہوں اور تو بجائے مجھ سے کھانے کا پوچھے— کچھ لانے کا پوچھ رہی ہے۔

کھانے کا کیسے پوچھوں جب کچھ ہے نہیں۔کمانے تو گیا تو تجھ سے ہی پوچھوں گی۔

صبح سے در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہوں، کام نہیں ملا تو کیا کروں، چوری کروں ڈاکے ڈالوں؟

کام نہیں ملا یا تو کام کرنا نہیں چاہتا؟

زیادہ بکواس کی تو تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔

راجا یہ بتا کہ شادی کے بعد تو نے چھوڑا کیا ہے کبوتر، آوارہ دوست، آرام — ؟ سوائے اس جھوٹی محبت کے جسے تو دانہ کی طرح میرے آگے ڈالتا ہے جیسے شکاری شکار کے لئے ڈالتے ہیں۔

راجا نے آگے بڑھ کر زبیدہ کو زوردار تھپڑ مارا۔

راجا صحن میں سو رہا تھا۔زبیدہ بچوں کو ساتھ چمٹائے

بیٹھی تھی۔ کھڑی ہوکر دروازہ کی طرف گئی۔ بچے نقاہت سے ماں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پلٹ کر چارپائی کے قریب آئی۔ راجا صبح کے دس بج گئے ہیں، اٹھ! آج جاکے دیکھ شاید کام مل جائے۔

یہ بتا تجھے تکلیف کیا ہے۔ صبح اٹھتے ہی راشن لے آ، کام پر چلا جا اور کوئی دوسری بات نہیں ہے تیرے پاس؟ بچے کل سے بھوکے ہیں۔ دکان دار نے ادھار بند کر دیا ہے اور کام کے بغیر کوئی چارا نہیں۔

بتایا ہے نا کام اتنی آسانی سے نہیں ملتا۔

تو بھی دھوبی کی دکان کھول لے۔ تیرے باپ اور بھائی نے بھی یہی کیا۔ میں تیرا ساتھ دوں گی۔

دکان کھولنے کے لئے ایڈوانس دینا پڑتا ہے۔ ہیں تیرے پاس اتنے پیسے؟ جب دیکھو مفت کے مشورے اور نصیحتیں۔ اور کوئی کام نہیں ہے تجھے۔ جب تک مجھے کام نہیں ملتا، خود کام پر کیوں نہیں چلی جاتی؟

میں ان بنگلوں پر کام نہیں کروں گی، تیرا ہاتھ بٹادیا کروں گی۔ تو کپڑے گھر لا کر دھویا کر۔

بھئی واہ — آرام ہاتھ آگیا، اب کیوں جائے گی تو بنگلوں پر کام کرنے۔

زبیدہ اور بچے صحن میں خاموش بیٹھے دروازہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں راجا شاپنگ بیگ میں کھانے کا سامان لے کر اندر داخل ہوا۔

یہ لے اور بچوں کو دے۔ کھانا کھا کر کہیں سے پیسوں کا انتظام کر لینا۔ صبح لازمی دینے ہیں۔ کہیں سے ادھار پکڑ کر کھانا لایا ہوں۔ سو قسمیں کھائیں تب جا کر ادھار ملا۔ یہ کہتے ہوئے چارپائی پر لیٹ گیا۔

گھر میں بیٹھ کر کہاں سے لاؤں میں پیسے؟

مجھے کیا پتا کہاں سے لاؤں پیسے — جا، جا کے اپنی ان بیگم صاحبہ سے لے جن کی خدمتیں کیا کرتی تھی وہ بھی صبح سے شام تک۔

میں کسی بیگم صاحبہ سے کچھ نہیں مانگوں گی۔

رہنے دے، سب پتا ہے مجھے۔ جو تیرے کرتوت تھے، پہلے تجھے فیضی صاحب نے کام سے نکالا پھر تو نے ارشاد صاحب کا بنگلا چھوڑا۔

میرے کردار کے بارے میں ایک لفظ مت کہنا۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، سب جھوٹ بولتے ہیں۔

مجھ سے ایسے ہی شادی نہیں کی۔ اپنے کرتوت چھپانے کو نکاح کیا ہے ورنہ تیرے مزاج آسمانوں پر تھے۔

بس! ایک لفظ اور مت کہنا۔ روتے ہوئے اٹھ گئی۔

اندر داخل ہوکر چاروں طرف دیکھا۔ لاؤنج میں تخت پر بڑی بیگم صاحبہ بیٹھی تھیں۔ مسز ارشاد جلدی میں تھیں، کہیں جانے کی تیاری تھی۔ زبیدہ پر نظر پڑی تو کہا،

آؤ زبیدہ، اتنے دنوں بعد کیسے آنا ہوا۔ سنا تھا تم نے اپنے دیور سے شادی کر لی۔ کیا ضرورت تھی شادی کی۔ اپنے بچوں کا پیٹ محنت کر کے پال رہی تھیں۔ ٹھیک تو ہو، کیسی حالت بنالی ہے اپنی؟

بیگم صاحبہ مجھے آپ سے کام تھا۔

ایسا کیا کام آن پڑا۔ایسا کرنا صبح آجانا کیوں کہ میں پہلے ہی بہت لیٹ ہوچکی ہوں۔ایک سیمینار میں شرکت کرنی ہے۔ اتنے میں موبائل فون کی گھنٹی بجی۔مسز ارشاد نے فون اٹینڈ کرتے ہوئے کہا، ہاں ہاں! معلوم ہے کہ مجھے کس موضوع پر تقریر کرنی ہے،

''گھروں میں کام کرنے والی عورتیں اوران کے حقوق''

مسز ریاض بھی کہہ رہی تھیں کہ یکم مئی کے حوالہ سے موضوع مناسب ہے۔ زبیدہ خاموشی سے بڑی بیگم صاحبہ کے تخت کے پاس بیٹھ گئی۔

بڑی بیگم صاحبہ نے پوچھا، چپ کیوں ہو۔کیا طبیعت ٹھیک نہیں؟ زبیدہ نے کہا، بیگم صاحبہ کچھ پیسے مل جائیں تو میں لوٹادوں گی۔آپ کہیں تو میں پھر سے کپڑے دھونے آجایا کروں؟

اچھا میں کمرے میں جارہی ہوں تو فکر نہ کر، میں ارشاد سے کہتی ہوں مل جائیں گے تجھے پیسے۔ارشاد! ارشاد! جی اماں؟ زبیدہ کو کچھ پیسے چاہئیں۔کبھی اس نے نہیں مانگے۔لگتا ہے کہ سخت ضرورت ہے۔

ارشاد صاحب نے اجنبی نظروں سے زبیدہ کو دیکھا اور پوچھا، آؤ زبیدہ کتنے پیسے چاہئیں۔وہ خاموشی سے ارشاد صاحب کے کمرے کے باہر کھڑی ہوگئی۔

بہت دنوں بعد میری بات پر غور کیا۔ پہلے غور کرلیتیں تو کیا تھا۔چلو خیر، کتنے پیسے چاہئیں تمہیں؟

ارشاد صاحب بہت غلط سمجھے آپ۔ میں آپ سے حلال اجرت لینے آئی تھی کہ کل سے دوبارہ کام پر آیا کروں گی۔آپ کو اندازہ ہے کہ آپ مردوں نے میری پرسکون زندگی میں کتنے پتھر رکھ دیئے ہیں۔آپ عورت کو اتنا گرا ہوا کیوں سمجھتے ہیں —— اندھیروں سے کیوں نہیں نکلتے۔ہمارے معاشرہ کا مرد اب تک خود کو جہالت کے دور میں رکھے ہوئے ہے۔وہ کیوں نہیں جاننا چاہتا کہ جو ہستی خود رحمت للعالمینؐ ہیں انہوں نے عورت کو رحمت کہا، ہر رشتہ میں احترام اور محبت کا حق دار بنایا۔ ملکیت میں حق دار بنایا۔ماں کے روپ میں مرد سے برتر کردیا۔ارشاد صاحب! ہمارے معاشرہ کے مرد کو روشنی کی ضرورت ہے کیوں کہ وہ روشنی ہی میں مجھے اور میرے مقام کو پہچان سکتا ہے اور میں واقف ہوں کہ میرا مقام کیا ہے۔یہ کہہ کر زبیدہ پلٹ گئی۔

لونگ پھل ہے، بیج یا کلی——؟ لونگ کا درخت سدابہار ہے جس کی اوسط اونچائی پانچ سے 10 میٹر ہے۔زیادہ تر انڈونیشیا کے——ملوکو (Maluku) جزائر میں کاشت کیا جاتا ہے۔یہ پھل ہے نہ بیج بلکہ کلی ہے۔گچھوں کی شکل میں لگتے ہیں اور رنگ گلابی ہوتا ہے۔لونگ بنانے کے لئے احتیاط کے ساتھ خوب صورت کلیاں جن کی لمبائی دو سینٹی میٹر تک ہوتی ہے، درخت سے توڑ کر دھوپ میں سکھائی جاتی ہیں۔سوکھنے پر رنگ گہرا بھورا ہوجاتا ہے۔لونگ کا استعمال مسالوں، خوش بوؤں اور ادویات میں کیا جاتا ہے۔

سرورق کی تشریح

بقول شاعر ؎ صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

زندگی حرکت ہے۔حرکت بیداری میں گوشت پوست کے جسم کے ساتھ ہوتی ہے اور عالم خواب میں گوشت پوست کے جسم کے بغیر جاری رہتی ہے۔دونوں حالتوں میں حرکت مشترک ہے۔مادی جسم خول ہے، خول میں توانائی حرکت ہے۔حرکت سے فاصلہ پیدا ہوتا ہے۔لمحہ گزرتا ہے اور اگلہ لمحہ ظاہر ہوتا ہے۔فنا وہ پل ہے جو ظاہر کو غیب سے ملاتا ہے

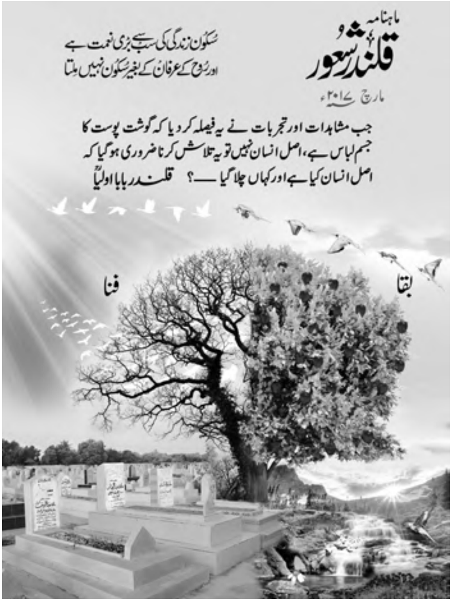

اور فنا کا دوسرا رخ بقا ہے۔نیند میں حرکت روشنیوں کے جسم کے ذریعے خود کو ظاہر کرتی ہے۔نیند کے دوران پلکیں ساکت ہوتی ہیں، آنکھ پلک نہیں جھپکتی اس لئے افعال مرحلہ وار تقسیم نہیں ہوتے۔ بیداری میں کئے جانے والے افعال شعور کی حدود میں آجاتے ہیں جب کہ خواب کی بیش تر زندگی بھول کے خانہ میں چلی جاتی ہے۔

خواب کی اہمیت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔دہشت ناک خواب دیکھ کر جاگنے کے بعد خوف لاحق ہو جاتا ہے۔قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ کے واقعات سے خوابوں کی تصدیق ہوتی ہے۔زندگی سانس کی آمد و رفت ہے اور موت سے حرکت مادی جسم سے تعلق منقطع کر لیتی ہے۔بیداری ہو یا خواب — دونوں میں حرکت ہی اصل انسان ہے اور یہ اصل انسان روح ہے۔اللہ نے کن فرمایا تو ازل سے ابد تک ہونے والے تمام واقعات اور ادوار کا عکس لوح محفوظ پر منتقل ہو گیا۔واضح رہے کہ عکس منتقل ہوتا ہے — اصل منتقل نہیں ہوتی۔ہر ابتدا — انتہا تک پہنچ کر تکمیل چاہتی ہے۔ارواح نے خالق کی وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار کیا اور بحیثیت مخلوق خود سے متعارف ہوئی۔

زمین پر آ کر ہم اپنا اصل تشخص بھول گئے ہیں۔ ہر حرکت فنا ہو کر ریکارڈ ہو جاتی ہے۔ فنا کے بعد بقا کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بقا کے بعد فنا لازمی ہے۔ فنا دراصل بقا ہے۔ اللہ تعالیٰ زندگی سے موت اور موت سے زندگی نکالتا ہے۔ انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کے واقعات میں سبق ہے کہ فکر انسانی میں ایسی روشنی موجود ہے جو کسی ظاہر کے غیب کا کھوج لگا سکے۔ پاک باطن برگزیدہ ہستیوں نے اپنی حقیقت سے واقف ہو کر خالق کائنات کا تعارف حاصل کیا۔

خاتم النبیین حضرت محمدؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''مر جاؤ مرنے سے پہلے''

عظیمی صاحب اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ظاہر زندگی میں اس باطن زندگی کو تلاش کرو جو زندگی کی اصل ہے اور جس زندگی میں اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ فنا در فنا، فنا در فنا کے مراحل سے گزر کر انسان ایک ایسے نقطہ پر پہنچ رہا ہے جس نقطہ کو فنا نہیں ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جو ذات مطلق ہے۔ (نگہت حیات۔ پشاور)

مادی زندگی ایک دن فنا ہو جانے والی ہے اور بقا صرف اخروی زندگی کو حاصل ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی کی حقیقت کو اگر ہم نے مادی زندگی میں سمجھ لیا تو یہ اصل کامیابی ہے۔ (احمد نواز۔ اٹک)

مارچ 2017ء کے سرورق پر غور کیا تو قرآن کریم کی یہ آیت ذہن میں آئی کہ ہر شے دو رخوں پر تخلیق ہے۔ ایک رخ بقا تو دوسرا فنا ہے یعنی ایک چیز ظاہر ہو رہی ہے تو دوسری چیز غائب ہو رہی ہے۔ اسی طرح جو شے غائب ہو رہی ہے وہ کہیں پر ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ جسے اس عالم میں بقا مل رہی ہے وہ کہیں سے فنا ہو کر یہاں ظاہر ہوا ہے۔ ظاہر اور غیب کا یہ سلسلہ ازل سے ابد تک جاری ہے۔ غور و فکر سے دوسری آیت ذہن میں آئی کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے آ رہی ہے اور اللہ کی طرف واپس لوٹ رہی ہے۔ درمیانی لمحہ جس کو ہم زندگی کہتے ہیں اس میں ہمیں فنا اور بقا کی حقیقت سے واقف ہونا ہے۔ (مبارک النسا۔ کراچی)

زندگی دو طرزوں میں گزرتی ہے۔ ایک طرز میں حواس رنگوں کی دنیا سے لطف اندوز ہوتے ہیں یا رنگوں سے متاثر ہو کر ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ چوں کہ رنگوں میں محدودیت ہے اس لئے حواس محدود ہو جاتے ہیں۔ دوسرے حواس وہ ہیں جو لامحدود دنیا کا تعارف دیتے ہیں اور لامحدودیت میں تغیر نہیں ہے۔ محدود زندگی کا تجربہ یہ ہے کہ وقت مختلف وقفوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ تقسیم سے تغیر کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ مثلاً لمحہ ایک ہے لیکن جب گھڑی کی سوئی آگے بڑھتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ دوسرا لمحہ۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلا لمحہ بھی دوسرا لمحہ ہے۔ وہ بار بار خود کو دہرا رہا

ہے۔لمحہ پہلا ہو یا دوسرا، دونوں حرکت ہیں۔یعنی حرکت ایک ہے۔حرکت کیا ہے، اس سے واقف ہونا ضروری ہے۔سانس کے آنے جانے میں بقا اور فنا کا راز ہے۔سانس جب جسم کے اندر جاتا ہے تو یہ فنا کا مرحلہ ہے جس میں انسان اپنی اصل کے قریب ہوتا ہے۔سانس باہر آتا ہے تو انسان اپنی اصل سے دور رنگ کی دنیا میں داخل ہوجاتا ہے۔غور وفکر والا ذہن، حرکت کے پس پردہ میکانزم کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو خالق اور مخلوق کے رشتہ سے واقف ہوجاتا ہے۔ (ڈاکٹر زبیر احمد۔کراچی)

مارچ 2017ء کا سرورق ذہن کو اس جانب راغب کرتا ہے کہ بندہ جب تک اپنی اصل یعنی روح سے واقف نہیں ہوگا وہ انسانیت کے دائرہ یعنی اشرف المخلوقات کی فہرست میں نہیں آئے گا۔سرورق کی تحریر اور تصویر پر غور کیا تو ذہن میں آیا کہ جب تک بندہ فنا کے زون سے نکل کر بقا کے دائرہ میں داخل نہیں ہوتا، زندگی کی تکمیل نہیں ہوتی۔ فنا سے بقا کا سفر حدیث شریف کی رو سے ''مرجاؤ، مرنے سے پہلے'' ہے۔یعنی مرنے سے پہلے، مرنے کے بعد کی زندگی سے واقف ہوجاؤ اور عالم رنگ و بو میں مرتبہ احسان حاصل کرلو۔مرتبہ احسان یہ ہے کہ بندہ یہ تصور کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے یا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ (عدنان نذیر۔اٹک)

رنگوں کا امتزاج — کائنات ہے۔ ہر شے کی پہچان رنگوں سے ہے۔رنگ تحلیل ہوکر یہاں بے رنگ اور دوسرے عالم میں رنگ بن جاتے ہیں۔رنگ کیا ہے —؟ مقداریں ہیں۔یہ بھی سوال ہے کہ رنگ آئے کہاں سے؟

''اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پھیلائی ہیں ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (النحل: ۱۳)

تجلی، نور بنتی ہے۔نور کا مظاہرہ روشنی ہے اور روشنی — رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

تجلی = ورائے بے رنگ نور = بے رنگ یک رنگ = کائنات کل رنگ = افراد کائنات

اللہ نور السمٰوٰت والارض — نور کا رنگوں میں تبدیل ہونا، اشیا کا مظاہرہ ہے۔ ہر چیز غیب سے آتی ہے، مظاہرہ کرتی ہے اور غیب ہوجاتی ہے۔ شے غیب میں ہوتی ہے تو بے رنگ ہوتی ہے اور ظاہر ہوتی ہے تو رنگوں کا مظاہرہ ہوتا ہے۔روح معین وقت کے بعد جسم سے رشتہ منقطع کرلیتی ہے۔اس دنیا کا لباس اتار کر دوسرے زون میں منتقل ہوجاتی ہے۔ جسے ہم زندگی اور بقا کا نام دیتے ہیں وہ دراصل فنا ہونے والی ہے اور جسے فنا کہتے ہیں، وہی درحقیقت بقا ہے۔ (آمنہ بیگم۔کراچی)

شاندار نتائج، اسکالرشپ

کم فیسوں میں اعلیٰ معیار تعلیم

روزانہ ٹیسٹ کا نظام

کامرس گروپ میں بورڈ میں پوزیشن

F.A / B.A / B.Ed / M.A / M.Sc / M.Phil
I.Com / B.Com / M.Com / L.L.B / Ph.D

کوٹلی بہرام، گوہدپور روڈ، سیالکوٹ

052-4000100 / 0345-7120100

facebook : edutech sialkot, Email : edutechskt@gmail.com

5 DAYS SATISFACTION GUARANTEED

یقیناً گورا کرے!

وائٹ فلیم

بیوٹی کریم اینڈ فیس واش

- صرف چند دنوں میں رنگت کو دلکش، خوبصورت اور گورا بنائے۔
- کیل مہاسوں، چھائیوں اور داغ دھبوں کا خاتمہ کر کے جلد کو نئی تروتازگی بخشتی ہے۔
- آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کا خاتمہ کر کے جلد کو قدرتی تازگی فراہم کرتی ہے۔
- جلد کی جھریوں کو ختم کر کے جواں اور خوبصورت بناتی ہے۔

Stockist
Azeemi Medical Store
Densohal Karachi 021-32439104

A Product of
White Flame Cosmetics
Marketed by
NIMSA TRADERS
0344-3311313, 0335-3311313

سید اسد علی

ترک کا پروگرام

مصر کے مذہبی عالم لاشعوری واردات و کیفیات کے مشاہدہ کے لئے ترک غذا کرتے تھے۔ مصر کے ایک اہرام میں مصری زبان میں لکھا ہے کہ اگر فرد جا بجا کھاتا ہے تو اس کی ایک چوتھائی زندگی غذا پر اور بقیہ زندگی معالج کے مشورہ پر گزرتی ہے۔

امی نے عادل کو سحری کے لئے اٹھایا۔ وہ پانچویں کلاس میں زیرِ تعلیم تھا۔ گھر میں سب کی دیکھا دیکھی اس کی کوشش ہوتی کہ رمضان کے سارے روزے رکھے۔ عادل اپنی بلی "مانو" سے بہت مانوس تھا۔ سحری میں کھجلا پھینی کھاتے ہوئے مانو کی پلیٹ میں بھی ڈالا لیکن مانو نے نہیں کھایا۔ عادل نے کھلانے کی کوشش کی تو مانو دور جا کر بیٹھ گئی اور کھانا نظر انداز کر دیا۔

عادل نے امی کو آواز دی، امی! مانو سحری نہیں کر رہی، کیا مجھے جگانے سے پہلے آپ نے اسے کچھ کھلایا ہے—؟ امی نے کہا، یہ تمہارے ساتھ ہی جاگی ہے۔ زبردستی مت کرو، تھوڑی دیر میں کھا لے گی۔ یہ کہہ کر امی مصروف ہو گئیں۔

اسکول سے آنے کے بعد عادل نے مانو کو اٹھایا اور معمول کی طرح کھانا پانی رکھا لیکن مانو نے کچھ نہیں کھایا یہاں تک کہ پانی بھی نہیں پیا۔ عادل کی بے چینی دیکھنے والی تھی۔ کبھی دادی کے پاس جاتا تو کبھی امی سے پوچھتا کہ مانو کو کیا ہو گیا ہے۔ اچانک ذہن میں بات آئی اور وہ ایک بار پھر دادی اماں کے کمرے میں گیا۔

دادی اماں! مانو نے بغیر سحری کا روزہ رکھ لیا ہے۔

دادی، پوتے کی بے چینی دیکھ کر مسکرا دیں۔ عصر کے وقت مانو نے تھوڑا سا پانی پیا۔ افطار پر عادل نے فخریہ اعلان کیا کہ مانو بلی بہت بہادر ہے۔ آج اس نے دس گھنٹے کا روزہ رکھا ہے۔ عادل کی بات پر سب ہنس دیئے۔ دادی اماں نے کہا، بیٹا! اللہ نے ان کی طبیعت اس طرح بنائی ہے کہ ہاضمہ خراب ہو جائے یا بیماری ہو تو کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں یا ایسی چیزیں کھاتی ہیں جو بیماری میں فائدہ مند ہوں۔ صحت بحال ہونے کے بعد دوبارہ کھاتی پیتی ہیں۔

عادل نے حیرت کا اظہار کیا — اس کا مطلب ہے روزہ سے بیماری دور ہوتی ہے۔

دادی اماں نے عادل کو قریب کیا — تم تو بہت ذہین بچے ہو ماشاءاللہ۔ اتنی بڑی بات آسانی سے سمجھ گئے۔

اللہ میاں محبت کرنے والی ہستی ہیں۔ان کے ہر حکم میں بے شمار فوائد ہیں۔

قارئین! رمضان کا مہینہ اللہ رحیم و کریم کی بہت بڑی نعمت ہے ۔ روزہ ترک کا پروگرام ہے ۔ نظام فطرت میں غور وفکر سے آگاہی ملتی ہے کہ آدمی کے علاوہ دیگر مخلوقات میں بھی ترک کا پروگرام موجود ہے۔ حیوانات موسم سرما اور بعض موسم گرما میں طویل نیند سوتے ہیں جسے ہائبرنیشن کہتے ہیں ۔اس دوران وہ کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں۔ دل کی دھڑکن، سانس کی رفتار اور خون کی گردش سست ہوجاتی ہے۔سخت سرد علاقوں میں رہنے والی گلہریاں جہاں سال کے اکثر مہینے برف کی سفید چادر میں گزرتے ہیں، آٹھ ماہ تک طویل نیند سوتی ہیں۔ان کے علاوہ گھونگے ، سالمون مچھلی ، ریچھ، کچھوے، ریشم کا کیڑا، بھونرے وغیرہ بھی ترک کے پروگرام پر عمل کرتے ہیں جو توانائی اور ایک حد تک عمر میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ ایسے حیوانات انتہائی سخت موسم اور غذائی قلت کے مہینوں میں قلیل غذا کھا کر صحت منداور تن درست رہتے ہیں۔

روزوں پر تحقیق میں سال بہ سال اضافہ ہورہا ہے۔ 1980ء میں 934 تحقیقی مقالے شائع ہوئے اور 2015ء میں مقالوں کی تعداد 5,500 تک جاپہنچی۔ روزہ سے اخلاقی بہتری، جسمانی صحت اور روحانی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ترک کا پروگرام ہر دور میں صحت کے لئے بہترین عمل اور صدیوں سے آزمودہ طریقہ علاج رہا ہے۔ ہر مذہب و ثقافت نے ترک کے پروگرام پر مخصوص طریقہ سے عمل کیا ہے۔کسی نے روزہ کی حکمت پر مکمل تو کسی نے جزوی طور پر عمل کیا۔ڈاکٹر، حکیم، پادری، راہب، مذہبی دانش ور، محققین حتیٰ کہ فلسفی بھی روزہ کے پابند رہے ہے۔اس سلسلہ میں قدیم حکما کے نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

معروف یونانی فلسفی اور حساب دان فیثا غورث (580-500 ق م) یونان میں فلاسفی کے اسکول کا بانی تھا۔ ہر سال چالیس دن غذا سے دور رہتا تھا۔ٹھوس غذا کم سے کم لیتا—پانی زیادہ پیتا تھا۔اس کے مطابق اس عمل سے ذہنی قابلیت اور دانش مندی میں اضافہ ہوتا ہے ۔ چالیس دن تخلیہ میں گزارنے کے دوران شاگردوں اور عقیدت مندوں سے بھی دور رہتا۔طالب علموں کے لئے ہدایت تھی کہ اگر وہ اعلیٰ تعلیم کے خواہش مند ہیں تو ترک کا پروگرام اختیار کرنا بنیادی شرط ہے اس کے بغیر وہ کلاس میں نہ آئیں۔

افلاطون (427-347 ق م) سقراط کا شاگرد تھا اس نے ادویات کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ نیک جڑی بوٹیاں، دوسری شریر جڑی بوٹیاں۔ نیک جڑی بوٹیوں کو غذا کے ترک، ہوا یا دھوپ کے ساتھ استعمال کرواتا تھا۔

مشہور یونانی حکیم بقراط (460-370 ق م) غذا کے استعمال میں اعتدال کا قائل تھا۔ ترک غذا سے

بیماریوں کا علاج کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہر فرد کے اندر معالج ہے، آپ کا کام اتنا ہے کہ معالج کی مدد کیجئے کہ وہ اپنا کام کر سکے۔ جسم بیمار ہے تو زیادہ غذا کھانا جسم کو تکلیف پہنچانا ہے۔ جب مریض اضافی غذا کھاتا ہے تو دراصل وہ بیماریوں کی نشو ونما کرتا ہے۔

یاد رکھئے اعتدال سے ہٹنا خلاف فطرت ہے۔

پلو ٹارک (45-120ء) بھی غذا کے ترک کے ذریعہ علاج کا قائل تھا۔ اس کا کہنا تھا ''ادویات لینے سے بہتر ہے کہ ایک دن کا روزہ رکھ لیا جائے۔''

یونانی حکما کے مطابق روزوں سے مرگی کے مرض کی شدت کم ہوتی ہے۔ یونانیوں نے اصول حکمت، قدیم مصریوں سے سیکھے۔ یونانی مورخ ہیروڈوٹس کی تحریروں میں اس دور کا احوال اس طرح سے ہے:

''مصری اس دور کے صحت مند افراد ہیں۔ ہر ماہ تین دن غذا سے دور رہتے ہیں اور قلیل غذا استعمال کرتے ہیں۔ مصریوں کے مطابق تمام بیماریاں غذا سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ فرد کو صحت مند یا بیمار کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہر ماہ کے تین دن وہ پیٹ کی صفائی کے لئے جبری الٹیاں کرتے ہیں اور پانی استعمال کرتے ہیں۔''

قدیم مصری روحانی بیداری کو زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک باطنی زندگی کا تعارف سب سے اہم ہے۔ مصر کے مذہبی عالم لاشعوری واردات و کیفیات کے مشاہدہ کے لئے ترک غذا کرتے تھے۔ مصر کے ایک اہرام میں مصری زبان میں لکھا ہے کہ اگر فرد جا بجا کھاتا ہے تو اس کی ایک چوتھائی زندگی غذا پر اور بقیہ زندگی معالج کے مشورہ پر گزرتی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمان حکما نے بھی روزہ کے ذریعے علاج کو اپنایا۔ ابن سینا، بیماریوں کے علاج میں روزہ کا سہارا لیتا تھا۔ بیماریوں کے دوران بعض غذاؤں کو مکمل ترک کرنے کی ہدایت کرتا۔ امام غزالیؒ نے بھی روزہ کے فوائد اور اس کے ذریعے خیالات کو پاکیزہ بنانے کے متعلق وضاحت کی ہے۔

بے شمار تحقیقی ادارے علاج معالجہ میں روزہ کے طریقہ کار کو استعمال کر رہے ہیں۔ ٹرو نارتھ ہیلتھ سینٹر سانتا روزا کیلیفورنیا بھی ان اداروں میں سے ایک ہے۔ یہاں علاج کے لئے مختلف طرح کے ترک کروائے جاتے ہیں۔ ان کے مطابق آج کے دور میں ایسی ٹیبلٹ بنالی جائے جو ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس، کم زور مدافعتی نظام، جوڑوں کے درد، آدھے سر کے درد اور دمہ میں افاقہ کرے تو یقیناً یہ کرامت ہوگی البتہ ترک کا پروگرام ان امراض میں افاقہ کا سبب ہے۔ سینٹر نے درج بالا امراض میں مبتلا افراد کا علاج کیا اور خاطر خواہ نتائج سامنے آئے۔

ڈاکٹر ایلک برٹن کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے غذا کے ترک سے 30 ہزار مریضوں کا علاج کیا۔ ایک اور تحقیق کے مطابق روزہ کینسر جیسے موذی مرض میں

امید کی کرن ثابت ہوسکتا ہے۔

دنیا میں ہر چھ میں سے ایک فرد کی موت کا سبب کینسر ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ 2015ء میں 88 لاکھ افراد کی اموات کینسر سے ہوئیں۔

موٹاپا، سبزیوں اور پھلوں کا کم استعمال، جسمانی ورزش میں کمی، تمباکو اور الکوحل کا استعمال، فضائی آلودگی اور ذہنی پریشانیاں کینسر کے اسباب ہیں۔ صحیح طرز پر اور سادگی سے رکھے جانے والے روزے کینسر کے امکانات کو کم کرتے ہیں اور علاج میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ کینسر کے مریض کو متعین دورانیہ کے روزے رکھنے سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ ان صحت مند خلیات پر جو کینسر سے متاثر نہیں ہوئے، کیموتھراپی کے نقصان دہ اثرات مرتب نہیں ہوتے اس لئے کہ روزہ کے دوران صحت مند خلیات غذا کی کمی کے باعث حرارت کم کر کے خود کو محفوظ بناتے ہیں۔ اس طرح وہ خلیات کیموتھراپی کے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

۲۔ کینسر سے متاثر خلیات کم زور ہوجاتے ہیں، انہیں نشوونما کے لئے من پسند غذا گلوکوز چاہئے۔ کینسر کے خلیات اپنی غذا خون سے حاصل کرتے ہیں۔ آدمی جب کھانا کھاتا ہے تو جسم میں گلوکوز کی وافر مقدار بنتی ہے اور کینسر کے خلیات کی خوب آؤ بھگت ہوتی ہے لیکن جب فرد روزہ رکھتا ہے اور گلوکوز کی مقدار کم ہوتی ہے تو کینسر کی نشوونما متاثر ہو جاتی ہے جس سے کیموتھراپی میں خاطر خواہ کامیابی ملتی ہے۔

مذاہب کی تعلیمات سے آگاہی ملتی ہے کہ روزہ نفس کی بیماریوں کا علاج ہے۔ لالچ، حرص، ہوس اور مادیت پرستی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ مخلوق خدا سے ہمدردی اور ماورائی ہستی کی محبت اجاگر ہوتی ہے۔

ہندومت کے مطابق بھرپور غذا کا استعمال کرنا اور بھگوان کے قریب ہونے کی خواہش رکھنا متضاد باتیں ہیں۔ مزید یہ کہ باطنی حقیقتوں کا مشاہدہ کرنا اس وقت ممکن ہے جب خاص مشقیں اختیار کی جائیں مثلاً چپ رہنا، بھوک کو کنٹرول کرنا وغیرہ۔ ان سب کا مقصد روح کے کمالات سے آگاہی ہے۔

بدھ مت کے مطابق برداشت کرنا سیکھو۔ گرمی، سردی، بھوک، پیاس کو برداشت کرو، یہ فرد کو صابر بناتی ہیں اور شیطانی خواہشات کو ختم کرتی ہیں۔

تاؤمت کی تعلیمات تلقین کرتی ہیں کہ روح نوع انسانی کا جوہر ہے اس لئے روح کو سمجھنا چاہئے۔ ایسے افراد متوازن اور خوش گوار زندگی گزارتے ہیں۔ تاؤ کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ دل کا روزہ رکھنا جسم کا روزہ رکھنے سے بہتر ہے اور دل کا روزہ روحانی کیفیات کا ایک ذریعہ ہے۔

قرآنی تعلیمات وضاحت کرتی ہیں کہ روزہ کا تعلق باطن سے ہے اور فرد کو غیب سے روشناس کرتا ہے۔ سورۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

''روزہ وہ نظام ہے جو ترک سے تعلق استوار کرتا ہے۔ روزہ ہمیں اس مقام تک لے آتا ہے جہاں سے مظاہر کی نفی شروع ہوتی ہے مثلاً وقت معینہ تک ظاہری حواس سے توجہ ہٹا کر ذہن کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ ظاہری حواس کے علاوہ اور بھی حواس ہمارے اندر موجود ہیں جو ہمیں آزاد دنیا (غیب کی دنیا) سے روشناس کرتے ہیں۔ روزہ روزمرہ زندگی میں کام کرنے والے ظاہری حواس پر ضرب لگا کر ان کو معطل کر دیتا ہے۔ بھوک پیاس پر کنٹرول، گفتگو میں احتیاط، نیند میں کمی اور چوبیس گھنٹے کسی نہ کسی طرح کوشش کی جاتی ہے کہ مظاہر کی گرفت سے نکل کر غیب میں سفر کیا جائے۔ یہ تصور غالب رہتا ہے کہ ہم اللہ رحمٰن و رحیم ہستی کے لئے بھوکے پیاسے ہیں۔ ترک کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فرد، گھربار، بیوی بچے، کاروبار سب چھوڑ دے۔ صوفیائے کرام کے بیوی بچے ہوتے ہیں، صوفیا خواتین کے شوہر ہوتے ہیں وہ عام افراد کی طرح معمول کے سارے کام کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ کے لئے ترک کی لذت سے واقف ہیں۔''

روزہ سے باطن کی کثافت دھل جاتی ہے۔ من اجلا ہوتا ہے اور حواس میں نورانیت اور پاکیزگی کی بدولت، ذہن کی رفتار ساٹھ ہزار گنا ہو جاتی ہے۔ بندہ حضرت جبرائیلؑ اور فرشتوں کو دیکھتا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ ان خوش نصیب افراد سے مصافحہ کرتے ہیں۔

کلام خواجہ میر دردؒ

گر دیکھئے تو مظہر آثار بقا ہوں
اور سمجھئے جوں عکس مجھے، محو فنا ہوں

کرتا ہوں پس از مرگ بھی، حل مشکل عالم
بے حس ہوں پہ ناخن کی طرح عقدہ کشا ہوں

ممنون مرے فیض کے سب اہل نظر ہیں
جوں نور، ہر اک چشم کو دیدار نما ہوں

ہے آستر فقر اگر سمجھ تو شاہی
سلطاں ہے اگر شاہ تو میں ظل ہما ہوں

ہے مظہر انوار صفا، میری کدورت
ہر چند کہ آہن ہوں، پہ آئنہ بنا ہوں

احوال دو عالم ہے مرے دل پہ ہویدا
سمجھا نہیں تاحال پر اپنے تئیں کیا ہوں

آواز نہیں قید میں زنجیر کی ہرگز
ہر چند کہ عالم میں ہوں، عالم سے جدا ہوں

ہوں قافلہ سالار، طریق قدما کا
جوں نقش قدم، خلق کو میں راہ نما ہوں

گر دیکھئے تو مظہر آثار بقا ہوں
اور سمجھئے جوں عکس مجھے، محو فنا ہوں

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

Manufacturer of
Embroidery Lace & Fabrics

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

عابد محمود

کارخانۂ قدرت

''اللہ اس سے ہرگز نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا اس سے حقیر تر کسی چیز کی مثالیں دے، کیوں کہ جو لوگ حق بات قبول کرنے والے ہیں وہ ان مثالوں کو دیکھ کر جان لیتے ہیں کہ یہ حق ہے جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے۔'' (البقرہ:۲۶)

میں سمندر کی لہروں میں تیرتا ہوا ہوش وحواس سے بیگانہ ہونے لگا۔ کئی گھنٹے کی جاں فشانی کے بعد ہمت جواب دے گئی تھی اور مزید ہاتھ پیر چلانے کی سکت نہیں تھی۔ ہاتھ پاؤں منوں وزنی محسوس ہوئے یہاں تک کہ لہروں سے مزاحمت کی قوت باقی نہ رہی۔ چاروں طرف پانی ہی پانی دیکھ کر ایک وقت کے بعد سمندر خلا بن گیا جہاں سے نگاہ لوٹ کر واپس آجاتی ہے لیکن پانی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔

موجیں نہ جانے کتنا فاصلہ طے کر کے کہاں لے آئی تھیں، میں نہیں جانتا۔ دفعتاً نظر دور ایک جزیرہ پر پڑی، امید کی کرن پیدا ہوئی اور میں نے دوبارہ ہاتھ پاؤں چلانے شروع کر دیئے۔ کافی دیر پانی میں رہنے سے کھال پھٹنا شروع ہوگئی تھی۔ جزیرہ اور میرے درمیان کافی فاصلہ تھا تاہم خوش آئند بات یہ تھی کہ لہروں کا رخ جزیرہ کی طرف تھا۔ لہٰذا میں نے خود کو لہروں کے سپرد کر دیا اور ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

آنکھ کھلی تو سورج آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ پرندوں اور جانوروں کی آوازیں تھیں، تین اطرف میں ہرے بھرے درخت — چوتھی سمت میں تاحد نظر پانی تھا۔ کچھ دیر تک سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کہاں ہوں۔ یکایک گزرے ہوئے لمحات کی فلم چلنے لگی اور سمندر کی لہروں کا کبھی تیز اور کبھی مدھم شور کانوں میں گونجنے لگا۔ ساحل کے قریب لہروں کا شور زیادہ ہوتا ہے جب کہ گہرے پانی میں خاموشی ہوتی ہے۔ یاد نہیں کہ میں جزیرہ میں کس طرح پہنچا جب کہ بچنے کی امید نہیں تھی۔

میرا نام سیٹھ فرقان ہے۔ زندگی کو ہمیشہ پیسے کے تناظر میں دیکھا اور فرقان سے سیٹھ فرقان بن گیا۔ عمر دولت جمع کرنے میں گزری۔ چھٹیاں گزارنے کے لئے قیمتی نجی بوٹ میں سمندر کے بیچوں بیچ دوستوں کے ساتھ مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ موسم کی خرابی

کے باعث لہروں میں اشتعال پیدا ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ بوٹ سمندر میں تنکے کی مانند تیرتی ہوئی الٹ گئی اور میں لائف جیکٹ پہنے نہ جانے کب تک تیرتا رہا۔ آنکھ کھلنے کے بعد خود کو جزیرہ کے کنارہ پر موجود پایا۔ شدید نقاہت محسوس ہوئی۔ ہمت مجتمع کر کے جزیرہ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ جزیرہ اوپر سے گھرے جنگل کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ رقبہ تقریباً دس سے بارہ مربع میل تھا۔ شام میں پرندوں کی چہچہاہٹ اس قدر بڑھ جاتی کہ لگتا تھا ہزاروں پرندے مل کر چہک رہے ہوں۔ اس کے علاوہ یہاں جانور بھی تھے۔ میں ابھی تک ان کی نگاہوں سے مخفی تھا۔ جس بات نے مجھے چونکا دیا وہ یہاں بولی جانے والی زبان تھی جو مکینوں میں مشترک تھی لیکن میں ناواقف ہونے کے باوجود ان کی زبان سے واقف تھا۔ انکشاف یہ تھا کہ میری سماعت میں داخل ہونے والی آواز وہی تھی جو آج تک اپنی دنیا، اپنے لوگوں میں سنتا آیا تھا۔ کبوتر کی غٹرغوں، کوئل کی مدبھری کوک، چڑیوں کی چوں چوں، پپیہے کی پی ہو — دماغ ان آوازوں کو مادری زبان کی طرح معنی پہنا رہا تھا۔

سوچا کہ بوٹ کی تباہی اور سمندر میں گرنے سے ذہن پر گہرا اثر ہوا ہے۔ آوازوں میں مفہوم کو گمان سمجھ کر سر جھٹکا اور نقاہت دور کرنے کے لئے ادھر ادھر کھانا تلاش کیا۔ ایک درخت پر پھل نظر آئے، تگ و دو کے بعد پھل توڑنے میں کامیاب ہوا۔ ہلکی سی سسکاری سنائی دی۔ چونک کر چاروں جانب دیکھا لیکن کوئی نہیں تھا۔ وہم سمجھ کر دوسرے پھل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جیسے ہی پھل توڑا، دوبارہ سسکاری سنی۔ آواز میں والہانہ پن تھا۔ سماعت کو مرکوز کیا — آواز ایک بار پھر گونجی۔ حیرت سے درخت کو دیکھا۔ آواز درخت سے آرہی تھی۔ دماغی حالت پر شبہ ہوا اور میں نے آواز کو نظر انداز کر دیا۔

پھل خوش بودار اور میٹھا تھا۔ خوب سیر ہو کر کھایا اور پانی کی تلاش میں آگے بڑھ گیا۔ جزیرہ کے وسط میں کھلا علاقہ تھا جس کے ایک طرف خوب صورت صاف وشفاف تالاب تھا۔ میرا جسم مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ قمیص اتاری اور تالاب میں چھلانگ لگا دی۔ کافی دیر تک نہانے کے بعد جب باہر نکلا تو بوکھلا گیا۔ قمیص غائب تھی۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک بندر قمیص پکڑے درخت پر جھوم رہا ہے۔ تیزی سے اس کی طرف لپکا اور درخت پر چڑھنے کی کوشش کی۔ میرے چڑھنے سے پہلے وہ دوسرے درخت پر جا چکا تھا۔ کچھ دیر پیچھے بھاگنے کے بعد میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا اور غصہ میں بندر کو گھورنے لگا۔

دادا کہا کرتے تھے، بندر کی عادت ہے کہ اس کے سامنے جو کرو وہ دہراتا اور نقل کرتا ہے۔ دادا کی بات پر عمل کیا اور بندر نے میری نقل کی۔ یہ دیکھ کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی شاخ کو زمین پر دے مارا کہ بندر بھی قمیص زمین پر پھینک دے گا لیکن میں حیران ہو گیا جب اس

نے قہقہہ لگایا اور قمیص کو درخت کی ایک شاخ سے لٹکاتے ہوئے بولا ، ابن آدم! اگر تمہارے باپ دادا نے تمہیں کچھ سکھایا ہے تو کیا میرے باپ دادا نے مجھے کچھ نہیں سکھایا ہے — ؟

بندر کو بولتے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ اس ٹیلے پر میری کسی جانور سے پہلی ملاقات تھی ۔ بمشکل درخت سے قمیص اتار کر پہنی ۔ تھوڑی دیر میں وہاں سے ہرن کا گزر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی چوکڑی بھری اور سماعتوں میں آواز گونجی — ہمارے ٹیلے پر ابن آدم آیا ہے، ہمارے ٹیلے پر ابن آدم آیا ہے، ہمارے ٹیلے پر ابن آدم آیا ہے۔ وہ چوکڑی بھرتی ہوئی منادی کرتی جا رہی تھی۔

مجھے اپنا دماغ بوجھل محسوس ہوا۔ ہر شے نگاہوں کے سامنے گھوم اور جھوم رہی تھی ، ذہن پھل کی طرف گیا کہ شاید کچھ ایسا کھا لیا ہے جو معدہ کے لئے مناسب نہیں ۔ میں زمین پر گرا اور ذہن ایک بار پھر تاریکی میں ڈوب گیا۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا۔ بے ہوشی میں محسوس ہوا کہ اردگرد بہت سے افراد جمع ہیں ۔ خوف طاری ہو گیا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ اردگرد مختلف چرند پرند دائرہ بنا کر بیٹھے ہیں اور ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی عجوبہ ہوں۔ جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔

جنگل کا بادشاہ شیر اونچی جگہ پر مسند لگائے مجھے گھور رہا تھا ۔ تمام جانور ، چرند پرند ، میری جانب اشتیاق بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے ۔ تھوک نگلتے ہوئے نشست کو نسبتاً بہتر کر کے حالات کا جائزہ لیا تا کہ فرار کا راستہ تلاش کر سکوں۔

اتنے میں لومڑی بڑے آرام سے چلتی ہوئی قریب آئی اور شیر کو مخاطب کرتے ہوئے بولی ، بادشاہ سلامت ! ہمارے درمیان نوع آدم کا ایک فرد موجود ہے۔ ان لوگوں نے مختلف حیلے بہانوں سے ہمیشہ اپنی حکمرانی قائم کرنے کی کوشش کی ۔ یہ لومڑی کی چالاکی کی مثالیں دیتے ہیں کہ میں زیرک جانور ہوں لیکن ابن آدم سی زیرک مخلوق اس دنیا میں نہیں ۔ آج دنیا تباہی کے دہانہ پر کھڑی ہے اور یہ سب ان کا کیا دھرا ہے۔ ان لوگوں نے لالچ ، کینہ پروری اور اقتدار کے شوق میں پوری دنیا پر عذاب مسلط کر دیا ہے۔ یہ خود کو افضل ترین مخلوق سمجھتے ہیں اور حکمرانی قائم کرنا ازلی حق گردانتے ہیں۔

یور آنر! اگر ان میں صلاحیت ہے تو ضرور اپنی حکمرانی قائم کریں لیکن ہم جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں ایسا کیا ہے کہ ہمیں ان کے تسلط میں دے کر دنیا کی بادشاہی ان کے سپرد کی گئی ہے — ؟ آج کی عدالت قائم کرنے کا مقصد جانوروں کے دل کی آواز ہے جو جاننا چاہتے ہیں کہ ابن آدم میں ایسی کون سی خصوصیات ہیں جنہوں نے افضلیت کے مقام پر فائز کر دیا ہے۔

بادشاہ سلامت! آپ کی اجازت سے کارروائی شروع کرنے کی اجازت چاہتی ہوں ۔ بادشاہ نے شان بے نیازی سے جرح کی اجازت مرحمت فرمائی۔

لومڑی میری طرف متوجہ ہوئی ۔ میں حیرت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ وکیل کی طرح دلائل پیش کر رہی تھی ۔ مجھے یہ سب خواب محسوس ہوا۔

تو ابن آدم! سوال یہ ہے کہ تم ہمیشہ سے ہم جانوروں کو کم تر مخلوق سمجھتے آئے ہو۔ اتنے سارے جانور یہاں بیٹھے ہیں، وہ جاننا چاہتے ہیں کہ تم میں آخر ایسی کیا بات ہے جو ہم میں نہیں ۔ کیا تم کسی خاص مٹی سے بنے ہو؟ وہ کون سی مٹی ہے جس سے تم بنے ہو اور ہم نہیں بنے ؟

سب کی نظریں میری طرف تھیں ۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اب آدم زاد کا نمائندہ ہوں اور اپنی نسل کے حق میں آواز بلند کرنی ہے۔ میں عقل و فہم میں ان سے کہیں زیادہ تھا۔ دنیا دیکھی تھی ، حالات و واقعات پر گہری نظر تھی ۔ کسی زمانہ میں سائنس کا بہترین طالب علم تھا۔

پر جوش لہجہ میں بولا ، جدید سائنس کی رو سے آدمی ایک سو چھبیس عناصر سے مرکب ہے۔ آگ ، پانی ، ہوا، مٹی ہائیڈروجن ، ریڈیم ، کاربن ، نائٹروجن وغیرہ ۔ جتنے عناصر مل کر matter کی تشکیل کرتے ہیں وہ سب آدمی کے اجزائے ترکیبی میں شامل ہیں۔ آدمی دو پیروں سے چلنے والی مخلوق ہے ۔ اس میں عقل کا تناسب دوسری تمام مخلوقات سے زیادہ ــــ

آبجیکشن یور آنر ! لومڑی نے میری بات کاٹتے ہوئے بادشاہ سلامت سے کہا ، جناب! ملزم کو حکم دیا جائے کہ جتنا سوال ہو، اتنا جواب دے۔

شیر نے دھاڑ کر میری طرف دیکھا اور میں نے خاموشی اختیار کرنے میں بہتری جانی ۔ لومڑی مسکرائی اور بولی، جانور بھی ان عناصر کی پیداوار ہیں ۔ جب ہم آدمی ،حیوانات ، چرند پرند اور درند کا تجزیہ کرتے ہیں تو سب ایک صف میں کھڑے نظر آتے ہیں ۔ پھر آدمی اور حیوان میں فرق کیا ہے؟ آدمی بھی چوپایوں کی طرح دو پیروں سے چلنے والا جانور ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو آدمی حیوانات سے ہر لحاظ سے کم تر ہے۔ دو پیروں سے چلنا آدم زاد کو زعم میں مبتلا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتا۔

لومڑی نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے بندر کو اشارہ کیا۔ بندر نے کھلی جگہ پر چھلانگ لگائی، دو پیروں پر چلتے ہوئے میرے اردگرد گھومنے لگا اور لمبی چھلانگ لگا کر درخت پر چڑھ گیا۔ وہاں سے دوسرے اور پھر تیسرے درخت پر پہنچا اور قلا بازیاں کھاتا ہوا میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مجمع نے اس کرتب پر داد دی۔

لومڑی نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ شیر کی طرف دیکھا اور بولی ، بادشاہ سلامت! اگر دو پیروں پر چلنا افضلیت ہوتا تو افضلیت کا بنیادی حق بندر کا ہونا چاہئے جو ابن آدم سے زیادہ پھرتیلا اور لمبی چھلانگ لگا سکتا ہے۔ تمام جانوروں نے شور کیا۔ جزیرہ ان کے شور سے گونج اٹھا۔ شیر نے آواز لگائی، آرڈر آرڈر!

یک دم خاموشی چھا گئی جیسے یہاں کوئی نہ ہو۔ بندر نے میری طرف دیکھ کر منہ بگاڑا اور میں سٹپٹا کر رہ گیا۔

لومڑی بولی ، جناب عالی! آدمی خود کہتا ہے کہ وہ معاشرتی جانور ہے۔ ہم اس کے شب و روز جاننا چاہتے

ہیں کہ وہ اپنا دن کیسے گزارتا ہے۔ آخر وہ ایسی کون سی زندگی بسر کرتا ہے جو ہم نہیں کرتے—؟

جھک کر بادشاہ سلامت کو تسلیم پیش کی اور میری طرف رخ کر کے بولی، تو ابن آدم! جنگل کے مکینوں کو بتایئے کہ آپ سارا دن کیا کرتے ہیں—؟

سمجھ گیا کہ اب شب و روز کا حساب دینا ہے۔ اس موقع پر احساس ہوا کہ ہم آدمی کوئی خاص زندگی بسر نہیں کرتے۔ اپنے دوستوں اور معاشرہ میں بسنے والے لوگوں کا تصور کیا تو شرمندگی ہوئی کہ میری طرح زیادہ تر لوگ ساری زندگی دولت کے حصول میں پوری کرتے ہیں۔ نپے تلے الفاظ میں آدم زاد کی بہت سی خامیوں کو چھپاتے ہوئے بیان کرنا شروع کیا—

صبح اٹھنے کے بعد ہم ناشتہ کر کے اپنے کاموں پر نکل جاتے ہیں اور رات گئے تک رزق کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ فارغ اوقات میں گھومتے پھرتے اور زندگی کے مزے لیتے ہیں۔ محتاط انداز اختیار کیا کہ مبادا ایسی بات منہ سے نہ نکل جائے کہ نوع آدم کے کردار پر حرف آئے۔

لومڑی یہ سن کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور بولی، بڑی عجیب بات ہے۔ یہ تو تم جانوروں، درندوں، پرندوں، چرندوں کی زندگی کے شب و روز بیان کر رہے ہو۔ جب کہ میرا سوال افضل مخلوق یعنی ابن آدم سے متعلق ہے اور اگر ابن آدم کے شب و روز ہمارے جیسے ہیں تو فضیلت کس بات کی—؟ تم بھی ہماری طرح دنیا میں آتے ہو تو چھوٹے سے بچے ہوتے ہو۔ ہماری طرح تمہارے اندر بھی بھوک پیاس کے تقاضے ہیں۔ ہم بھی ان کی تکمیل کے لئے گھروں سے نکلتے ہیں اور شام تک گھر آ جاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہمارے کام کے اوقات مقرر ہیں جس میں ساری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں جب کہ تم سولہ گھنٹے کام کر کے بھی محرومیوں کا رونا روتے ہو۔

تم بھی شادی کرتے ہو، بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں بھی افزائش نسل ہے۔ تمہارے اندر اولاد کے لئے جذبات ہم سے مختلف نہیں۔ پیار، محبت، نفرت، غصہ، کینہ ہم میں بھی موجود ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم جنگلوں میں رہتے ہیں اور تم لوگ شہروں میں گھر بنا کر رہتے ہو۔ جب کہ جسے تم جنگل کہتے ہو وہ ہمارا شہر ہے اور جسے تم شہر سمجھتے ہو، وہ جنگل محسوس ہوتا ہے۔ لومڑی نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

دیگر جانوروں نے تالیاں بجا کر لومڑی کو دلائل کے انداز پر داد دی اور میں تلملا گیا۔

ہمارا طرز حیات تم جانوروں سے بہت اچھا ہے۔ ہمارے رہن سہن میں ترتیب ہے۔ شہر جنگلوں سے کہیں زیادہ خوب صورت اور گھر عالی شان ہیں۔ ہر فرد کے لئے علیحدہ کمرہ ہوتا ہے۔ موسموں کے تغیر سے بچنے کے لئے گرم و سرد کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اچھے برے وقت کے لئے ہم اناج کو ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ

ہمیں علوم میں دسترس حاصل ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں کو ذخیرہ کرنے کے لئے ہمارے ہاں کولڈ اسٹوریج کا نظام ہے جس میں سامان کئی دن تک محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ اونچی عمارتیں بنانے کے فن سے آشنا ہیں ۔ تمہاری طرح ، چھوٹے چھوٹے غاروں اور گھونسلوں میں زندگی بسر نہیں کرتے۔ لومڑی کی طرح میرے لہجہ میں بھی طنز تھا۔

لومڑی نے میری بات سنی اور جنگل کے بادشاہ سے کہا، یور آنر! علم کا مطلب ہے جاننا یا کسی چیز کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔ زمین و آسمان میں کوئی ایک مخلوق بھی علم کے دائرہ سے باہر نہیں ۔ چیونٹی ،شہد کی مکھی، خوب صورت نقش و نگار سے مزین پرندہ ہدہد، بھاری بھر کم جسامت کا جانور ہاتھی ،علم سب پر محیط ہے۔ سب کو زندگی گزارنے ، خوردونوش کا سامان اور ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا علم حاصل ہے ۔ رہن سہن اور گھر بار، ضروریات زندگی کے مطابق ہوتا ہے۔ آنے والے کل پر جتنا یقین ایک چڑیا کو ہے، بظاہر آدمی میں نظر نہیں آتا۔ فریج نامی کولڈ اسٹور میں ذخیرہ کرنا اس بات کی نشان دہی ہے کہ یقین متزلزل ہے۔ کیا خوب صورت گھر بنا لینا اور ذخیرہ کرنے کا فن افضلیت ہے ---؟ کیا گودام میں پڑی چیزیں خراب نہیں ہوتیں---؟ پھر تو شہد کی مکھی افضلیت کی حامل ہونی چاہئے ۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کا شہد طویل عرصہ تک خراب نہیں ہوتا ۔ جہاں تک موسموں کے تغیر کی بات ہے تو آدمی پر موسم کچھ زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ لومڑی نے میرے لباس کو تنقیدی نظروں سے دیکھا۔

ہماری کھالیں اور ساخت ، موسموں کے تغیر کو سہنے میں معاون ہیں ۔ گرمی میں رہنے والے جانور ہوں یا سخت سردی میں زندگی بسر کرنے والے جانور، سب کے اندر قدرت کی طرف سے صلاحیت ہے کہ ہم موسم کی تلخیوں کو خندہ پیشانی سے جھیل سکتے ہیں۔

ابن آدم کے اندر کا ڈر اسے بلند اور مضبوط عمارتوں کی طرف راغب کرتا ہے تو یہ اس کی کم زوری ہے ۔ ہاں گھر بنانے کے فن کی بات ہے تو کیا تم نے بیا کا گھر نہیں دیکھا---؟ تمام جانور میرے اردگرد گھیرا ڈالے بیٹھے تھے اور میں کٹہرے میں ملزم کی طرح کھڑا تھا۔

جناب عالی ! عدالت سے التماس ہے کہ ملزم کو پرندوں کی دنیا کی مشہور آرکیٹیکٹ بیا کے ساتھ ایک دن بسر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ ابن آدم اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ ہم کم فہم مخلوق نہیں ہیں۔

دکھایا جائے دکھایا جائے۔ جانوروں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ شیر نے دھاڑ کر بیا کو حکم نامہ جاری کیا کہ ابن آدم کو گھر دکھائے اور سوالات پر مکمل بریفنگ دے۔

یہ سنتے ہی دو انچ کی چھوٹی سی چڑیا جیسی مخلوق میرے کندھے پر بیٹھ گئی ۔ بادشاہ جنگلات شیر نے مجھے اگلے دن پیشی پر حاضر ہونے کا حکم دیتے ہوئے عدالت برخاست کردی۔ (قسط:۱)

عائشہ خان

مرشد کی باتیں

جس وقت آنکھ کھلتی ہے چاہے رات کے تین بجے ہوں، سب سے پہلے وہ مرشد کریم کو سلام کرتا ہے۔ ابتدا میں جاگنے کے بعد ارادی طور پر انہیں یاد کیا ــــ مشق سے غیر ارادی طور پر الحمدللہ پہلا خیال صاحبِ دل کا آتا ہے اور وہ سلام عرض کرتا ہے۔

تعمیل حکم سے مرید کا ذہن ــــ مرشد کے ذہن میں ڈھلتا ہے یہاں تک کہ بات مرشد کے ذہن میں آتی ہے اور مرید کے ذہن میں منتقل ہو جاتی ہے۔

ایک روز فرمایا کہ سامنے والی لائٹ کھول دو۔ کمرے میں موجود تمام بٹن اس نے چیک کئے لیکن لائٹ نہیں کھلی جب کہ لائٹ کا بٹن کمرے میں تھا۔ خیال آیا کہ بلب کا کنکشن واش روم کے دروازہ کے ساتھ لگے سوئچ بورڈ کے دو بٹن میں سے ایک ہوگا لیکن یہ سوچ کر خیال کو رد کر دیا کہ واش روم کے بٹن کے ساتھ کمرے کی لائٹ کے بٹن کا کیا کام ــــ؟

خیال رد کیا اور آگے بڑھا، مرشد نے آواز دی اور واش روم کے بٹن کی طرف اشارہ کیا ــــ وہ چیک کرو!

اس نے چیک کیا اور ــــ لائٹ کھل گئی۔

فرمایا، اپنا دماغ بھی استعمال کر لینا چاہیئے، کیا آپ کو خیال نہیں آیا تھا ــــ؟

عرض کیا، جی! خیال آیا تھا۔

فرمایا، پھر ــــ؟

عرض کیا، میں نے رد کر دیا۔

فرمایا ــــ عمل کرنا چاہیئے تھا۔

غور کرنے سے ایک کے بعد ایک نکتہ اس رفتار سے ذہن میں آتا ہے کہ وہ احاطہ نہیں کر پاتا اور نہ اس مناسبت سے ذہن غور و فکر کو وقت دیتا ہے۔ خود سے کہا، دن چوبیس کے بجائے اڑتالیس گھنٹے کا ہونا چاہیئے۔

خیال بولا، چوبیس اگر اڑتالیس ہو جائے تو یہ وقت اور فاصلہ کا بڑھنا ہے، کم ہونا نہیں۔ ذہن کی رفتار کا تعلق آدمی کے تقسیم کئے گئے چوبیس اور اڑتالیس گھنٹوں سے نہیں بلکہ یک سو ہونے سے ہے۔ ذہن کی رفتار بڑھ جائے تو دو گھنٹے کا کام پانچ منٹ میں ہو جاتا ہے۔

تجربہ ہے کہ ادھر ادھر کی باتیں سوچنے سے ذہن سست ہو جاتا ہے۔ یعنی فلاں نے ایسا کیوں کہا یا میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا ــــ جو وقت وہ محبوب کے تصور میں

گزار سکتا تھا وہ غیر ضروری باتوں میں ضائع کر دیا۔

ادھر ادھر کے خیالات سے انتشار ہوتا ہے اور ذہن کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ مرشد کریم اختلافات سے گریز اور معاف کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

ایک صاحب سے اختلافی موضوع پر بات ہوئی۔ دونوں کے پاس دلائل تھے اور دونوں خود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں تھے۔ بحث طویل ہوئی تو اچانک اپنا آپ کثیف محسوس ہوا۔ اندر میں سے آواز آئی، ''کن چکروں میں پڑ گئے ___؟'' جیسے ہی خیال آیا، وہ رک گیا اور اس کے بعد ایک لفظ نہیں کہا۔ خاموش دیکھ کر مقابل کو بھی خاموش ہونا پڑا۔

اتنے میں مرشد کریم نے آواز دی، کمرے میں داخل ہوا۔ سلام کے بعد انہوں نے ایک دو باتیں کیں اور پھر فرمایا___ ''کوئلے کی دلالی میں ملتا کچھ نہیں ہے لیکن ہاتھ ضرور کالے ہو جاتے ہیں۔'' اس وقت تو سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ بات کیوں کہی گئی لیکن بعد میں غور کیا اور سیاق و سباق سے کام لیا تو سخت نادم ہوا۔

ادھر ادھر کے خیالات کے بجائے جب باوقار ہستی کا خیال محیط ہوتا ہے تو ہاتھ ماہر کاتب کا قلم بن جاتا ہے۔ نکتہ در نکتہ کھلتا ہے اور خیال راسخ ہو جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ سے واقف ہونے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، اللہ ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔ راستہ کھلنا، زمان و مکان سے واقف ہونا ہے جب کہ پہلے سے واقف زمان و مکان کی نفی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح غور و فکر سے خیال در خیال آگے بڑھنے کے لئے زینہ بن جاتا ہے۔

غور و فکر کے ضمن میں یہ حقیقت راسخ ہوئی ___ کوئی بات سمجھ میں آ جائے تو اس میں شاگرد کا کوئی کمال نہیں ___ جس کی تعمیل کرتے ہیں، اس کا ذہن کام کرتا ہے۔ شاگرد کا کام صرف ربط میں رہنا ہے۔ ربط استاد سے ہٹے گا تو یقیناً کسی اور جانب ہوگا اس لئے کہ ذہن کو ہر لمحہ مرکزیت چاہیئے۔ ذہن جس کو مرکز بنائے گا اس وقت وہی اس کا استاد ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے مرکز کس کو بنایا ہے۔ جنت میں ذہن اللہ سے ہٹا تو نافرمانی ہوگئی۔ جب تک ذہن اللہ کی طرف ہوتا ہے، کام کیئر آف اللہ ہوتا ہے۔

کائنات انسپائریشن ہے۔ ہم ہر کام انسپائر ہو کر کرتے ہیں یعنی ہم میڈیم اور خیال کے تابع ہیں۔ اطلاع کہیں اور سے آتی ہے۔ مرزا اسد اللہ خان غالبؔ فرماتے ہیں،

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

ترجمہ: قلم کے چلنے کی آواز میرے لئے غیب کی صدا ہے کہ خود بخود مضامین ذہن میں القا ہو رہے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ وہ دنیا سے بیزار تھا۔ ایک روز مرشد کریم سے عرض کیا، صبح اٹھتا ہوں تو سینہ کے درمیان شدید قسم کی گھبراہٹ ہوتی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ یا اللہ! پھر صبح ہوگئی۔

فرمایا — صبح آنکھ کھلتی ہے تو پہلا ہدف وہی بنتا ہے جس طرف آدمی کا دل ہوتا ہے۔ آدمی صبح اٹھتا ہے تو تجسس ہوتا ہے۔ جس کی طرف توجہ ہوتی ہے، جاگنے کے بعد پہلے اس کو دیکھتا ہے۔ جو اللہ کے طالب ہیں وہ جاگتے ہیں تو اللہ کو دیکھتے ہیں۔

بات نے گہرا اثر کیا اور نگاہ کا زاویہ بدلنے سے دنیا بدل گئی۔ جس وقت آنکھ کھلتی ہے چاہے رات کے تین بجے ہوں، سب سے پہلے وہ مرشد کریم کو سلام کرتا ہے۔ ابتدا میں جاگنے کے بعد ارادی طور پر انہیں یاد کیا— مشق سے غیر ارادی طور پر الحمدللہ پہلا خیال صاحبِ دل کا آتا ہے اور وہ سلام عرض کرتا ہے۔ یقین ہے کہ سلام پہنچتا ہے اور جواب بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سماعتوں کو کھول دے تا کہ وہ جواب سن لے۔

ایک روز نیند کے اس پار مرشد کریم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا، ''جب تم یہاں آئے تو تمہارا ذہن تباہی کے دہانہ پر تھا، اب تصورِ شیخ میں گم ہے۔''

احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

''اے ایمان والو! اللہ کے لئے تقویٰ اختیار کرو اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ۔'' (المآئدۃ:۳۵)

کامل مرشد اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

زیادہ تر ایسی باتیں ذہن میں آتی ہیں جن کا مفہوم بہت گہرا ہوتا ہے۔ گہری باتیں عموماً کسی لفظ کی شکل میں ہوتی ہیں، توجہ نہ دی جائے تو غیر ارادی طور پر مختلف اوقات میں اس کی تکرار ہوتی ہے۔

تفکر سے گہری ہلکی — ہلکی گہری تصویر بنتی ہے لیکن مفہوم کا احاطہ نہیں ہوتا۔ یہ کیفیت دو تین گھنٹوں سے لے کر دو تین ہفتوں تک برقرار رہتی ہے۔ ذہن میں خیالات کی فلم چلتی ہے مگر مناظر کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہوتے۔ ہر منظر وسیع و عریض اور گہرا ہے۔ وہ جس منظر یا نکتہ میں داخل ہوتا ہے — کھو جاتا ہے۔ بات کھلتی نہیں ہے صرف ذہن کی سطح پر آکر واپس گہرائی میں چلی جاتی ہے۔ اس دوران کیفیات اور تجربات بھی ملتے جلتے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر شے خیال کو سمجھنے میں مدد کر رہی ہے۔

سبز شعاعوں کا پانی تیار کرنا تھا۔ اسٹیل کی پتیلی لی، پانی ڈالا اور آنچ دی۔ تھوڑی دیر بعد بلبلے (bubbles) بننا شروع ہوئے۔ نظر سطح پر ابھرتے بلبلوں پر پڑی۔ متوجہ ہوا کہ دیکھے پانی میں بلبلے کس مرحلہ پر بنتے ہیں۔ مزید یکسو ہوا تو پتیلی کی تہہ میں کئی چھوٹے چھوٹے دائرے یا بلبلے نظر آئے جو حرارت ملنے پر اوپر اٹھے اور دائروں میں گھومتے ہوئے سطح پر پہنچے۔

قابلِ غور بات یہ تھی کہ سطح پر نظر آنے والے بلبلوں کا تہہ میں اپنے سورس سے دائروں کی شکل میں ربط تھا جو ایک لمحہ کو بھی نہیں ٹوٹا۔ اس نے دیکھا کہ بلبلا دائروں میں اوپر کی جانب بڑھ رہا ہے۔ حیرت ہوئی کہ پانی الگ اور پانی میں موجود رہ کر بلبلا الگ ہے جب کہ دونوں پانی ہیں۔

سوچا کہ پانی جب پانی سے ملتا ہے تو ایک ہو جاتا ہے، ان کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ شکل تبدیل ہونے پر شے الگ نظر آتی ہے۔ پتیلی میں جب بلبلے بنے تو بلبلے پانی تھے، پھر الگ کیسے ہوگئے — ؟

ابلنے کے دوران پانی تین شکلوں میں ظاہر ہوا۔ ایک خود پانی، دوسرا بلبلا اور تیسرا بھاپ۔ سمجھ میں یہ آیا کہ تبدیلی کی وجہ حرارت اور خلا ہے۔ حرارت سے خلا پیدا ہوا، شکل بدلی اور پانی — پانی سے الگ نظر آیا۔

حرارت کیسے بنتی ہے، کس طرح آگے بڑھتی ہے، خلا کیسے بنتا اور پُر ہوتا ہے اور شکل کی تبدیلی کیا ہے — یہ سب اپنی جگہ سوالات ہیں۔

بہرحال، بات مفہوم میں گہرائی سے شروع ہوئی تھی۔ غور وفکر کرتے ہوئے اسی طرح اس کا ذہن آگے بڑھتا ہے، ہر شے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور سب چیزوں کا تعلق اس ایک بات سے جڑ جاتا ہے جو وہ سمجھنا چاہتا ہے۔ تجربہ نے بتایا کہ

۱۔ جو شے سطح پر ظاہر ہوئی اس کا اپنے سورس سے ربط تھا۔

۲۔ بلکہ اس نے یہ دیکھا کہ سطح پر ہو بہو وہی شے ظاہر ہوئی جو سورس میں موجود تھی یعنی ظاہر — باطن کا عکس ہے۔

۳۔ یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ نظر باطن پر ہو تو ظاہر میں وہی نظر آتا ہے جو باطن میں موجود ہے۔

مشاہدہ سے سمجھا کہ مفہوم کا مکمل ادراک اس وقت ہوتا ہے جب توجہ ہر وقت سورس کی طرف ہوتی ہے۔ ذہن میں ابھی اتنی وسعت نہیں ہے کہ خیال کو من وعن قبول کرلے، اس لئے ایک خیال کو سمجھانے کے لئے معاون خیالات آتے ہیں۔

مرشد کریم سے تجربہ بیان کیا اور پوچھا کہ پانی کو پانی میں دیکھنا کیا ہے — ؟ انہوں نے آیت پڑھی —

''اللہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لئے طرح طرح کے ثمرات پیدا کئے۔'' (ابراھیم : ۳۲)

فرمایا، آپ کا جواب اس آیت میں ہے۔ عربی اور اردو دونوں کو سامنے رکھ کر آیت پر غور کرو۔ رزق کو اگر وسائل سمجھ لیا جائے تو بات سمجھ میں آجائے گی۔

سیمرغ ایک پرندہ ہے جو کوہ قاف میں ہوتا ہے۔ انڈہ دیتا ہے اور برف باری کے زمانہ میں اپنے انڈے وہیں چھوڑ کر گرم مقامات کی جانب اڑ جاتا ہے مگر انڈوں سے غافل نہیں رہتا بلکہ خیال کی قوت سے انہیں سیتا رہتا ہے۔ جب برف باری کے اختتام کے بعد واپس آتا ہے تو بچوں کو انڈوں سے نکلا ہوا پاتا ہے۔ پھر وہ ان کو چگنا اور پرواز کرنا سکھا دیتا ہے۔ جب حق تعالیٰ نے اس پرندہ کو اس درجہ قوت متخیلہ عطا فرمائی ہے تو کیا انسان جو اشرف المخلوقات ہے، اتنی بھی قوت حاصل نہیں کرسکتا کہ قوت خیال اور قوت توجہ سے مریدین کی غائبانہ توجہ کرتا رہے — ؟ یہ یقینی امر ہے کہ شیخ کامل کی غائبانہ توجہ سے مریدین کی تربیت برابر ہوتی رہتی ہے۔ (کتاب: شمامتہ العنبر)

اقتباسات

کرم فرما خواتین و حضرات قارئین ''ماہنامہ قلندر شعور'' ادارہ کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ادارہ ان کی پسند و ناپسند کے آئینہ میں جذبات و احساسات کی فلم دیکھ کر رسالہ میں تبدیلیاں کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ قارئین ـــــ قرآن کریم ، آسمانی کتابوں ، ملفوظات ، تاریخ ، انکشافات اور سائنسی فارمولے لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔تحریر کم وبیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

ایک انسان دوسرے انسان میں اپنے ارادہ اور اختیار سے جذب ہوجاتا ہے لیکن سینٹی میٹر کے ہزار حصہ کے برابر خلا نہ ہونے کے باوجود دونوں انسان الگ الگ رہتے ہیں۔خود کو الگ الگ محسوس کرتے ہیں۔قانون یہ بنا کہ مقداروں میں تعین ہی انفرادیت قائم کرتا ہے۔کوئی انسان اس تخلیقی قانون کو توڑ نہیں سکتا۔جس طرح ایک انسان ادراک رکھتا ہے اسی طرح مال وزر اور دولت بھی ادراک رکھتی ہے۔ جب کوئی انسان دولت کے تشخص سے فرار اختیار کرتا ہے تو مقداروں کے قانون کے مطابق توازن برقرار رکھنے کے لئے دولت اس کے پیچھے بھاگتی ہے اور جب کوئی انسان دولت کے پیچھے بھاگتا ہے تو دولت اس کے ساتھ بے وفائی کرتی ہے اور عذاب بن کر اس کے اوپر مسلط ہوجاتی ہے۔ (کشکول۔حسن،حیدر آباد)

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کے سامنے جب جنگی قیدیوں کی فہرست پیش کی گئی تو ایک خاتون کے نام کے ساتھ طائی لکھا ہوا تھا۔تحقیق کرانے سے معلوم ہوا کہ یہ خاتون حاتم طائی کے قبیلہ کی ہے۔حضرت محمدؐ نے اس کی رہائی کا حکم صادر فرمایا۔ خاتون کو جب رہائی کی نوید سنائی تو طائی خاتون نے آزاد ہونے سے انکار کردیا اور کہا کہ یہ بات میری خاندانی روایت کے خلاف ہے کہ میں آزاد ہو جاؤں اور میرا قبیلہ قید و بند کی صعوبت برداشت کرے۔آپؐ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے طائی خاتون کے ساتھ پورے طائی قبیلہ کو انعام و اکرام کے ساتھ آزاد کردیا۔پیغمبروں کی زندگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اللہ نے مخصوص کردار کے لوگوں کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور جو لوگ اس سلسلہ سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور ان کی وابستگی قربت کا درجہ حاصل

کر لیتی ہے، ان کے اندر بھی وہی قدریں منتقل ہو جاتی ہیں جو اس مخصوص کردار کے مقدس لوگوں کا حصہ ہیں۔ راہ سلوک پر چلنے کے لئے سالک کو کسی شخص کا ہاتھ پکڑنا اس لئے ضروری ہے کہ اسے ایک روحانی باپ کی شفقت میسر آ جائے، روحانی باپ کی اولاد کا بھرپور ماحول میسر آ جائے اور ذہنی تربیت ہو جائے۔

(پیراسائیکالوجی۔ مدیحہ سلیمان، کراچی)

افراد کی طرح زمین بھی عقل و شعور رکھتی ہے۔ زمین جانتی ہے کہ انار کے درخت میں امرود نہیں لگتا اور امرود کے درخت میں انار نہیں لگتے۔ وہ مٹھاس، کھٹاس، تلخ اور شیریں سے بھی واقف ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ کانٹوں بھرے پودے میں پھول زیادہ حسین لگتا ہے۔ کانٹوں کے بغیر پودے میں پھول کتنا ہی خوش رنگ پھول ہو، پھول میں کتنے ہی رنگوں کا امتزاج ہو لیکن پھول کی قیمت وہ نہیں جو کانٹوں کے ساتھ لگے ہوئے پھول کی ہے۔ زمین اس بات کا علم بھی رکھتی ہے کہ اس کی کوکھ میں قسم قسم کے بیجوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ زمین جہاں بے شمار رنگوں سے مزین پھول پیدا کرتی ہے، تلخ و شیریں پھل اگاتی ہے۔ پرندوں، چوپایوں کی تخلیق کرتی ہے وہاں اپنی حرکت کو متوازن رکھنے کے لئے پہاڑ بھی بناتی ہے۔ لیکن میلوں میل طویل اور آسمان سے باتیں کرتے ہوئے بلند و بالا پہاڑ جب ظاہر الوجود میں نظر آتے ہیں تو زمین پر جمے ہوئے نظر آتے ہیں اور جب پہاڑوں کا باطن الوجود نظر آتا ہے تو پہاڑ اڑتے ہوئے بادل دکھائی دیتے ہیں۔

(احسان وتصوف۔ الماس منیر، لاہور)

عقل کی غذا علم ہے اور علم کی غایت فہم و ادراک۔ علم سے دو قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ذاتی اور صفاتی۔ ذاتی فائدہ یہ ہے کہ فہم و ادراک میں ترقی ہو۔ صفاتی فائدہ یہ ہے کہ دولت و ثروت میں اضافہ ہو۔ ذاتی مفاد، صفاتی مفاد پر ہمیشہ فوقیت رکھتے ہیں گو عوام کی نگاہ میں صفاتی مفاد کی زیادہ وقعت ہو۔ مثال کے طور پر دو اشخاص جنہوں نے بی اے کی سند حاصل کی ہو، ان میں سے ایک پروفیسر ہو گیا اور دوسرا ڈپٹی کلکٹر۔ بلحاظ تنخواہ و حکومت و اختیارات کے ڈپٹی کلکٹر، پروفیسر سے بڑھا ہوا ہے اور عوام کی نگاہ میں اس کی عزت بھی زیادہ ہے مگر بلحاظ علم کے اہل نظر کی نگاہ میں پروفیسر کی وقعت زیادہ ہے، گو مفاد وصفی اپنے علم سے اسے کم حاصل ہوں۔ یہی حال باطن میں بھی ہے۔ یہاں مفاد ذاتی، معرفت ہے اور مفاد صفاتی، کشف و کرامات۔ جس طرح ڈپٹی کلکٹر کے لئے ڈپٹی کلکٹری، مطالعہ کتب میں اور استعداد علمی کے بڑھانے میں مانع آتی ہے اسی طرح صوفی کے لئے کشف و کرامات، ترقی معرفت میں روکنے والی چیز ثابت ہوتی ہے۔

(حفصہ طارق، کراچی)

عبدالخالق

وراثت کیا ہے؟

ایک دوست نے عظیمی صاحب سے پوچھا کہ مرادا پنے مرید میں کیا دیکھتا ہے یعنی روحانی طالب علم کی assessment کیسے ہوتی ہے؟ فرمایا: مرشد دو باتیں دیکھتا ہے ـــــ

اللہ رب العالمین کی ایک صفت وارث ہے۔ وارث کے بنیادی معنی شے کا ملکیت میں ہونا اور اس کے پاس سے دوسروں کو منتقل ہونا ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لئے وارث کے معنی واضح ہیں کیوں کہ کائنات میں ہر شے اللہ کی ملکیت ہے اور اللہ اپنی ملکیت میں سے مخلوق کے لئے وسائل فراہم کرتا ہے۔

''اور زمین وآسمان اللہ کی میراث ہیں۔''

(آل عمران: ۱۸۰)

عربی زبان میں ورثہ یا وراثت کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ یہ لفظ مالک کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں وراثت کے معنی بالعموم اس اثاثہ کے لئے بولے جاتے ہیں جو انتقال کے وقت مرد یا عورت کی ملکیت ہو۔ متوفی کی اولاد اور دیگر رشتہ دار اثاثہ کے قانونی وارث ہوتے ہیں۔ قانونی وراثت کے لئے بنیادی بات خون کا رشتہ یا نکاح کا تعلق ہے، اس کے علاوہ کسی قسم کی اہلیت یا صلاحیت زیر بحث نہیں آتی ـــــ رشتہ ہونا چاہئے۔

ورثہ انفرادی ہوتا ہے اور اجتماعی بھی۔ تہذیب و تمدن، ثقافت، لسان، علوم وفنون، ادارے ـــــ اجتماعی وراثت کی مثالیں ہیں ۔موجودہ نسل کی طرح گزشتہ نسلوں کی خواہش رہی ہے کہ ان کا سماجی وثقافتی اور علمی ورثہ نئی نسل کو منتقل ہو۔ ہر زبان بولنے والوں کی خواہش ہے کہ ان کی زبان پورے ادبی محاسن، حکمت وبصیرت کے ساتھ نئی نسل میں جاری رہے۔

مال وجائیداد کی منتقلی کے لئے قانونی وراثت کے علاوہ دنیا میں انفرادی واجتماعی، کئی اور وراثتیں بھی ہیں۔ ان میں ایک وراثت ـــــ علم ہے۔ اس اعتبار سے وراثت کی دو اقسام ہیں۔ دنیاوی مال ومتاع کی وراثت اور علم کی وراثت۔ یعنی مال کی طرح علم بھی بطور ورثہ منتقل ہوتا ہے۔ لیکن علم چاہے دنیاوی ہو یا روحانی، ایسی وراثت ہے جو مادی وراثت کی طرح تقسیم یا منتقل نہیں ہوتی۔ علم کے ورثہ پر قانونی وارث کی طرح محض رشتہ کی بنیاد پر کسی کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ علم کی منتقلی صلبی رشتے ناتے، وقت اور زمانہ کی قید سے بالاتر ہے۔ یہاں تک

کہ صدیوں بعد جو بھی، جس وقت اہلیت پیدا کر لے وہ وارث ہے۔ علم کے ورثہ کا حق دار بننے کے لئے استعداد اور اہلیت (حقیقی اولاد بننے) کی شرط پوری کرنا ہوتی ہے، اس کی منتقلی فکری یا ذہنی تعلق پر منحصر ہے۔

''مادی وسائل کی وراثت کا تعلق چوں کہ مادی زون اور جسم سے ہے لہٰذا اس کی منتقلی کے لئے مادی تعلق یعنی خونی رشتہ یا نکاح ہونا ضروری ہے، جب کہ نور اور روشنی پر مشتمل علم کی وراثت کا تعلق ذہن اور روح سے ہے لہٰذا علم کی منتقلی کے لئے بنیادی شرط ذہنی یا فکری تعلق کا قیام ہے۔''

علم انبیائے کرام کی میراث ہے۔ انبیائے کرام کی وراثت درہم و دینار اور مال ومتاع نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے بیٹا عطا فرما کہ وہ آل یعقوبؑ کا وارث بنے۔ وراثت ارض کے بھی یہی معنی ہیں جس کے لئے صلاحیت شرط ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''اور ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔'' (الانبیا:۱۰۵)

''صادق زمین کے وارث ہیں۔'' (زبور: ب۳۷:۲۹)

قرآن کریم کے مطابق زمین کے وارث صالح بندے ہیں یعنی وراثت ارضی کے لئے صالح بننے کی شرط لازم ہے۔ سوال یہ ہے کہ انبیائے کرام کا ورثہ کون سا علم ہے اور اس کے حصول کے لئے صالح بننے کی اہلیت کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے ــــــ؟

کسی ادارہ، ملک یا بینک کی ملازمت یعنی مینیجنگ ڈائریکٹر بننے کے لئے مخصوص علم سیکھنا ضروری ہے۔ پھر اس علم کی روشنی میں ادارہ کا انتظام و انصرام اس طرح کرنا کہ مالک کی مرضی ومنشا کے مطابق زیادہ سے زیادہ نتائج حاصل ہوسکیں۔ یہاں علم ایسی صلاحیت ہے جس کو استعمال کر کے زیادہ نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں لیکن اس سے زیادہ اہم صلاحیت مالک کی مرضی اور منشا کے مطابق علم کا استعمال ہے۔

اللہ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنایا، انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا تو فرشتوں نے پتلے کی صفات دیکھ کر فرمایا کہ یہ زمین میں فساد اور خون خرابہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ خالق کائنات نے پتلے میں اپنی روح ڈالی اور اسے خلیفہ فی الارض کے منصب پر فائز کرنے کے لئے درکار علم یا صلاحیت ''علم الاسما'' سکھا دیا۔ حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ اس علم کا مظاہرہ کرو۔ انہوں نے تخلیقی علوم کا مظاہرہ کیا۔ فرشتوں اور دیگر مخلوقات نے مظاہرہ دیکھا تو فوراً آدمؑ کی حاکمیت کو تسلیم کر لیا اور اعتراف کیا کہ ہمارے اندر یہ صلاحیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کائنات کے حاکم اور بادشاہ ہیں۔ نوع آدم کو اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا ہے اور کائنات کے تخلیقی علوم آدم کی روح میں ودیعت فرما دیئے۔ اللہ کی مرضی اور منشا کے مطابق روح عمل کرتی ہے۔ قرآن کریم علم الاسما کی

دستاویز ہے۔یعنی تخلیقی فارمولوں کا علم پورے معنی و مفہوم،حقیقت وحکمت کے ساتھ ہماری روح میں ریکارڈ ہے ۔تمام انبیائے کرام اور ان کے وارثین اولیاء اللہ، علم الاسماکےامین ہیں۔

جنت میں نافرمانی کے بعدنوع آدم پر نافرمانی کے حواس غالب آگئے اورزمین پر بھیج دیئے گئے۔

''ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ،تم ایک دوسرے کے دشمن ہواورتمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنااورگزربسر کرنا ہے۔'' (البقرۃ:۳٦)

نافرمانی کے حواس کو مادی حواس کہتے ہیں جب کہ روح کے حواس —— لاشعوری،روحانی اورفرماں برداری کے حواس ہیں۔شعوری حواس نافرمانی کے نتیجہ میں مظہر بنے،لہٰذا غلطی،من مانی،اللہ کی مرضی کے خلاف عمل کرنے اورتکبر کی صفات ہونے کی وجہ سے یہ حواس اللہ سے دوراورشیطنت سے قریب کرتے ہیں۔

انبیائے کرام کی تعلیمات یہ ہیں کہ کائنات میں دوطرز فکر کام کر رہی ہیں۔ ایک طرز فکر اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے،جسے اللہ تعالیٰ نے رحمانی طرزفکر،پیغمبرانہ یا صالح طرزفکر کا نام دیا ہے۔دوسری طرز اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے جس میں سرکشی،بغاوت،عدم تحفظ، عدم تعمیل،کفران نعمت،ناشکری،جلدبازی،شک،بے جاتنقید،خوف اوروسوسوں کا ہجوم ہے۔

شخصیت طرز فکر سے تعمیر ہوتی ہے۔طرز فکر میں پیچیدگی،شک اورخوف ہےتو کردار بھی پر پیچ بن جاتا ہے۔راست اور صالح طرزفکر کے حامل شخص کا کردار اللہ کے چاہنے کے مطابق ہوتا ہے۔سطحی طرزفکر کا حامل شخص غوروفکرنہیں کرتا،نتیجہ میں حقیقت سے نابلد رہتا ہے۔سوچ اورفکرکوبچپن سے رحمانی طرزوں کے مطابق تربیت کر کے صالح نہ بنایا جائے یعنی زندگی کا مقصداللہ سے واقفیت نہ ہوتو بچہ ماحول اورمعاشرہ سے غیررحمانی یعنی شیطانی طرزیں سیکھ لیتا ہے۔بقیہ زندگی کے تمام اعمال اسی سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

بندہ کا اصل ورثہ،طرزفکر ہے جواس نے اپنی زندگی میں اختیار کیا اور اس طرزفکرکو وہ آگے منتقل کرنا چاہتا ہے۔بچہ کی تربیت کی جاتی ہےتو رحمانی طرزوں کے مطابق تربیت کے مراحل سے گزارنے کا رواج نہیں ہےجس کی وجہ سےشخصیت اورکردارمیں خلا پیدا ہوتا ہے اورزیادہ سے زیادہ دنیا اکٹھی کرنا مقصد حیات بن جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا اس لئے ہے کہ یہاں رہ کراللہ سے واقف ہوں۔کوئی بھی علم سیکھیں،اس کے محرکات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت تلاش کریں تو خالق کائنات سے ذہنی ربط قائم ہوجاتا ہے۔

''یقیناً احسان کیا اللہ نے مومنوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا،جوان پراس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے،ان کا تزکیہ کرتا ہے،انہیں کتاب کا علم سکھاتا ہےاورحکمت عطا کرتا ہےحالاں کہ اس سے پہلے یہ کھلی گمراہی میں تھے۔'' (اٰل عمران: ١٦٤)

آخری الہامی کتاب قرآن کریم انسان کے لئے روحانی ورثہ ہے۔ زمین پر خلافت کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے قوانین فطرت کا علم سیکھنا ضروری ہے اور فطرت کے قوانین اس وقت تک آدمی پر آشکار نہیں ہوتے جب تک کہ طرزِ فکر صالح نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ رحمانی یا صالح طرزِ فکر کیسے حاصل کی جائے؟

مشاہدہ ہے کہ بچہ عمر کے ابتدائی چار سالوں میں قلم کاپی کے بغیر نہ صرف مادری زبان سیکھ لیتا ہے بلکہ ماحول میں رائج سوچ، لب ولہجہ اور عادات و اطوار سیکھتا ہے۔ سولہ سال تک ماحول اور معاشرہ میں رائج قدریں پختہ ہو کر عقیدہ بن جاتی ہیں۔ ذہن اس قابل نہیں رہتا کہ تجزیہ کر سکے۔ بقیہ زندگی اسی طرزِ فکر کے مطابق بسر کرتا ہے اور عقائد ضرب در ضرب ہوتے جاتے ہیں۔ بچہ کی بنیادی ضروریات کے کفیل ماں باپ ہیں۔ کفالت کا تعلق بچہ کے اپنے ذہن سے قطعاً نہیں ہوتا بلکہ والدین سے اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ یہ تعلق زبان، طرزِ فکر اور علم کی منتقلی کا ذریعہ بنتا ہے۔

رحمانی طرزِ فکر حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم میں غور وفکر، اسوۂ حسنہ پر عمل اور انبیائے کرام کے وارث روحانی طرزِ فکر کے حامل استاد سے نسبت وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے طالب علم کی سوچ روحانی طرز میں تبدیل ہوتی ہے۔ جس طرح ماں بچہ کو پیٹ میں رکھ کر پرورش کرتی ہے اور عالمِ دنیا میں پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے، اسی طرح شاگرد یا مرید اپنے مرشد کی روحانی اولاد ہے۔ وہ مرید کی دینی، دنیاوی، روحانی ہر طرح کی کفالت کرتا ہے جس سے استاد کا ذہن شاگرد کو منتقل ہوتا ہے۔ مرشد تربیت سے مرید کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیتا ہے کہ سب کا کفیل اللہ ہے۔ رفتہ رفتہ ذہن آزاد ہو جاتا ہے اور تمام ضروریات اور احتیاج اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہو جاتی ہیں۔

روحانی باپ کا ورثہ صالح طرزِ فکر اور علم لدنی ہے۔ طالب علم کا ذہن واحد ہستی اللہ کے ساتھ جوڑنے کے لئے استاد محبت و شفقت کے ساتھ تربیت کرتا ہے۔ ذہن اللہ کی طرف یکسو کرنے کے لئے اسباق، ذکر، غور وفکر، قواعد وضوابط اور اسوۂ حسنہ کی پابندی کرواتا ہے۔

حقیقت پسند طرزِ فکر ہر آدمی کے اندر موجود ہے لیکن ہر آدمی اسے استعمال نہیں کرتا۔ آدمی دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی غیر حقیقی باتوں کو اصل اور حقیقی سمجھتا ہے۔ سالک جب راہ سلوک میں قدم رکھتا ہے تو مرشد کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے سے والدین اور معاشرہ سے ملی ہوئی غیر حقیقی طرزِ فکر تبدیل ہو کر حقیقت میں ڈھلتی ہے۔ تعمیل حکم میں ذوق وشوق کی مناسبت سے استاد کا ذہن منتقل ہوتا رہتا ہے۔ وہ کیئر آف اللہ سوچتا ہے اور دوسروں کا خیر خواہ بن جاتا ہے۔ اس مقام پر استاد و شاگرد، دونوں کی طرزِ فکر ایک ہو جاتی ہے۔

تربیتی سفر میں شاگرد کی نظر مرشد کی جائیداد یعنی روحانی علم پر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اسے تصور شیخ میں گم رہنا چاہیئے، اس بچہ کی طرح جس کی کل کائنات ماں باپ ہوتے ہیں۔

من تو شدم تو من شدی،
من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں،
من دیگرم تو دیگری

ترجمہ: میں تو ہو جاؤں، تو میں ہو جا، میں تیرا جسم بن جاؤں تو میری جان بن جا تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے میں اور ہوں اور تو اور ہے۔

اگر اولاد کے لئے باپ کی جائیداد (علم) اہم ہو لیکن باپ کو اہمیت نہ دے تو وہ سعادت مند نہیں۔ آج من حیث القوم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کے عطا کردہ وسائل اور نعمتوں کو تو اہمیت دیتے ہیں، استعمال کرتے ہیں لیکن رحمانی طرز فکر اختیار نہیں کرتے۔

''پھر جانشین ہوئے ان کے بعد ایسے ناخلف جنہوں نے کھو دی حقیقت صلوٰۃ کی اور پیروی کرنے لگے اپنی خواہشات کی۔ سو عنقریب دو چار ہوں گے گمراہی کے انجام سے۔'' (مریم:۵۹)

ایک دوست نے عظیمی صاحب سے پوچھا کہ مراد اپنے مرید میں کیا دیکھتا ہے یعنی روحانی طالب علم کی assessment کیسے ہوتی ہے؟

فرمایا: مرشد دو باتیں دیکھتا ہے۔

۱۔ ذہن کتنا یک سو ہوا ۲۔ طرز فکر کتنی بدلی

اس کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا۔ پھر فرمایا، ذہن کی یک سوئی اور طرز فکر کی تبدیلی کے لئے اسباق کی پابندی اور اسوۂ حسنہ پر عمل ضروری ہے۔

جس طرح کا کردار اختیار کیا جاتا ہے، اس کے مطابق سوچ بن جاتی ہے۔ مادی خواہشات پر مبنی ذہن کا نتیجہ ___ حادثات، رکاوٹوں، تکلیفوں اور بیماریوں کی شکل میں آتا ہے۔ قانون کے مطابق ورثہ کے ساتھ طرز فکر بھی منتقل ہوتی ہے بلکہ طرز فکر ہی ورثہ ہے، ایسے باپ کی موت کے بعد جائیداد حاصل کرنے والی اولاد کو باپ کی سزا یا جزا بھی منتقل ہوتی ہے۔ ذہنی و روحانی تعلق جتنا مضبوط ہوتا ہے، طرز فکر رحمانی طرزوں کے مطابق ڈھلتی رہتی ہے اور علم و حکمت منتقل ہوتے ہیں۔

وارث = نسبت و تعلق کا قیام + رحمانی طرز فکر + علم و حکمت

قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اپنے ربط و تعلق یعنی نسبت کی حفاظت کرتے ہیں، وہ لوگ علم کے وارث ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''اور تمہیں کیا خبر کہ سجین کیا ہے؟ ایک لکھی ہوئی کتاب (ریکارڈ) ہے۔ اور تمہیں کیا خبر کہ علیین کیا ہے؟ ایک لکھی ہوئی کتاب (ریکارڈ) ہے۔''

(المطففین: ۸-۹، ۱۹-۲۰)

اللہ تعالیٰ نے علیین اور سجین کا ذکر فرما کر اعلیٰ زندگی اور اسفل زندگی کی حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ زندگی کے دونوں رخ ویڈیو فلم ہیں۔

PRIME PACK INDUSTRIES

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

C-21, S.I.T.E
Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

حضرت الیسع علیہ السلام

لوگ زیادہ تھے اور روٹیاں اور اناج کم تھا، اس نے پوچھا: کیا اتنی کم روٹیاں اور اناج سو آدمیوں کے سامنے رکھ دوں؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اس تھوڑے سے اناج سے سو آدمی کھائیں گے اور پھر بھی باقی بچے گا۔

مصر سے ہجرت کرکے اسرائیلی قبائل جب فلسطین میں آباد ہوئے تو ان کی سلطنتیں قائم ہوتی چلی گئیں۔ جغرافیائی اعتبار سے فلسطین دو عظیم الشان سلطنتوں میں تقسیم ہوگیا۔ جنوبی سلطنت یہوداہ اور شمالی سلطنت اسرائیل کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسرائیلی حکومت 220 سال تک قائم رہی۔ 220 سال میں 30 بادشاہوں نے حکومت کی۔

حضرت الیسعؑ کی شخصیت انتہائی پرکشش، پروقار اور بارعب تھی۔ اعلیٰ لباس زیب تن کرتے تھے۔ بال کٹے ہوئے اور سنورے ہوئے رہتے تھے۔ ہاتھ میں عموماً عصا ہوتا تھا۔ طبیعت میں سادگی اور بے نیازی تھی۔ ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔ دن بھر کھیتوں میں ہل چلاتے اور راتوں کو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت الیسعؑ حضرت الیاسؑ کے وصال کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت الیاسؑ جبل حورب کے ایک غار میں عبادت کرنے کے بعد دمشق واپس جارہے تھے کہ ابیل محولہ کے ایک کھیت میں حضرت الیسعؑ کو ہل چلاتے دیکھا۔ آپ حضرت الیسعؑ کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی چادر حضرت الیسعؑ کے کندھوں پر ڈال دی۔ حضرت الیسعؑ گھر بار، کھیتی باڑی اور بستی چھوڑ کر حضرت الیاسؑ کے ساتھ رہنے لگے۔ حضرت الیسعؑ حضرت الیاسؑ کی تربیت میں سات سال رہے۔ سات سال کے بعد واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے اور خدمت خلق اور تبلیغ دین میں مصروف ہوگئے۔ آپ وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں میں وحدانیت کا پرچار کرتے تھے۔ دین حق کی تبلیغ و ترویج کے سلسلہ میں قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر پھرتے رہتے تھے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

''اور اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ اور ان سب کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔'' (الانعام:۸۶)

''اور ذکر کرو اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا، ان میں سے ہر ایک تھا خوبی والا۔''   (صٓ:۴۸)

معجزات: حضرت الیسعؑ کی ذات سے صادر ہونے والے بے شمار معجزات ہیں۔عہد نامہ قدیم کتاب سلاطین-۲ میں آپ کے معجزات اور آپ کی پیشین گوئیاں اس طرح بیان ہوئی ہیں۔

ایک روز اہل یریحو نے حضرت الیسعؑ سے چشمہ کے کھارے پانی کی شکایت کی۔آپ نے فرمایا کہ ایک نئے پیالہ میں نمک ڈال کر لے آؤ۔لوگ پیالہ میں نمک ڈال کر لے آئے۔آپ نے کھارے پانی کے چشمہ میں یہ نمک ڈال دیا اور دعا فرمائی۔چشمہ کا پانی شیریں ہوگیا۔

ایک دفعہ ایک عورت حضرت الیسعؑ کی خدمت میں گریہ وزاری کرتی ہوئی آئی۔اس نے بتایا کہ شوہر کے انتقال کے بعد قرض خواہ قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں میرے دونوں بیٹوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت الیسعؑ نے فرمایا: گھر میں کچھ ہے؟ عورت نے کہا: ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: پڑوسیوں سے خالی برتن ادھار لے کر ان برتنوں میں تیل انڈیلنا شروع کردو۔ جب تمام برتن بھر جائیں تو انہیں بیچ کر قرض ادا کردو اور جو باقی بچے اس سے گزر اوقات کرو۔عورت نے حسب ارشاد عمل کیا۔تیل میں اتنی برکت ہوئی کہ پڑوس کے تمام برتن بھر گئے اور اس نے قرض ادا کردیا۔

حضرت الیسعؑ جب شونیم (Shunem) پر مقیم تھے تو ایک دولت مند خاتون روزانہ آپ کی دعوت کرتی۔ اس نے آپ کے آرام کی خاطر اپنے گھر سے متصل ایک کمرا بھی بنوادیا۔حضرت الیسعؑ جب بھی شونیم آتے اس کے گھر قیام فرماتے۔ایک روز حضرت الیسعؑ نے اپنے خادم جیجازی کے ذریعے اس عورت کو بلوایا اور فرمایا:

اس خدمت کا کیا صلہ چاہتی ہو؟

عورت نے کہا: میرے پاس سب کچھ موجود ہے لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔حضرت الیسعؑ نے اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا: آئندہ موسم بہار میں تیری گود بھر جائے گی۔حضرت الیسعؑ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ نے اس عورت کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ وہ بچہ جب لڑکپن میں داخل ہوا تو ایک روز باپ کے ساتھ کھیت پر کام کرنے گیا۔کام کرتے ہوئے اچانک اس کے سر میں شدید درد ہوا۔درد اس قدر شدید تھا کہ اس کی تاب نہ لاکر مرگیا۔ ماں مردہ بچہ کو حضرت الیسعؑ کے کمرے میں لٹا کر آپ کی تلاش میں نکل گئی۔

آپ اس وقت کوہ کرمل پر مقیم تھے۔قدموں میں گر کر خاتون دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور بیٹے کے انتقال کی خبر سنائی۔آپ نے اپنے دوست کو اپنا عصا دیا اور کہا، یہ عصا لے جا اور مردہ لڑکے کے منہ پر رکھ دے۔دوست نے حسب ہدایت عمل کیا لیکن مردہ جسم میں جنبش نہیں ہوئی۔حضرت الیسعؑ خود لڑکے کے پاس تشریف لے گئے۔کمرا بند کرکے بارگاہ الٰہی میں دعا

کی۔لڑکے کے جسم میں حرکت ہوئی اور اسے سات چھینکیں آئیں اور وہ زندہ ہوکر بیٹھ گیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت الیسعؑ شونیم (Shunem) سے جلجال (Gilgal) تشریف لے گئے۔جلجال ان دنوں قحط میں تھا۔آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ اہل جلجال کے لئے لپسی (موٹے آٹے کا پتلا حلوا) پکاؤ۔ کچھ لوگ کھیت سے سبزیاں توڑ لائے۔ ان میں اندرائن (خربوزہ کی شکل کا ایک پھل جو دیکھنے میں خوب صورت اور ذائقہ میں انتہائی تلخ اور زہریلا ہوتا ہے) بھی شامل تھی جو کسی نے غلطی سے کھانے میں شامل کردی تھی۔ جب لوگ کھانا کھانے بیٹھے تو انہیں کھانا زہریلا ہونے کا احساس ہوا۔

حضرت الیسعؑ نے تھوڑا سا آٹا منگوایا اور اسے دیگ میں ڈال دیا۔کھانے کی کڑواہٹ اور زہریلا پن ختم ہوگیا اور لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ بعل سلیسہ سے ایک شخص آپ کی خدمت میں جو کی روٹیاں اور کچھ اناج لے کر آیا۔آپ نے دوست سے فرمایا کہ اسے لوگوں میں تقسیم کردے۔ چوں کہ لوگ زیادہ تھے اور روٹیاں اور اناج کم تھا،اس نے پوچھا: کیا اتنی کم روٹیاں اور اناج سو آدمیوں کے سامنے رکھ دوں؟

آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اس تھوڑے سے اناج سے سو آدمی کھائیں گے اور پھر بھی باقی بچے گا۔آپ کے ارشاد کے مطابق اس میں اتنی برکت ہوئی کہ لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

شاہ ارام (بادشاہ دمشق) کے لشکر کا سردار نعمان ایک عرصہ سے برص کے مرض میں مبتلا تھا۔نعمان کی کنیز نے حضرت الیسعؑ کا تذکرہ کیا۔اس زمانہ میں حضرت الیسعؑ سامریہ میں تھے۔نعمان چند لوگوں کے ہم راہ حضرت الیسعؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ ’’اس سے کہو کہ وہ دریائے یردن میں سات مرتبہ غوطہ لگائے۔‘‘ نعمان کو آپ کی باتوں کا یقین نہیں آیا اور وہ ناراض ہوکر واپس جانے لگا لیکن اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ حضرت الیسعؑ کی ہدایت پر عمل کر کے دیکھ لینا چاہیۓ۔نعمان نے دریائے یردن میں سات بار غوطہ لگایا۔ جب وہ باہر آیا تو برص (سفید داغ) کا مرض ختم ہوگیا تھا۔نعمان آپ کی خدمت میں بیش بہا تحائف لے کر حاضر ہوا۔آپ نے تحائف قبول کرنے سے انکار کردیا لیکن جیجازی نے لالچ کی بنا پر آپ کی اجازت کے بغیر تحائف قبول کر لیے۔ حضرت الیسعؑ کے استفسار پر جیجازی نے جھوٹ بولا، جس پر آپ نے اس کو اور اس کی نسل کو برص کی بددعا دی۔ جیجازی اسی وقت برص میں مبتلا ہوگیا۔

ایک دفعہ کچھ لوگوں نے حضرت الیسعؑ سے رہائشی پریشانی کی وجہ سے یردن جانے کی اجازت مانگی۔آپ نے اجازت دے دی۔ لوگ آپ کو بھی ساتھ لے جانے پر مصر ہوئے۔لہٰذا آپ بھی ان کے ساتھ تشریف

لے گئے۔ یردن پہنچ کر مکان کی تعمیر کے سلسلہ میں کچھ لوگ لکڑیاں کاٹنے جنگل کی طرف چلے گئے۔لکڑیاں کاٹتے ہوئے ایک شخص کی کلہاڑی دریا میں گر گئی۔ وہ التجا کرتا ہوا حضرت الیسعؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، کلہاڑی کس جگہ گری ہے؟ اس شخص نے جگہ کی نشان دہی کی۔ آپ نے درخت کی ایک ٹہنی کاٹ کر ڈال دی۔کلہاڑی تہہ آب سے سطح آب پر آ گئی۔

دمشق اور اسرائیل کی جنگ میں آپ شاہ اسرائیل کو شاہ ارام (دمشق) کی عسکری منصوبہ بندی سے آگاہ کرتے تھے۔اسرائیلی افواج آپ کی ہدایت اور راہ نمائی سے فتح یاب ہو جاتی تھیں۔ جب ایسا متعدد بار ہونے لگا تو شاہ ارام کے دل میں خدشہ لاحق ہوا کہ اس کی فوج میں شاہ اسرائیل کا جاسوس موجود ہے۔اس نے امراء و عمائدین کو بلا کر اپنے خدشہ کا اظہار کیا۔ان میں سے کسی نے کہا: نہیں میرے مالک! اے بادشاہ! بلکہ الیسعؑ جو اسرائیل میں نبی ہے تیری ان باتوں کو جو تو اپنی خلوت گاہ میں کہتا ہے شاہ اسرائیل کو بتا دیتا ہے۔

شاہ ارام نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور ایک عظیم الشان لشکر اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے روانہ کیا۔لشکر نے راتوں رات شہر کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت الیسعؑ کا دوست جب صبح اٹھ کر باہر نکلا تو شہر کے اطراف ارامی لشکر کو دیکھ کر پریشانی کے عالم میں حضرت الیسعؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا:

''خوف نہ کر کیوں کہ ہمارے ساتھ والے ان کے ساتھ والوں سے زیادہ ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی، اے خداوند اس کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ دیکھ سکے۔'' (عہد نامہ قدیم: سلاطین-۲، ب۶:۱۶)

دعا قبول ہوئی اور دوست کی باطنی نظر کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت الیسعؑ کے اردگرد فرشتوں کی فوج گھوڑوں اور رتھوں میں سوار ہے۔ ارامی لشکر جب حضرت الیسعؑ کی طرف بڑھا تو آپ نے فرمایا: ''اندھے ہو جاؤ''۔ ارامی فوج اندھی ہوگئی۔ آپ اندھی فوج کو لیے سامریہ چلے آئے اور وہاں دعا کی اور ارامی فوج کی بینائی واپس آ گئی۔ شاہ اسرائیل نے حضرت الیسعؑ سے ارامی فوج پر حملہ کی اجازت چاہی۔لیکن آپ نے کمال مہربانی اور شفقت سے اس کو منع کر دیا اور فرمایا: ''تو ان کو نہ مار۔ کیا تو ان کو مار دیتا ہے جو تیرے اسیر ہو جاتے ہیں؟ تو ان کے آگے روٹی اور پانی رکھ تا کہ وہ کھائیں پئیں اور اپنے آقا کے پاس واپس جائیں۔''

(عہد نامہ قدیم: سلاطین-۲، ب۶:۲۲)

شاہ اسرائیل نے حسب ارشاد عمل کیا اور ارامی فوج کو کھلا پلا کر واپس جانے کی اجازت دے دی۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بادشاہ بن ہدد (شاہ ارام) نے اپنی تمام تر عسکری قوت مجتمع کر کے سامریہ کا محاصرہ کرلیا۔محاصرہ اس قدر طویل اور سخت تھا کہ سامریہ میں قحط پڑ گیا۔ (قسط: ۱)

محفوظ خون

محفوظ خون سے مراد ایسا خون ہے جو ہر قسم کے وائرس، جراثیم، ادویہ کے ضمنی اثرات، الکحل اور دیگر خطرناک موروثی بیماریوں سے پاک ہو۔ اچھی صحت، اچھے خون کی ضامن ہے۔ خون دینے کے لئے جنس، مذہب اور ذات کی کوئی قید نہیں، بس خون صاف اور محفوظ ہونا چاہیئے۔

عالمی ادارۂ صحت کے زیر اہتمام ہر سال 14 جون کو "ورلڈ بلڈ ڈونر ڈے" منایا جاتا ہے۔ ہر سال اس دن کو منانے کا مقصد عوام الناس کو محفوظ انتقال خون کی افادیت سے آگاہ کرنا، رضا کارانہ طور پر خون دینے والوں کی خدمات کا اعتراف اور لوگوں میں خون عطیہ کرنے کا شعور پیدا کرنا ہے۔

خون کے گروپوں کا نظام کارل لینڈ اسٹینر نے دریافت کیا تھا۔ کارل لینڈ 14 جون 1868ء کو پیدا ہوا تھا اس لئے اسے خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ہر سال مذکورہ تاریخ کو بلڈ ڈونر ڈے منایا جاتا ہے۔

خون سرخ رنگ کا سیال ہے جو رنگ و نسل، رتبہ اور مذہب کی تفریق کے بغیر ہر فرد کے جسم میں رواں ہے۔ تحقیق کے مطابق ایک صحت مند خاتون کے جسم میں ساڑھے چار سے پانچ لیٹر اور مرد کے جسم میں ساڑھے پانچ سے چھ لیٹر خون پایا جاتا ہے۔ طبی ماہرین خون کو چار حصوں سرخ ذرات، سفید ذرات، پیلے ذرات (پلیٹیلیٹس) اور پانی (پلازما) میں تقسیم کرتے ہیں۔ سب کا مختلف کام ہے جیسا کہ سرخ ذرات جسم کو آکسیجن فراہم کرکے کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔ سفید ذرات سے مدافعتی نظام بحال رہتا ہے اور پیلے ذرات خون میں جمنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں اور خون کا اخراج روکنے میں معاون ہیں جب کہ پلازما خون کو مائع حالت میں رکھتا ہے۔

خون کا نعم البدل نہیں۔ کسی فرد میں خون کی کمی واقع ہوتی ہے تو اسے خون کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے جسے انتقال خون کہتے ہیں۔ انتقال خون کی تاریخ کی بات کی جائے تو 15 جون 1667ء کو پہلی بار طب اور سرجری کی تاریخ میں کسی فرد کو خون دینے کا کام فرانسیسی محقق جان باپسٹ ڈینس نے انجام دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اس سے قبل یورپ میں خانہ جنگی کے دوران ایک فرانسیسی نے انتقال خون کی پہلی کوشش کی

لیکن کوشش کام یاب نہ ہوسکی کیوں کہ اس وقت تک خون کے گروپ دریافت نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے ذیلی مثبت اور منفی اجزا کا علم تھا۔

خون کے حوالہ سے تحقیق کا دائرہ وسیع ہوا تو خون کے گروپ، دیگر عوامل اور ان میں مطابقت کی وضاحت ہوئی۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ کون سے گروپ والا خون کس گروپ کو عطیہ کیا جاسکتا ہے تاکہ انتقال خون سے متعلقہ فرد کے جسم میں کوئی ردعمل نہ ہو۔

1921ء میں دنیا کی پہلی بلڈ ڈونر سروس کا آغاز ہوا، یہ سروس برطانوی ریڈ کراس کے ایک عہدہ دار نے شروع کی تھی۔ بعد ازاں اسے 1926ء میں عالمی تنظیم "ریڈ کراس" کا شعبہ بنادیا گیا۔

1925ء میں انتقال خون کے اثرات جاننے کے لئے ماسکو میں ایک انسٹیٹیوٹ کا قیام عمل میں آیا۔ 1930ء میں روسی محقق سرگئی یوڈن نے ایک تجربہ کے دوران ساٹھ سالہ فرد کا خون جو ایک حادثہ میں ہلاک ہوچکا تھا، 12 گھنٹے کے اندر ایک نوجوان کے جسم میں منتقل کیا۔ نوجوان نے اپنی دونوں کلائیاں کاٹ کر خودکشی کی کوشش کی تھی۔

یوڈن نے نکولائی اسکلیفوسووسکی انسٹیٹیوٹ میں دنیا کا پہلا خون بینک قائم کیا اور چند برسوں میں سوویت یونین کے کونے کونے میں اس کی شاخوں کا جال بچھادیا۔

فریڈرک ڈوران نے ہسپانوی جنگ کے دوران یورپ کا پہلا خون بینک قائم کیا۔

کینیڈین ڈاکٹر نارمن بیتھون نے اس کام کو آگے بڑھاتے ہوئے خون بینک کی موبائل وین کا نظام متعارف کرایا۔ ان وینوں میں خون کو دیر تک کارآمد رکھنے کے آلات بھی نصب کئے گئے۔

1939ء میں ایک امریکی ڈاکٹر فلپ نے خون میں اینٹی باڈی کا موروثی طور پر منتقل ہونا دریافت کیا۔ وہ ڈاکٹر کارل لینڈ کا معاون تھا۔ 1940ء میں ڈاکٹر ایڈون کوہن نے خون کے مختلف حصوں مثلاً پلازما اور سرخ خلیوں کو علیحدہ اور محفوظ کرنے کے طریقے دریافت کئے۔ اس کے بعد 1943ء میں ڈاکٹر پال بیسن نے اپنی تحقیق میں انکشاف کیا کہ اگر کوئی فرد ہیپاٹائٹس سے متاثر ہے اور وہ کسی کو خون عطیہ کرے تو خون کے ساتھ اپنا مرض بھی منتقل کردیتا ہے۔

اس کے بعد سے محفوظ عطیۂ خون کے شعور میں اضافہ ہوا۔ 1950ء میں ڈاکٹر کارل والٹر نے خون کی بوتلوں کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال شروع کیا۔

آدمی میں قدرتی طور پر تین بوتل اضافی خون ذخیرہ ہوتا ہے جس سے ایک تن درست فرد ہر تیسرے ماہ خون کی بوتل عطیہ کرسکتا ہے اور صحت پر کوئی منفی اثرات بھی مرتب نہیں ہوتے بلکہ مزید بہتری پیدا ہوتی ہے۔ نیز کولیسٹرول بھی قابو میں رہتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ جو فرد خون عطیہ کرتا ہے وہ موٹاپے کا شکار ہوتا ہے نہ

اسے کوئی مرض آسانی سے شکار بنا سکتا ہے۔ تاہم اس ضمن میں خون کی محفوظ منتقلی نہایت اہم ہے۔

محفوظ خون سے مراد ایسا خون ہے جو ہر قسم کے وائرس، جراثیم، ادویہ کے ضمنی اثرات، الکحل اور دیگر خطرناک موروثی بیماریوں سے پاک ہو۔ اچھی صحت، اچھے خون کی ضامن ہے۔ خون دینے کے لئے جنس، مذہب اور ذات کی کوئی قید نہیں، بس خون صاف اور محفوظ ہونا چاہیئے۔

اگر آپ کی عمر 18 سے 65 برس کے درمیان ہے اور وزن 50 کلو یا اس سے زائد ہے اور آپ کسی مرض میں مبتلا نہیں، تو بلا جھجک خون دے سکتے ہیں تاہم یہ خیال رہے کہ خون دینے سے تقریباً دو چار گھنٹے قبل کچھ کھایا پیا ہو۔ ایسے افراد ہر تین ماہ بعد خون دے سکتے ہیں۔

حاملہ خواتین زچگی کے آٹھویں برس کے بعد خون دینے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان میں محفوظ انتقال خون میں بے شمار رکاوٹیں ہیں۔

مثلاً جب کوئی فرد خون عطیہ کر رہا ہو تو اس سے مختلف سوالات کے ذریعے جانچ نہ ہونا، خون کی جانچ کے اخراجات، غیر تربیت یافتہ عملہ وغیرہ جیسی رکاوٹیں آڑے آجاتی ہیں۔

یاد رہے کہ ضروری سوالات میں عمومی صحت، بیماریوں کی موجودگی، ادویہ کا استعمال، غیر محفوظ جگہوں پر جانا اور جسمانی اعضا چھدوانا وغیرہ شامل ہیں۔

تمام تفصیلات کے بعد حتمی رپورٹ پر ایسے عطیہ دہندگان کو علیحدہ کرلیا جاتا ہے جو زیادہ منفی اور نقصان دہ سرگرمیوں میں ملوث رہے ہوں۔ جب کہ منتخب شدہ عطیہ دہندگان کے خون کی سب سے پہلے اسکریننگ کی جاتی ہے تاکہ پانچ مہلک بیماریوں ہپاٹائٹس سی، ہیپاٹائٹس بی، ایچ آئی وی ایڈز، ملیریا اور سفلس (آتشک) کی تشخیص ہو سکے۔ اس کے بعد ہی خون مریض تک پہنچ پاتا ہے۔

اگر ان مراحل میں کوتاہی برتی جائے تو پھر بیماریوں کے وائرس مریض کے جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح پہلے سے بیمار شخص کے جسم میں دوسرے فرد کا مرض بھی منتقل ہو جاتا ہے۔

اگر کسی فرد کو انتہائی ضرورت کے تحت خون لگوایا جا رہا ہو تو بعض اوقات خون میچ نہ ہونے کی صورت میں جو علامات ظاہر ہوتی ہیں ان میں بخار، بے چینی، کپکپاہٹ، سر درد، متلی، قے اور نبض کی رفتار میں اضافہ شامل ہیں جس سے پیچیدگی ہوتی ہے۔ بعض مریضوں کو الرجی بھی ہو جاتی ہے اور سانس لینے میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ ردعمل شدید ہو تو گردے بھی ناکارہ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا کسی کو خون عطیہ کرتے ہوئے ان تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے تاکہ مریض جو پہلے ہی مرض کا شکار ہے، اس کا جسم مزید عوارض کی آماج گاہ نہ بنے۔

باولی کھچڑی

قارئین! سدھ بدھ ہونا اچھی بات ہے لیکن سدھ بدھ کا تابع ہونا، داناؤں کے نزدیک — نادانی ہے۔ باولی کھچڑی سے مراد کھوکر پانا ہے۔ دودھ کھویا تو کھویا پایا — عمر کھوئی، تجربہ آیا۔ آنے جانے، کھونے اور پانے میں جو کھچڑی پکتی ہے، وہ زندگی کا حاصل بن جاتی ہے۔ بڑوں کا قول ہے، گھی کہاں گیا کھچڑی میں اور کھچڑی گئی پیاروں کے پیٹ میں۔ آپ بھی اس کھچڑی میں حصہ دار بن سکتے ہیں۔

کسی محفل میں نوجوان خوب صورت خاتون نے بلند آواز سے کہا، خوب صورت مردوں کو اپنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی۔ یہاں پر ہی دیکھ لیجئے، سب سے زیادہ خوب صورت مرد کو اپنے کالر کی پرواہ نہیں کہ درست کرلے۔ اس کے ساتھ ہی ایک درجن مردوں کے ہاتھ ان کی گردن تک پہنچ گئے۔ (طوبیٰ۔کراچی)

بادشاہ محمد شاہ، حقہ پیتے تھے۔ایک دفعہ وزیر نے کہا، حضور نے حقہ کو جو اتنا منہ سے لگایا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا: اس میں یہ وصف ہے کہ بے پوچھے نہیں بولتا۔ (علینہ۔لاہور)

ملا نصرالدین کے ہاں دعوت تھی۔ پڑوسی سے برتن مانگ کر لائے۔ جب برتن واپس کئے تو ہر برتن کے ساتھ چھوٹا زائد برتن بھی دیا۔ پڑوسی نے حیران ہو کر پوچھا، یہ کیا ہے؟

ملا نے کہا آپ کے برتنوں نے بچے دیئے ہیں۔ پڑوسی نے برتن رکھ لئے۔

کچھ دنوں بعد ملا نے اسی پڑوسی سے پھر کچھ برتن مانگے۔ اس نے خوشی خوشی دے دیئے۔ کئی دن گزر گئے۔ پڑوسی نے برتنوں کا تقاضہ کیا تو ملا نصرالدین نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا — وہ مرگئے۔

پڑوسی نے تعجب سے پوچھا، برتن کب سے مرنے لگے؟ ملا نصرالدین نے کہا، کیوں نہیں! اگر برتن بچے دے سکتے ہیں تو مر بھی سکتے ہیں۔ (رافع احمد، مری)

کنہیا لال کپور نے کسی شخص سے خفا ہوتے ہوئے کہا، میں تو آپ کو شریف آدمی سمجھا تھا۔

وہ شخص برہم ہوا اور بولا، میں بھی آپ کو شریف آدمی سمجھا تھا۔ کنہیا لال کپور نے سنجیدگی سے کہا، آپ ٹھیک سمجھے، غلطی مجھ سے ہوگئی۔ (صدف کنول۔کراچی)

HOPE FOR INFERTILE COUPLES
AUSTRALIAN CONCEPT
INFERTILITY MEDICAL CENTER
Established Since 1998
THE LEADING IVF INSTITUTE OF PAKISTAN
CONSUMERS CHOICE AWARD 2016
Pearl Continental Hotel, Karachi
IAF
the most Precious gift life has to offer
پاکستان کا 1st ISO 9001:2015 سرٹیفائڈ IVF سینٹر، سب سے بڑے برانچ نیٹ ورک کے ساتھ
IVF خدمات میں 18 سال کا تجربہ اور کامیاب کیسز کی شرح میں مسلسل اضافہ
PGD (پری امپلانٹیشن جینیٹک ڈائیگنوسز) برائے فیملی بیلنسنگ دستیاب ہے
پاکستان کا پہلا کامیاب FET (فروزن ایمریو ٹرانسفر) پروسیجر
ورلڈ ریکارڈ، میل اِن فرٹیلیٹی کا 29 سال بعد کامیاب علاج
ورلڈ کلاس IVF لیب Primo Vision TM Time-Lapse Embryo Monitoring System کے ساتھ
ایک ہی چھت کے نیچے مکمل IVF علاج
Australian Scientists کی جانب سے غیر جانب دار طور پر کوالٹی کی ضمانت
PGD
برائے فیملی بیلنسنگ دستیاب ہے
GET A FREE Consultation
Dr. Syed Sajjad Hussain
3 time Winner of Consumers Choice Award for "Best Infertility Medical Centre" in Pakistan
We constantly strive to achieve better results. We make no compromises when it comes our patients' health and desires.
KARACHI 32-A, Block-5, Rojhan Street, Near Bilawal Chowrangi, Kehkashan, Clifton, Karachi,
LAHORE 116-A, Babar Block, Garden Town, Model Town Link Road, Lahore
ISLAMABAD 3rd Floor, Aklas Plaza, G/10 Main Markaz, Behind Babri Masjid, Sawan Road, Islamabad
HYDERABAD | LARKANA | SUKKUR | QUETTA | FAISALABAD | GUJRANWALA | MULTAN
UAN: 0304-111-2229 (BABY)
facebook.com/australianconcept web: www.acimc.org | email: info@acimc.org

Since 1990
MOTOLUX
INDUSTRIES

GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

بند اور کھلی آنکھوں سے دیکھنا

آنکھ میں دیکھنے کی وسعت وہ نہیں ہے جو چشمہ لگانے سے بڑھ جاتی ہے۔ براہ راست طرز میں اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ دیکھنے کی صلاحیت میں عینک میں فکس گلاس کی وجہ سے اضافہ ہوا۔ یعنی دیکھنے والے نے براہ راست نہیں دیکھا، عینک میں لگے ہوئے شیشہ کے دیکھنے کو دیکھا۔

عام مشاہدہ ہے کہ ٹی وی یا ریڈیو کی اطلاعات کو براڈ کاسٹنگ اسٹیشن سے دور دراز علاقوں تک نشر کرنے کے لئے لطیف ترین لہروں میں لپیٹا جاتا ہے یا ان میں یہ لطیف ترین لہریں جمع کردی جاتی ہیں جسے سائنسی زبان میں موڈیولیشن کہتے ہیں۔

یہ لہریں ٹرانسمیٹر میں لپیٹی جاتی ہیں جب کہ ریڈیو یا ٹی وی پر وصول کرنے کے لئے ان لطیف ترین لہروں کی نفی کردی جاتی ہے جسے سائنسی زبان میں ڈی موڈیولیشن کہتے ہیں۔ اس طرح تغیر کے بغیر اصل اطلاع ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہوتی ہے۔ ہبل دوربین میں اطلاعات کی ترسیل کے لئے جن لطیف لہروں کا استعمال ہوتا ہے ان میں مرئی شعاعیں، بالائے بنفشی شعاعیں، ایکس ریز اور گیما شعاعیں شامل ہیں۔ ہبل دوربین کے مرکزی نقطۂ ارتکاز پر موجود کیمرے کی آنکھیں دہرے انعکاس کی حامل روشنیوں میں اطلاعات کے لئے حساس ہوتی ہیں۔ یعنی کیمرے کی حسی صلاحیت، متذکرہ بالا روشنیوں کے اندر لپٹی اطلاعات کو محسوس کرتی ہے اور معنی پہنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مزید آسان الفاظ میں اس طرح لکھا جاسکتا ہے کہ کیمرے کی حسی صلاحیت، محدود خواص کے دائرہ کار یا specifications میں روشنی میں موجود اطلاعات کو مفہوم دیتی ہیں۔ یہ مفہوم فلکی دوربین کا ڈیٹا کہلاتا ہے۔ ماہرین اس ڈیٹا کو اہمیت دیتے ہیں مگر یہ سوال اپنی جگہ ہے کہ روشنی میں موجود اطلاعات کا جو مفہوم اخذ کیا گیا وہ حقیقت سے کتنا قریب ہے ـــ؟

ماہرین فلکیات وطبعیات کے رائج طریقہ کار اور باطنی علوم کے ماہرین کے طریقۂ مشاہدات میں ”فرق“ نظر آتا ہے۔ مشہود دونوں میں ایک ہے اور ناظر بھی ایک ہے ـــ لیکن نظر مختلف ہے۔ ماہرین فلکیات و طبعیات کے برعکس باطنی علوم کے ماہرین الگ حس نظر

شکل نمبر 9

آلہ بصارت	تنصیبی دورانیہ	فعالی طول موج	بصری چشمہ کا سائز
انسانی آنکھ	....	0.39-0.75 µm	0.01 m
اسپٹزر دوربین	2003	3-180 µm	0.85 m
ہبل دوربین STIS	1997	0.115-1.03 µm	2.4 m
ہبل دوربین WFC3	2009	0.2-1.7 µm	2.4 m
ہرشل دوربین	2009	55-672 µm	3.5 m
JWST دوربین	زیر تنصیب	0.6-28.5 µm	6.5 m

استعمال کرتے ہیں۔

اس تکنیکی عمل کو بار بار پڑھئے۔ مشاہدات کے حوالہ سے اہم قانون ہے ۔ یہ قانون شاہد، مشہود اور مشاہدہ کے مابین پایا جاتا ہے۔ یعنی دیکھنے والا، جس کو دیکھا جارہا ہے وہ اور دیکھنا۔ دیکھنے والا شاہد ہے، جس کو دیکھا جارہا ہے وہ مشہود ہے اور دیکھنے کا عمل یا نتیجہ مشاہدہ ہے۔ اس قانون کو باطنی علوم کے ماہرین حس، محسوس اور احساس کے درمیان تعلق سے بیان کرتے ہیں ۔ اس تعلق کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ جب علم شے کا ذکر ہوتا ہے، علم حاصل کرنے کے ذرائع زیر بحث آتے ہیں۔

ذرائع کے تسلسل میں ایک کڑی شعور ہے جس کا افہام و تفہیم میں بنیادی کردار ہے۔ وہ اس طرح کہ افہام و تفہیم سے حقیقت اور فکشن کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔ قلندر شعور کے تحت جو مشاہدات حاصل ہوتے ہیں ان میں تغیر نہیں ہے اس لئے کہ دیکھنے والے کی طرز فکر شک و شبہ سے پاک اور حقیقت سے روشناس ہے۔

مشاہداتی آلات کے ضمن میں حس، محسوس اور احساس کا قانون آئندہ مضامین میں بیان کیا جائے گا، انشاءاللہ۔

عمومی طور پر تاثر پایا جاتا ہے کہ دوربین کی طاقت کا تعین دور دراز اجسام کی انتہائی معدوم شبیہ کو بڑا اور واضح دکھانے میں ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ دور دراز اجسام سے جو روشنی قرب و جوار کو منور کرتی ہے وہ ٹکرا کر چہار سو پھیلتی ہے۔ ان میں سے جو شعاعیں دوربین میں نصب آئینہ و عدسہ تک پہنچتی ہیں وہ اول الذکر شے کے خدوخال سے لبریز ہوتی ہیں۔ ہدف سے فاصلہ کی مناسبت سے منعکس روشنیاں معدوم ہوتی جاتی ہیں اور ان میں پنہاں تفصیلات کم ہوجاتی ہیں۔ اس وجہ سے اگر بصری آلہ تک کم روشنی کی کرنیں اکٹھی ہوں گی تو تفصیلات کم اخذ کی جائیں گی۔

اس کے برعکس بصری آلات میں روشنی وصول کرنے والا نظام کثیر مقدار اکٹھی کرلے تو تفصیلات زیادہ اور واضح اخذ کی جائیں گی۔

یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جس کی وجہ سے ماہرین بڑے قطر کی دوربین استعمال کرتے ہیں۔ دوربین میں نصب آئینہ زیادہ سے زیادہ شعاعوں کی مقدار کو اپنے ماسکۂ خاص پر اکٹھا کرتا ہے جو عام آنکھ (تقریباً 0.01 میٹر) سے کئی گنا زیادہ ہے۔ شکل نمبر 9 دیکھئے۔ آئینہ کا رقبہ جتنا زیادہ ہوتا ہے، اسی مناسبت سے شے کی تفصیلات واضح ہوتی ہیں۔

ہبل کے آئینہ کا قطر 95 انچ بتایا جاتا ہے جب کہ ارضی دوربین کا زیادہ سے زیادہ قطر 400 انچ تک بنایا گیا ہے۔ غور طلب ہے کہ ارضی دوربین کے مقابلہ میں تقریباً چار گنا چھوٹے قطر کے باوجود ہبل کا جائے وقوع اس کی منفرد صلاحیت ہے۔

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ہبل کا مشاہدہ ارضی دوربین کے مقابلہ میں ارضی ماحولیاتی یا فضائی آلودگی سے پاک ہے۔ پرائمری و ثانوی آئینہ سے گزرنے کے بعد شبیہ کا جو تاثر بنتا ہے اسے ہبل میں موجود دیگر سائنسی الیکٹرانک آلات اپنی فعالیت کے دائرہ کار میں جانچ پڑتال کر کے مطلوبہ ڈیٹا مہیا کرتے ہیں۔ ان آلات کے چار بڑے حصے ہیں جو موصول شدہ شبیہ کو چار مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ زاویے دراصل چار مختلف فعالیت کی آنکھیں ہیں جو منعکس روشنی کو چار آنکھوں سے دیکھتی ہیں۔ ان کی فعالیت کا دائرہ کار بالترتیب مرئی شعاعیں، بالائے بنفشی شعاعیں، ایکس ریز اور گیما شعاعوں پر مشتمل ہے۔

چہار چشمی ہبل دوربین کے آلات کا مفصل ذکر:

ا۔ عرضی میدانی کیمرا جسے WFC 3 بھی کہا جاتا ہے، تین اقسام کی شعاعوں کے انعکاس کو دیکھتا ہے یعنی زیریں سرخ، مرئی شعاعیں اور بالائے بنفشی شعاعیں۔ یہ کیمرا ان شعاعوں کے مظاہرات کو بیک وقت نہیں دیکھ سکتا بلکہ جدا جدا دیکھتا ہے اور پھر تجزیہ کرتا ہے۔ افقی طور پر اس آلہ کی میدانی وسعت ہبل کے بقیہ آلات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بتائی جاتی ہے۔

ذکر ہو چکا ہے کہ ہبل کی خلائی مرمت کا کام کئی دفعہ کیا گیا ہے۔ WFC 3 ایسی ہی مرمتی مشن کے دوران تبدیل کیے جانے والے دو اہم آلات کا حصہ ہے۔ اس سے نہ صرف تاریک توانائی اور بلیک ہول سے متعلق گراں قدر معلومات حاصل ہوئیں بلکہ ستاروں اور کہکشانوں کی موت و حیات کی تخلیقی ترتیب یا میکانزم سے متعلق آگہی میں اضافہ ہوا۔

ارضی دوربینوں سے جہاں کہکشانی نظاموں سے متعلق مشاہداتی و تجزیاتی علوم کے بہت سے ٹکڑے جدا جدا تھے، ماہرین کے مطابق WFC 3 کے وسیع تر افقی مشاہداتی زاویہ سے ماضی کی ان اطلاعات کو جوڑنے میں مدد ملی۔ اس سے پہلے خلائی وسعتوں کے مشاہدات چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں موصول ہوتے تھے۔ اگرچہ ان میں گہرائی اور وضاحت شامل تھی مگر ٹکڑوں کے مابین

تعلق کی کئی کڑیاں گم تھیں ۔ ماہرین فلکیات قیاس کرسکتے تھے کہ ان کے مابین کیا تعلق ہوسکتا ہے مگر حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل تھا۔علم میں اس قدر شک کے باوجود، سائنس کے واضح چار بنیادی مدارج کے برخلاف مغربی ممالک کی سرفہرست یونی ورسٹیوں میں طلبا و طالبات نے گم شدہ کڑیوں کے بارے میں اپنا اپنا گمان پیش کیا اور گمانوں پر مشتمل نظریات میں گریجویشن اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں وصول کیں۔مگر ہبل دوربین کے جدید ترین آلہ WFC 3 کی تنصیب کے بعد بہت سے رازوں سے پردہ اٹھ گیا۔jigsaw گیم کی مانند نامعلوم ٹکڑے اپنی اپنی جگہ ترتیب پا گئے، ادھوری تصویر ، مکمل ہونے لگی — گزشتہ پیش کئے گئے نظریات (گمان) ردی ہو گئے مگر ڈگریاں برقرار ہیں—واپس نہیں لی گئیں۔

ہبل دوربین سے حاصل تصاویر کے ضمن میں اکیسویں صدی کی ابتدا میں اس وقت بھی ہلچل ہوئی جب ایک خاتون ماہر فلکیات پروفیسر ڈاکٹر وینڈی فریڈمین نے کارنیگی انسٹیٹیوٹ، امریکہ میں ان تصاویر کا بغور مطالعہ کیا۔اس نے ستاروں کے ایسے جھرمٹ کی نشان دہی کی جو مستقل طور پر ایک مقام پر واقع تھے۔ان مستقل ستاروں کے لحاظ سے کئی غیر مستقل ستاروں کے بھی گروہ دریافت ہوئے ۔ساخت، شعاعی خواص اور مقامات میں واضح تبدیلی ریکارڈ کی گئی۔ ماہرین کے نزدیک کائناتی پھیلاؤ کا یہ انداز ناقابل یقین حد تک غیر متوقع تھا۔

ماہرین فلکیات میں سرفہرست ایڈون ہبل ہے جس کے پیش کردہ پچاس سالہ مسلم قوانین، فلکیاتی ماڈل اور حسابی فارمولوں کو پروفیسر وینڈی کے پیش کردہ نظریات نے ڈھیر کردیا۔ وینڈی نے سرخ شعاعی پھیلاؤ کی تکنیک کی مدد سے کائنات کی عمر کا اندازہ 8 سے 12 ارب سال لگایا جو پہلے کی پیشین گوئیوں سے یکسر مختلف تھا۔ یہ تصاویر متذکرہ بالا کیمرے کی مرہون منت تھیں۔ ماہرین کے مطابق WFC 3 کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ آلہ خلا میں وسیع وعریض میدان کا ایک ہی نگاہ میں عکس لے لیتا ہے۔

مختصراً یہ کہ گم کڑیاں مل گئیں۔ ایسے دور کی ابتدا ہوچکی تھی جب علم فلکیات کے میدان میں صدیوں سے مخفی راز افشا ہو رہے تھے اور— ماہرین کے سامنے تصویریں واضح ہو رہی تھیں۔

۲۔ ماہرین نے تخلیق کائنات کی حقیقت جاننے کے لئے شعاعی طیف پیما کو COS کا نام دیا ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ ہبل دوربین کا ایسا جدید آلہ ہے جو صرف بالائے بنفشی شعاعوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔طریقہ کار منشور (prism) کی فعالیت کی مانند ہے ۔ یعنی موصول شدہ اطلاعات کو بالائے بنفشی منشور کی مدد سے شعاعی ٹکڑوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر ٹکڑا مظاہرہ کے الگ نقوش کے مترادف مانا جاتا ہے جیسے انگلیوں کے

فنگر پرنٹ ۔ اس طرح ماہ و انجم، ستاروں، سیاروں اور کہکشاؤں کے فنگر پرنٹ تیار کئے گئے ۔ ماہرین کے مطابق یہ فنگر پرنٹ اجرام فلکی کی شناخت میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔

۳۔ مرئی شعاعوں کے مظاہرات کو ریکارڈ کرنے لئے ہبل دوربین میں جدید سروے کیمرا یا ACS کیمرا نصب کیا گیا جس کے اوصاف آنکھ کے خواص کے مشابہ بتائے جاتے ہیں۔

اضافی صلاحیت یہ ہے کہ اس سے کائنات کے ابتدائی دور میں رونما ہونے والے واقعات اور حالیہ مشاہدات میں مماثلت دریافت کی جاسکتی ہے ۔ ہبل سے موصول شدہ تصاویر میں ماہرین نے ایسی متعدد سرگرمیوں کی نشان دہی کی ہے ۔ خلائی وسعتوں میں جہاں کہیں ہبل کے تا حد نظر کوئی عظیم سرگرمی رونما ہوتی ہے، یہ کیمرا احاطہ کرلیتا ہے۔

مثلاً تاریک مادوں کے لاکھوں میل پر پھیلے بادل، عظیم الجثہ ستارے و سیارے اور کہکشانی نظام کے وسیع و عریض جھرمٹ، ان کے نقشے اور جائے وقوع کے وضاحتی نقوش ماہرین فلکیات کے نزدیک اہم پیش رفت ہے ۔ یہ کیمرا 2007ء میں برقی شارٹ سرکٹ کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا ۔ بعدازاں مئی 2009ء میں ہبل کے مرمتی مشن نمبر 4 کے دوران دوبارہ فعال کردیا گیا۔

۴۔ طیف پیما برائے فلکی دوربین یا STIS شعاعی طیف پیما ہے جس کی فعالیت میں اہم پیش رفت بلیک ہول کی نشان دہی ہے۔ یہ کیمرہ بالائے بنفشی مرئی و زیریں سرخ شعاعوں کے مظاہرات کے لئے حساس ہے ۔ ایسے مقامات کی نشان دہی کرسکتا ہے جہاں بلیک ہول کی موجودگی کا قیاس ہوتا ہے۔

ماہرین کے بقول اس کی مدد سے بلیک ہول کے جائے وقوع کی اطلاعات کے ساتھ ان کی حرکات و سکنات اور متعلقہ فعالی میدان کے واضح اشارہ ملتے ہیں۔ماہرین کا کہنا ہے کہ ارضی دوربینوں سے جو ستارے اور کہکشائیں نقطہ کی مانند دکھائی دیتی تھیں، اس دوربین کی مدد سے کم ترین روشنی کے انعکاس والے اجسام کو بہتر صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسے سوئی کی نوک کی مانند ستارے وغیرہ۔

STIS شعاعی طیف پیما مشکل حسابی عمل پر مشتمل کمپیوٹر سے لیس ہے ۔ یہ 2004ء میں چند نقائص کی وجہ سے غیر فعال تھا مگر 2009ء کے مرمتی مشن نمبر 4 میں اسے بھی درست کیا گیا۔زیریں سرخ طیف پیما یا NICMOS کی افادیت میں سرفہرست اس کا مخصوص تجزیاتی فعل ہے جس کی مدد سے یہ ایک سے زیادہ اجرام فلکی کی بیک وقت عکس بندی کرکے ان کی زیریں سرخ طیف کا الگ الگ تجزیہ کرتا ہے۔

یاد رہے کہ زیریں سرخ شعاعیں روشنی کی ان اقسام میں شامل ہیں جنہیں ہم حرارت کے نام سے جانتے ہیں۔اس خاصیت کی وجہ سے وہ اجرام فلکی جو کہکشاؤں

یا تاروں کے جھرمٹ کے پس منظر میں ہیں اور دکھائی نہیں دیتے، ان کے زیریں سرخ فنگر پرنٹ یا نقوش ریکارڈ کرلیے جاتے ہیں۔

مثال: روشن منبع سے دور کسی تاریک فلکی وجود کی نشان دہی کرنا چاہیں تو منبع کی تیز روشنی ایسے وجود کی موجودگی کے ثبوت کو ناممکن بنا دیتی ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے دن کی روشنی میں تاروں کی موجودگی ثابت کرنا!

مگر ماہرین کے مطابق زیریں سرخ طیف پیما یا NICMOS کی ہبل دوربین میں تنصیب سے روشنی کی ان دیواروں کے پار جھانکنا ممکن ہوگیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس لحاظ سے یہ طیف پیما خلائی وسعتوں کی گہرائیوں میں انتہائی معاون ثابت ہوا ہے۔

ذہن جاننا چاہتا ہے کہ ہبل یا دوسرے خلائی دوربین کے آلات سے آدمی کی آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے وہ کس زاویہ سے معتبر ہے۔اس لئے کہ محقق نے جو کچھ دیکھا ہے وہ براہ راست آنکھ سے نہیں دیکھا ہے۔آنکھ نے لینس کے دیکھنے کو دیکھا۔یعنی لینس نے جو عکس دکھایا اس پر اعتماد کیا گیا۔کیا یہ دیکھنا مستند کہا جاسکتا ہے—؟

اس لئے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ کائنات میں ہر شے ایک وجود رکھتی ہے، وہ کتنی بڑی ہو یا چھوٹی، دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔آئینہ میں بھی دیکھنے کی صلاحیت ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ محقق کی آنکھ نے جو کچھ دیکھا، وہ آئینہ کے دیکھنے کو دیکھا۔

دیکھنے کے عمل کی ایک مثال سراب ہے۔ جب مسافر سڑک پر سفر کرتا ہے تو دھوپ کی شکل سڑک پر پانی کی شکل میں نظر آتی ہے جس کو سراب کہتے ہیں جب کہ وہاں پانی نہیں ہوتا۔آنکھ سڑک کے اوپر چمک کو پانی دیکھ رہی ہے۔ذہن اس طرف بار بار متوجہ کرتا ہے کہ جب ہم عینک لگاتے ہیں اور عینک میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو آنکھ براہ راست نہیں دیکھتی لیکن عینک لگانے کے بعد دیکھتی ہے تو پھر کس نے دیکھا—؟

اس عمل کو اس طرح بیان کیا جائے گا کہ آنکھ میں دیکھنے کی وسعت وہ نہیں ہے جو چشمہ لگانے سے بڑھ جاتی ہے۔ براہ راست طرز میں اس حقیقت کو اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ آنکھ کی بینائی میں، دیکھنے کی صلاحیت میں عینک میں فکس گلاس کی وجہ سے اضافہ ہوا۔ یعنی دیکھنے والے نے براہ راست نہیں دیکھا، عینک میں لگے ہوئے شیشہ کے دیکھنے کو دیکھا۔

آنکھوں پر سے عینک اتار لی جائے تو اب آنکھ وہ نہیں دیکھتی جو عینک میں سے دیکھ رہی تھی۔

دیکھنے کی طرزیں ہیں۔ براہ راست آنکھ سے دیکھنا اور گلاس کے دیکھنے کو دیکھنا۔اس نقطہ پر غور کرکے اس بات کو اس طرح بیان کیا جائے گا کہ جب آئینہ کی معرفت دیکھنے کی رینج بڑھ گئی تو آنکھ نے براہ راست خود نہیں دیکھا بلکہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا وہ آئینہ کے دیکھنے کو دیکھا۔ (قسط:۸)

شہزادہ فرداد

چہرہ کے تاثرات سے اندازہ لگالیا، مہمان کیا سوچ رہا ہے۔ کہا، اسے معمولی مت سمجھنا، راستہ کی نشان دہی اور منزل تک پہنچنے میں مدد کرے گی۔ اس دنیا میں کوئی شے معمولی نہیں۔۔۔ ہماری سوچ سطحی ہوتی ہے۔

ایران میں رحم دل بادشاہ بنتاس کی حکومت تھی۔ مملکت کے بہترین نظام کی وجہ سے رعایا بہت خوش تھی کیوں کہ بادشاہ، رعایا کی خدمت کرنا فرض سمجھتا تھا۔ لیکن بادشاہ اب ناخوش رہنے لگا تھا۔ فکر یہ تھی کہ تخت کا وارث کون ہوگا کیوں کہ بادشاہ لاولد تھا۔ جانشین کے لئے کئی شادیاں کیں لیکن اولاد کی نعمت سے محروم رہا۔ بالآخر کئی سالوں بعد پہلی بیوی سے بیٹا پیدا ہوا۔ مملکت میں چراغاں کیا گیا اور کئی روز تک رعایا نے جشن منایا۔ اکلوتا شہزادہ منتوں مرادوں کے بعد نصیب ہوا تھا اس لئے سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔

شہزادہ کا نام فرداد رکھا گیا۔ ہر خواہش پوری کی جاتی اور ضروریات وحفاظت کے لئے درجنوں ملازم وقف تھے۔ جس محل میں شہزادہ کو رکھا گیا تھا اس میں کئی ہزار افراد رہ سکتے تھے۔ ملازموں کو سختی سے تاکید تھی کہ شہزادہ کو محل سے باہر نہ لے جایا جائے۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے بادشاہ کو وہم ہوگیا تھا کہ جانشین کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

دن گزرتے گئے اور شہزادہ فرداد جوان ہوگیا۔ وہ انتہائی خوب صورت تھا۔ جو دیکھتا، دیکھتا رہ جاتا لیکن شہزادہ باہر کی دنیا سے ناواقف تھا۔ بادشاہ کو فکر لاحق ہوئی کہ حفاظتی اقدامات کی وجہ سے اس نے شہزادہ کو مضبوط کرنے کے بجائے کم زور کردیا۔ گھڑ سواری، تیراکی اور تیر بازی کے فن سے ناآشنا تھا۔ ہمیشہ گم سم رہتا تھا اور بولتا بھی کم تھا۔ بادشاہ بنتاس کو غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔

ایک روز وزیر نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو بادشاہ نے دل کا حال سنایا۔ وزیر نے مشورہ دیا کہ شہزادہ جوان ہوگیا ہے، اس کی شادی کردینی چاہئے۔ اس کے ساتھ ماہر استاد مقرر کئے جائیں جو شہزادہ کو تیر اندازی اور دیگر فنون کی تربیت دیں۔ لیکن بادشاہ سلامت! صرف یہ کافی نہیں ہے، شہزادہ کو مملکت کے انتظام میں شامل کیا جائے تو پریشانی دور ہوجائے گی۔

تجاویز پسند آئیں لیکن یہ سب ہونا آسان نہیں تھا۔

بچپن سے نازونعم میں رہنے والے شہزادہ کو ایک دم سختیوں سے گزارنا اور کیا معلوم شہزادہ یہ سب کتنی جلدی یا دیر سے قبول کرتا ہے۔

بہرحال شہزادہ فرداد سے شادی اور دیگر امور کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔ بادشاہ کی پریشانی بڑھ گئی۔اس نے سوچا کہ شہزادہ نظام مملکت میں دلچسپی نہیں لے گا تو سلطنت کیسے قائم رہے گی، دشمنوں سے مقابلہ کیسے کرے گا اور شاہی محلات میں جو سازشیں کی جاتی ہیں ان کا توڑ کس طرح کرے گا۔وہ چاہتا تھا کہ شہزادہ شکار پر جائے ۔ رعایا میں گھلے ملے اور زندگی کے مختلف رنگ دیکھے لیکن وقت پر تربیت نہ ہونے سے پریشانیاں بڑھ گئیں۔

شہزادہ کو محل کے باہر کی دنیا کے بارے میں زیادہ علم نہ تھا اور پھر اس کا کوئی دوست بھی نہیں تھا اس لئے لوگوں کی پرکھ نہیں تھی۔

شہزادہ کے غم نے بادشاہ کو بیمار کردیا اور مرض روز بروز بگڑتا گیا۔موت سامنے نظر آنے لگی۔وزیر بیماری کی وجہ جانتا تھا اس لئے اس نے شہزادہ سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔سوچا کہ جب اسے معلوم ہوگا کہ بادشاہ اس کی وجہ سے پریشان ہے تو خود کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا۔

ان دنوں مصر سے ایک سوداگر آیا جس کے ذریعے وزیر کو خبر ملی کہ مصر کی شہزادی کئی روز سے لاپتہ ہے۔ نجومیوں کا کہنا ہے کہ جن یا دیو اٹھا کرلے گیا ہے۔

سوداگر نے بتایا کہ مصر کے بادشاہ نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص شہزادی کو اس کے چنگل سے آزاد کرے گا، وہ بیٹی کی اس سے شادی کردے گا۔

سوداگر کی بات سن کر وزیر کے ذہن میں تجویز آئی۔ بادشاہ کو آگاہ کیا اور اجازت ملنے پر وزیر نے شہزادہ سے بات کی۔کیا آپ جانتے ہیں بادشاہ کیوں بیمار ہیں؟

جی نہیں ، میں نہیں جانتا مگر مجھے ان کی سخت فکر لاحق ہے۔کیا کوئی خاص بات ہے ۔۔۔؟

وزیر نے کہا، شہزادہ محترم! بادشاہ سلامت کی صحت کا تعلق آپ سے ہے۔طبیبوں کے پاس کوئی علاج نہیں۔آپ چاہیں تو عالی جاہ صحت یاب ہوسکتے ہیں۔

کیا میں؟ اگر ایسی بات ہے تو بتاؤ میں کیا کروں؟

بات یہ ہے کہ بادشاہ سلامت آپ کی شادی مصر کی شہزادی سے کرنا چاہتے ہیں مگر پریشان کن بات یہ ہے کہ شہزادی کو کچھ روز پہلے کوئی جن یا دیو اٹھا کر لے گیا ہے۔صرف آپ اسے واپس لاسکتے ہیں۔ممکن ہے کہ اس کام میں جان بھی چلی جائے کیوں کہ باہر کی دنیا کا آپ کو تجربہ نہیں۔تلوار یا تیر چلانا بھی نہیں جانتے۔

شہزادہ بولا، سیکھنے سے ہر چیز آجاتی ہے۔میں اپنے والد کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں اور شہزادی کی بھی ضرور مدد کروں گا۔میرے لئے استاد کا انتظام کردیں، میں تلوار اور تیراندازی سیکھنا چاہتا ہوں۔

چند ہفتوں میں شہزادہ کو گھڑسواری، شمشیر زنی سکھا دی گئی اور ایک روز وہ سب کو الوداع کہتے ہوئے منزل

کی طرف بڑھا۔

سفر میں کئی روز گزر گئے۔ اس دوران کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ کھانے پینے کا سامان موجود تھا۔ اشرفیاں پاس تھیں۔ اشرفیاں ختم ہوئیں تو پریشانی ہوئی کہ اب کیا ہوگا مگر شہزادہ راستہ میں کہیں رکا نہیں اور گھوڑا دوڑاتا گیا۔ آخر کار ایک جنگل میں پہنچا۔ درختوں پر نظر پڑی تو خوش ہوگیا، خوراک کی امید پیدا ہوئی۔

گھوڑے کو گھاس چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود پھل دار درخت ڈھونڈنے لگا۔ کافی دیر تلاش کے باوجود پھل نہ ملا تو وہ مایوس ہوگیا۔ بھوک اور تکان سے بے حال تھا، مزید آگے جانے کی سکت نہیں تھی۔ ایک درخت کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھ گیا۔

آنکھیں بند کی تھیں کہ مینڈک کے ٹرّانے کی آواز سنائی دی۔ شہزادہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مینڈک اس کی گود میں بیٹھا اسے دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔

پیارے شہزادے! تمہیں بھوک لگی ہے۔ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں لیکن کیا تم بھی میری مدد کروگے۔ شہزادہ فرداد نے اثبات میں سر ہلایا۔

یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر دریا کنارے ایک درخت ہے، اس میں خطرناک کیڑا رہتا ہے جو میری جان کا دشمن ہے۔ اگر تم اسے مار بھگاؤ تو میں پھلوں کا انتظام کرسکتا ہوں۔

مینڈک کے ہم راہ شہزادہ دریا کنارے پہنچا۔ وہاں سرخ رنگ کا بہت بڑا کیڑا تاک میں بیٹھا تھا۔ شہزادے نے تلوار نکالی، تلوار چلانے والا تھا کہ رک گیا۔ کیڑے کو موت نظر آئی لیکن جب دیکھا کہ تلوار روک لی گئی ہے تو جان میں جان آئی اور مسکراتے ہوئے بولا، پیارے شہزادے! مجھے معلوم ہے تم بہت رحم دل اور اچھے ہو جب کہ میں اچھا نہیں ہوں، ہمسایوں کو تنگ کرتا ہوں اور ان کے درپئے آزار ہوجاتا ہوں۔ لیکن وعدہ کرتا ہوں کہ مینڈک کا دوست بن کر رہوں گا اور آئندہ سب سے پیار سے پیش آؤں گا۔ مینڈک نے کیڑے کی بات سنی اور دونوں بغل گیر ہوگئے۔ انہوں نے شہزادہ کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ مینڈک اونچی آواز میں ٹرانے لگا۔ آواز سن کر وہاں سفید بندر آگیا۔ ہاتھ میں بہت سے کیلے تھے۔ شہزادہ نے جی بھر کے کیلے کھائے اور رخصت طلب کی۔

بندر نے کہا، اچھے شہزادے! مجھے معلوم ہے تم شہزادی کو آزادی دلانے جارہے ہو۔ تمہاری مدد کرسکتا ہوں لیکن کیا تم میری مدد کروگے؟ کیوں نہیں، بتاؤ میں کیا کرسکتا ہوں—؟ شیر کو بھگادو تو احسان ہوگا۔

بندر کے ہمراہ غار تک پہنچا۔ بادشاہ شیر دونوں کو دیکھ کر بپھر گیا۔ اس سے پہلے کہ حملہ کرتا، شہزادہ نے میان سے تلوار نکالی اور فضا میں بلند کی۔ قریب تھا کہ گردن تن سے جدا ہوجاتی، شہزادہ کا ہاتھ رک گیا۔ دیکھا کہ شیر کے پنجہ میں کانٹے چبھے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے وہ تکلیف میں ہے۔ شہزادہ نے تلوار نیچے کی اور آگے

بڑھا۔ رحم دلی کے جذبات سے سرشار وہ یہ بھول گیا کہ شیر اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بے خوفی سے قریب گیا اور پنجوں سے کانٹے نکالے۔ شہزادہ کی رحم دلی دیکھ کر شیر نے سر اس کے قدموں میں رکھ دیا اور بندر سے دوستی کر لی۔ شیر نے پوچھا، اے رحم دل نوجوان! کہاں سے آئے ہو؟ شہزادہ بولا، ایران سے آیا ہوں اور کسی کی مدد کرنے جا رہا ہوں۔

بندر بولا، پیارے شہزادہ! یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ایک اور جنگل ہے جس پر ہدہد کی حکومت ہے۔ وہ میرا بہت اچھا دوست ہے، اس کے پاس جا کر قیام کرو، تمہاری مدد کرے گا۔ یہ خاص پتھر ہے، میری طرف سے اسے تحفہ میں دے دینا۔ شہزادہ نے خوب صورت رنگوں سے مزین چمک دار پتھر بندر سے لیا اور وہاں سے رخصت ہوا۔

اگلی منزل جنگل تھا جہاں ہدہد بادشاہ کی حکومت تھی۔ ایک دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچا اور بندر کا تحفہ ہدہد کو دیا۔ ہدہد نے شہزادہ کی خوب خاطر مدارات کی، مزے دار پھل کھلائے اور ایک رنگین چڑیا کو ساتھ روانہ کیا۔ شہزادہ بہت حیران ہوا کہ ننھی چڑیا اور میری مدد ــــ؟ ہدہد نے چہرہ کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا، مہمان کیا سوچ رہا ہے۔ کہا، اسے معمولی مت سمجھنا، راستہ کی نشان دہی اور منزل تک پہنچنے میں مدد کرے گی۔ اس دنیا میں کوئی شے معمولی نہیں ــــ ہماری سوچ سطحی ہوتی ہے۔

چڑیا کے بتائے ہوئے راستوں پر گھوڑا دوڑایا۔ تین دن بعد وہ برفانی علاقہ میں پہنچے جہاں اونچے اونچے پہاڑ تھے۔ چڑیا کے کہنے پر شہزادہ نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور دائیں طرف کو مڑ گئے۔ آگے اونچا پہاڑ تھا جس کی چوٹی آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ ٹھنڈ بہت زیادہ تھی لیکن سفر مکمل کرنا تھا لہٰذا تکلیف کی پرواہ کئے بغیر چڑیا کے پیچھے قدم بڑھائے۔ پہاڑ پر آدھے گھنٹے تک چلنے کے بعد غار نظر آیا۔

غار میں داخل ہوئے۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سسکیوں کی آواز آئی۔ آواز کی سمت قدم بڑھائے تو دیکھا کہ بہت بڑا پنجرہ ہے جس میں بہت خوب صورت شہزادی زمین پر بیٹھی، سر دیوار سے لگائے آنکھیں بند کئے رو رہی ہے۔

شہزادی نے قدموں کی آواز سنی، آنکھیں کھولیں اور فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ تیزی سے جالیوں کے قریب گئی اور شہزادہ کو پنی طرف آنے سے روکا۔ اس نے کہا، پنجرہ کو ہاتھ مت لگانا ورنہ تم بھسم ہو جاؤ گے۔

تم یہاں تک کیسے پہنچے؟ تمہیں آزاد کرنے آیا ہوں۔

شہزادی نے کہا، عام آدمی میری مدد نہیں کر سکتا۔ تمہارا مقابلہ جن اور دیو سے ہے۔ دونوں نے مجھے قید کر لیا ہے۔ اپنی جان خطرہ میں مت ڈالو اور چلے جاؤ۔

شہزادہ کو ہدہد کی نصیحت یاد آئی اور کہا، یہاں کوئی شے بے کار نہیں ــــ ہماری سوچ سطحی ہے۔

پھر شہزادہ فرداد نے چڑیا کی طرف دیکھا۔ چڑیا نے

معاملہ کی سنگینی کا اشارہ کیا۔ وہ پروا کئے بغیر آگے بڑھا اور بولا، مدد کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

اچانک ذہن میں ترکیب آئی۔ اس نے شہزادی کو منصوبہ سے آگاہ کیا۔ جن اور دیو کے آنے کا وقت ہو گیا تھا اس لئے وہ دونوں غار میں چھپ گئے۔

جن اور دیو غار میں داخل ہوئے۔ ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں کوئی موجود تو نہیں لیکن شہزادی کے اداس چہرہ کو دیکھ کر خطرہ کا اندیشہ رد کر دیا۔ پنجرہ کے قریب گئے اور رضا مندی پوچھی کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اب تک وہ دونوں سے شادی سے انکار کرتی آئی تھی لیکن آج کہا، میں جن کے ساتھ شادی کے لئے تیار ہوں کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ جن، دیو سے زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں۔

شہزادی کی بات سن کر دیو بھڑک اٹھا اور بولا، نہیں! میں زیادہ طاقت ور ہوں۔ دیو نے خود کو زیادہ طاقت ور کہا تو جن کو توہین محسوس ہوئی۔ بولا، میں زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ جملہ بازی شروع ہوئی تو بات تو تکار تک آ گئی۔ جن نے دیو پر حملہ کر دیا۔ دیو نے گہرا سانس لیا اور جن پر حملہ کر دیا۔ جن لڑکھڑایا اور غار سے باہر گر گیا۔

دیو پنجرہ کی طرف بڑھا — شہزادی نے کہا، اگر تم نے جن کو چھوڑ دیا تو پورے کوہ قاف میں بے عزتی ہوگی۔ جاؤ، جا کر مقابلہ کرو اور اسے انجام تک پہنچاؤ۔ میں تم سے شادی کے لئے تیار ہوں۔

دیو خوشی سے پھولے نہ سمایا اور جذبات کی رو میں بہہ کر جن کا قصہ ختم کرنے کی ٹھانی۔ غار سے باہر جا کر جن سے مقابلہ کیا۔ لڑتے لڑتے دونوں ہزاروں میل دور نکل گئے اور — شہزادہ اپنی عقل مندی سے شہزادی کو لے کر مصر چلا گیا۔

مصر میں شادی کی رسومات شروع ہوئیں۔ شہزادی کے خیریت سے واپس آ جانے پر بادشاہ بے حد خوش تھا اور وعدہ کے مطابق دونوں کی شادی کر دی۔ فخر تھا کہ اس کا داماد بہادر اور رحم دل انسان ہے۔

کچھ دن بعد شہزادہ فرداد نے اپنے ملک جانے کی اجازت طلب کی۔ مصر کے بادشاہ نے ایران کے بادشاہ کے لئے جڑی بوٹی دی اور کہا، اسے کھا کر وہ جلد صحت یاب ہو جائے گا۔

ملک ایران میں شہزادہ فرداد کا والہانہ استقبال ہوا۔ بہادری اور عقل مندی کا قصہ سن کر بادشاہ نے شہزادہ کو سینہ سے لگایا اور شہزادی کے سر پر ہاتھ رکھا۔

تحفہ میں بھیجی گئی جڑی بوٹی کھانے کے بعد وہ چند روز میں صحت یاب ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اب اس کا بیٹا حکومت کرے، تخت پر فرداد کو بٹھایا۔ دربار نے سلامی پیش کی، رعایا نے خوشی کے ترانے گائے۔

شہزادہ فرداد نے جس طرح جنگل میں رحم دلی کا مظاہرہ کیا اور انتقام کے بجائے مدد کر کے دشمنوں کو دوست بنایا، اس نے منزل تک پہنچنے میں شہزادہ کی مدد کی۔

عظیمی

چاند کی کرنوں سے ___

گھنے اور لمبے بالوں کی نشو ونما

45 سال سے خواتین کا پسندیدہ

رَوغن گلوسَبز

کراچی	021-36039157	فیصل آباد	041-8540132	پشاور	03219110156
حیدرآباد	0222781798	لاہور	03224112737	مانسہرہ	03005621447
میرپورخاص	03133508543	راولپنڈی	051-5169242	مظفرآباد	05822446661
ڈگری	03453700144	اٹک	03135168800	میرپور	03455701558
ملتان	03006338192	ہری پور	03135914147		

کوکب شاہ عالم

خوبانی

خوبانی کو عربی میں مشمش، فارسی اور سندھی میں زرد آلو، انگریزی میں اپریکوٹ کہتے ہیں۔ سرد پہاڑی علاقوں میں پیدا ہونے والا ذائقہ دار اور غذائیت سے بھرپور پھل ہے۔ابتدائی کاشت کہاں ہوئی ،اس بارے میں متضاد آرا ہیں۔پاکستان میں کوہستانی علاقوں میں یہ کثرت سے کاشت ہوتی ہے۔ہنزہ کی خوبانی ذائقہ اور معیار میں بہترین ہے۔خوبانی کی پیداوار میں پاکستان کا دنیا میں چھٹا نمبر ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق تازہ اور خشک دونوں طرح کی ''خوبانی'' صحت کے لئے مفید ہے۔قدرت کی بنائی ہوئی ہر چیز میں افادیت ہے لیکن جب اس میں مصنوعی اجزا شامل کرلئے جائیں تو افادیت متاثر ہوجاتی ہے۔خوبانی کا استعمال آنکھوں،آنتوں، بخار اور سرطان جیسے امراض میں اکسیر ہے۔خوبانی میں حیاتین الف، ج سمیت پوٹاشیم،فولاد اور بیٹا کیروٹین بکثرت پائے جاتے ہیں۔خوبانی کے اندر موجود بادام بھی بہت شوق سے کھایا جاتا ہے۔سخت پرت کے اندر میٹھا بادام اور پرت سے باہر رس بھری خوبانی سے گرمی کی شدت کم ہوجاتی ہے۔

دنیا بھر میں خوبانی کی بیس سے زائد اقسام ہیں۔

پاکستان میں دو قسمیں ملتی ہیں۔ایک کا رنگ ہلکا پیلا اور دوسری کا رنگ زرد ہے۔

خوبانی کو تین طریقوں سے محفوظ کیا جاتا ہے۔خشک کرکے،تازہ خوبانی کو ہلکے شکر کے قوام میں محفوظ کرکے اور خشک خوبانی کو پیس کر آٹے کی شکل میں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور اس کی روٹی بنائی جاتی ہے۔

تازہ خوبانی میں قدرتی شکر، وٹامن اے،سی،ای، پوٹاشیم،کیلشیم اور فاسفورس موجود ہوتے ہیں۔خوبانی کی گری میں موجود بادام میں پروٹین اور چکنائی ہوتی ہے۔ خشک خوبانی میں بھی پروٹین، فرکٹوز، معدنی نمکیات، چونا، فاسفورس،فولاد کے ساتھ کچھ مقدار میں وٹامن بی کمپلیکس بھی ہوتا ہے۔خشک خوبانی کئی طبی فوائد کی حامل ہے اور استعمال سے عام امراض سے محفوظ رہنے میں مدد ملتی ہے۔100 گرام خشک خوبانی میں اڑتالیس (48) کیلوریز ہوتی ہیں۔

★ نظام ہضم کو بہتر بناتا ہے۔یاد رکھئے کہ ہاضمہ متاثر ہوجائے تو جسم کا مدافعتی نظام کمزور ہوجاتا ہے اور بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں۔

★ خوبانی سے توانائی وتازگی محسوس ہوتی ہے۔

★ سینہ کی جلن اور قبض دور کرتا ہے۔

★ خشک خوبانی میں موجود اجزا سے عمر میں اضافہ کے ساتھ نگاہ کی کمزوری کا تدارک ہوتا ہے۔

★خشک خوبانی موتیے کے خطرات میں کمی میں مددگار ہے۔

★ خشک خوبانی میں فائبر کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے جو جسم میں نقصان دہ کولیسٹرول کی سطح کو کم کرتی ہے اور دل کے امراض کے خطرات میں کمی واقع ہوتی ہے۔خشک خوبانی مفید کولیسٹرول کی سطح میں اضافہ کرتی ہے۔

★ خشک خوبانی آئرن کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔خون کی کمی کے خلاف مزاحمت میں مفید ہے۔عام طور پر خواتین خون کی کمی کا شکار رہتی ہیں۔معالج ایسی غذائیں استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جن میں آئرن کی بھاری مقدار ہو۔خشک خوبانی کے استعمال سے ہیموگلوبین کی سطح میں اضافہ ہوتا ہے۔

★خشک خوبانی میں اینٹی آکسیڈنٹس کینسر جیسے موذی مرض کے خطرات کو کم کرتے ہیں۔

★ خشک خوبانی میں پائے جانے والے فائبر میٹابولک کارکردگی کو فعال بناتے ہیں۔ایک نتیجہ وزن کم ہونے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

★ کیلشیم اور پوٹاشیم حاصل ہوتا ہے جو جسمانی صحت کے لئے مفید ہیں۔ پوٹاشیم جسم میں کیلشیم کی تقسیم کے حوالہ سے اہم کردار ادا کرتا ہے جب کہ کیلشیم ہڈیوں کی مضبوطی کے لیے انتہائی اہم ہے۔

★اس میں بخار کی حدت کم کرنے کی صلاحیت ہے۔

★ خوبانی کو جلد کے مسائل مثلاً سن برن، خارش اور ایگزیما وغیرہ سے آرام کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔کیل مہاسوں اور جلد کے دیگر مسائل کا حل اس میں موجود ہے۔

قارئین! اچھی صحت، خوش حال زندگی کی علامت ہے۔خوش حال زندگی کا مطلب مرغن اور تلی ہوئی غذائیں کھانا نہیں ہے، بلکہ ایسی غذائیں ہیں جن میں پھل اور سبزیوں کا استعمال زیادہ ہو اور مرچیں کم سے کم استعمال ہوں۔ ہر موسم کے مخصوص پھل اور سبزیاں ہیں۔قدرت نے موسم کی مناسبت سے ان میں تاثیر رکھی ہے۔موسم کے لحاظ سے پھلوں کا استعمال کیا جائے صحت متوازن رہتی ہے اور قوت مدافعت بڑھتی ہے۔

پرتیاہار

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ دل کا آئینہ صاف و پاک ہو جائے گا تو آب و خاک کی دنیا سے بڑھ کر اس میں ہزاروں نقوش نظر آئیں گے۔

بابا سونیری کی تربیت سے میرا شمار بڑے جادوگروں میں ہونے لگا۔ ایک روز دادا محلّہ میں ادھیڑعمر مجذوب کی آمد کی وجہ سے بصارت سے محروم ہوگئے اور ہمیں علاقہ چھوڑنا پڑا۔ کسی قدیم قبرستان کے قریب رہائش اختیار کی۔ تاریک رات میں جھونپڑی میں اجنبی کی موجودگی سے خوف زدہ ہوگیا۔ وہ وڈیرا دھاندل سے انتقام لینا چاہتا تھا لیکن میرے دادا کی وجہ سے قید میں تھا۔ دادا ملوکا کے دوست کرم علی کے مرشد سے خوف زدہ تھے۔ کرم علی نے ملوکا کو مرشد کا پیغام دیا کہ گھڑ دوڑ میں حصہ نہ لے۔ ملوکا کے لئے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں تھا۔ وہ دوڑ جیت گیا۔ دھاندل کے ذہن پر انتقام سوار تھا۔ ملوکا نے کرم علی کے مرشد کے حکم پر گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے کہ صبح ہوتی، اس کا گھر شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔ ملوکا کو انصاف دلانے کے لئے سب سے پہلے دھاندل کو تحفظ دینے والے سہاسی جادوگر کو ٹھکانے لگایا اور پھر عیاش بیٹوں کی موت نے دھاندل کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ ملوکا آزاد ہو چکا تھا، کرم علی کے مرشد نے اسے قبول کرلیا اور میرے لئے نیک راہ اختیار کرنے کا پیغام بھجوایا۔ میں ہنی دان پہنچا تو ہر طرف آگ تھی۔ دادا اور بابا سونیری راکھ کے ڈھیر پر پڑے تھے۔ باظناری اجنہّ نے حملہ کر دیا تھا۔ بابا سونیری نے ان کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ جانتا تھا کہ وہ بدلہ لینے پھر آئیں گے۔ ہم جوابی حملہ کے لئے تیار تھے۔ گھمسان کا معرکہ ہوا جس میں دونوں طرف بھاری نقصان ہوا۔ بابا سونیری اور دادا، جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور میں بے ہوش ہوگیا۔ آنکھ کھلی تو سلطنتِ اجنہّ میں باظناریوں کی قید میں تھا۔ موقع ملتے ہی فرار ہوا اور ظربوق سے ملاقات ہوئی — میرے جسم پر کیڑے لگ چکے تھے۔ ظربوق نے بتایا کہ وہ حضرت صاحب کا معتقد ہے، وہ میری مدد کر سکتے ہیں۔ کافی پس و پیش کے بعد ظربوق کے ساتھ جانے کی ہامی بھری۔ علاج شروع ہوا اور کئی ماہ چلتا رہا۔ جسم ٹھیک ہوگیا تو ایک روز خلیفہ صاحب آئے اور بتایا کہ حضرت صاحب سے میری ملاقات کا وقت آگیا ہے۔

احاطہ دو حصوں پر مشتمل تھا۔ ایک حصہ قدرے چھوٹا تھا جس میں مجھے رکھا گیا تھا جب کہ دوسرا کافی بڑا تھا۔ اس جگہ کو کمروں کی قطار کے ذریعے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ جس حصہ میں، میں مقیم تھا اسی کو احاطہ سمجھے

ہوئے تھا۔ مردال کے ہم راہ ایک کمرے سے گزرتے ہوئے ہم احاطہ کے دوسری جانب آگئے۔ چند قدم چلنے کے بعد حضرت صاحب کا حجرہ تھا۔ حضرت صاحب سے میری ملاقات کے سبب آج اس حصہ میں چند لوگوں

کے سوا سب کا داخلہ بند تھا۔ شاید ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ کہیں وہ مجھے دیکھ کر ڈر نہ جائیں۔ ڈر ایسی کیفیت ہے جو دل و دماغ پر اس وقت تک مسلط رہتی ہے جب تک اسے اپنی ذات کا ادراک نہ ہو جائے یا وہ اللہ کے دوستوں کی صف میں شامل نہ ہو جائے۔

حجرہ کے سامنے پہنچ کر میں اور مردال رک گئے۔ دروازہ پر تعینات بھائی جن نے آہستگی سے خلیفہ صاحب کو آواز دی۔ وہ باہر آئے۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، اعصابی نظام بے قابو تھا۔ محسوس ہوا کہ جسمانی اعضا کا کنٹرول ارادہ کی قوت سے باہر ہو گیا ہے۔ خلیفہ صاحب حجرہ سے نکل کر میری طرف آئے اور میری آنکھوں کے پپوٹے نیچے کی جانب کھینچ کر آنکھوں میں نہ جانے کیا دیکھتے رہے۔ پھر ہاتھ پکڑ کر حجرہ میں لے گئے۔

درمیانے سائز کے کمرے میں نہایت خوب صورت قالین بچھا ہوا تھا جب کہ دیوار کے ساتھ سفید گدوں پر مشتمل فرشی نشستیں تھیں۔ بڑے گدے پر حضرت صاحب براجمان تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نشست سے کھڑے ہوئے اور گرم جوشی سے گلے لگایا۔ ان کے سینہ سے لگتے ہی جسم میں ٹھنڈک اور سکون کی لہریں دوڑ گئیں۔ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو نرمی کا احساس بیان سے باہر ہے۔ نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب کی شخصیت کا جو خاکہ میں نے آئینۂ تخیل پر تراشا تھا وہ اس سے کہیں زیادہ خوب صورت اور پرنور تھے۔ بارعب اور خلیفہ صاحب کے مقابلہ میں کم عمر تھے۔ آنکھوں میں ایسی چمک کہ مخاطب کو سرنگوں کر دے۔

نہایت شائستہ اردو اور میٹھے لہجہ میں پوچھا۔

کہئے، مہمان داری میں کوئی کمی تو نہیں ہوئی؟

یہاں پر میرا ہر طرح سے خیال رکھا گیا اور علاج ہوا جس سے جسمانی تکلیف سے نجات ملی۔ میں آپ کا شکر گزار اور احسان مند ہوں۔ یقین ہے کہ آپ کی میزبانی میرے لئے باعث سعادت اور برکت ہے۔

ان کے سامنے اپنی آواز پست محسوس کی۔

روحانی فیوض و برکات سے بہرہ مند وہ لوگ ہوتے ہیں جو راستی کو اپناتے ہیں۔ حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

حضرت صاحب! یہ راستی کیا ہے؟

گہری نظر مجھ پر ڈالتے ہوئے فرمایا — حق، پاکیزگی، سچائی اور نیکی کا راستہ۔

میرا راستہ غلط ہے تو پھر مجھے صحیح راستہ کیوں دکھائی نہیں دیتا—؟ انہوں نے مولانا رومیؒ کا شعر پڑھا،

آئینۂ دل چوں شود صافی و پاک
نقشہا بینی بروں از آب و خاک

یعنی دل کا آئینہ صاف و پاک ہو جائے گا تو آب و خاک کی دنیا سے بڑھ کر اس میں ہزاروں نقوش نظر آئیں گے۔

میں نے کہا، مگر حضرت صاحب! مجھے آب و خاک کی دنیا سے پرے بھی نظر آتا ہے۔

حضرت صاحب بولے، یقیناً تم آب و خاک سے پرے دیکھ سکتے ہو مگر تمہارے دیکھنے میں کجی ہے۔ زاویۂ نگاہ محدودیت سے نکل کر بھی محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہر شے پر محیط ہے۔ بندہ جب اللہ کے صفاتی علوم حاصل کرتا ہے تو عارف بنتا ہے اور ہزاروں عالمین روشن ہو جاتے ہیں۔

ان کو بتایا کہ میں نے حق کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

فرمایا — ہاں! جس دور میں تم ماضی میں سفر کرتے تھے تمہاری ملاقات ماضی کے مشہور محقق شروڈنگر سے ہوئی تھی۔ ویدانتا فلاسفی کی طرف اس کے جھکاؤ کی وجہ سے اپنے استاد بابا سونیری سے چھپ کر تم نے کھوجنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت صاحب میرے ماضی سے واقف تھے اور یہ میرے لئے تعجب کی بات نہیں تھی۔ یہاں رہ کر ان کے مرتبہ کا اندازہ ہو گیا تھا۔

حضرت صاحب! میں کیوں ناکام رہا ؟

ان کے چہرہ پر مسکراہٹ اور خوب صورت گول آنکھوں میں چمک بڑھ گئی اور فرمایا، راستہ کا انتخاب درست نہیں تھا۔ جو شخص جس سمت میں کوشش کرتا ہے، اللہ اسے کامیابی عطا فرماتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ صحیح راستہ کا انتخاب کرتے ہیں یعنی وہ راستہ جو اللہ کا پسندیدہ ہے تو ایسے لوگوں کی کامیابی میں تغیر نہیں ہوتا۔ انہیں عرفان نصیب ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے،

''تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔ نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، جن پر غضب نہیں ہوا اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الفاتحہ: ۱۔۷)

اللہ تعالیٰ کے کلام میں تمہارے سوال کا جواب موجود ہے۔ زندگی گزارنے کے دو راستے ہیں۔ ایک وہ راستہ جس پر چل کر انعام ملتا ہے اور دوسرا راستہ راہ سے بے راہ کر دیتا ہے۔ جو لوگ ہدایت پا لیتے ہیں، وہ ایسے راستہ پر قائم ہیں، جس میں استقامت ہے۔ استقامت سے قرب نصیب ہوتا ہے۔ دوسری طرف غلط راستہ کا انتخاب کرنے والا بھٹک جاتا ہے اس لئے کہ یہ وہ راستہ ہے جس میں ان چیزوں کو حتمی سمجھتا ہے جو بدل جانے والی ہیں۔ تم نے اگر خود کو کچھ سمجھا، تو آج تم وہ نہیں ہو، جو کچھ عرصہ پہلے تھے۔ کہاں گئی تمہاری طاقت اور وہ علوم جن پر تمہیں فخر تھا اور جن میں تم نے زندگی کا قیمتی وقت لگا دیا۔ آج وہ تمہارے کام کیوں نہیں آتیں اور ان کی مدد سے تم واپس زمین پر کیوں نہیں چلے جاتے — ؟

حضرت صاحب کی باتوں نے میرے وجود کو بری طرح سے جھنجھوڑ دیا۔ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ طاقتیں میری

تھیں، تو اب کیوں نہیں ہیں اور میرا علم صفر کیوں ہو گیا؟

حضرت صاحب نے میری سوچ پڑھ لی اور کہا ، جس راستہ پر تم نے قدم رکھا تھا، اس کا انجام یہی تھا۔ جنات اور انسانوں کی دنیا میں ہر وہ شخص جو اللہ کی ناپسندیدہ سمت میں قدم بڑھاتا ہے بالآخر ایک روز انجام سے دوچار ہوتا ہے۔ تم استدراج کی راہ پر چلے اور ہم عرفان کے مسافر ہیں۔ تمہیں بھی کامیابی ملی اور ہم بھی کامیاب ہوئے، لیکن تمہارے استدراج کی حد وہیں تک ہے جو تم نے دیکھ لی۔ اس کے بعد تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے اور جو ہے وہ یہاں کارگر نہیں۔ مگر جو شخص خالق کائنات کو حاکم مطلق جان کر زندگی اس کے احکام کے مطابق ڈھال لیتا ہے تو ہر منزل اس کے لئے نیا سفر بن جاتی ہے۔ ان کے لئے کائنات مسخر ہو جاتی ہے۔ اقتدار ''میں'' کی علامت ہے اور ''میں'' نفس کا دھوکا ہے حمورابی!

ان کی زبان سے اپنا نام سن کر بہت عجیب لگا۔ حضرت صاحب! اللہ کے دوستوں کے لئے کائنات مسخر ہو جاتی ہے۔ کیا تسخیر اقتدار نہیں ہے ---؟

نہیں! یہ اقتدار نہیں ہے ۔ کائنات ان کے لئے اس وقت مسخر ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اس کی رضا میں راضی ہو جاتے ہیں۔ جو اپنی نفی کر دیتا ہے، اسے اقتدار سے کیا لینا --- اپنی نفی کر کے وہ جان لیتا ہے کہ اقتدار صرف اللہ کا ہے جو مالک الملک اور حیی القیوم ہے۔ اس کی زندگی اللہ کے حکم کے تابع ہوتی ہے۔

حضرت صاحب! گستاخی معاف لیکن جاننا چاہتا ہوں کہ اگر میں اتنا گناہ گار ہوں تو آپ تک کیسے پہنچ گیا۔ مجھے تو اب تک برباد ہو جانا چاہئے تھا---؟

یہاں تم جس حال میں آئے، اسے بربادی کے علاوہ کیا کہیں گے ---؟ جو جسم نور سے پرنور ہونا چاہئے، وہ کیڑوں کی آماج گاہ بن جائے تو کیا یہ بربادی نہیں ہے ---؟ لیکن اللہ غفور الرحیم ہے۔ اس نے تم پر رحم فرمایا ہے اور موقع عطا کیا ہے کہ ہدایت کی طرف آؤ، فلاح کی طرف آؤ۔ حمورابی! ہم سب ہی گناہ گار ہیں۔

اللہ کے ایک دوست نے عشق کا جو مرتبہ بیان کیا ہے اس پر خود کو پرکھیں تو آنکھیں پانی بن جاتی ہیں۔ اگر ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اس کی توفیق بھی اللہ دیتا ہے۔ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اپنی یاد ہمارے دلوں میں ڈالی۔ وہی ہمارا حامی و ناصر ہے۔ حضرت صاحب کی آواز بھاری ہو گئی تھی، چہرہ سرخ اور آنکھوں میں عجز کے ساتھ محبت بھی تھی۔ میں بہت متاثر ہوا۔ ان کی باتوں نے مجھے جھنجھوڑ دیا تھا اور الفاظ سماعتوں میں گونج رہے تھے۔

''جو جسم نور سے پرنور ہونا چاہئے، وہ کیڑوں کی آماج گاہ بن جائے تو کیا یہ بربادی نہیں ہے---؟ لیکن اللہ غفور الرحیم ہے۔ اس نے تم پر رحم فرمایا ہے اور موقع عطا کیا ہے کہ ہدایت کی طرف آؤ، فلاح کی طرف آؤ۔''

ان کی باتیں اور مالک کے حضور عاجزی، دل پر اثر کر رہی تھی۔ عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔

میں نے پوچھا، حضرت صاحب! اللہ کے دوست کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا،

یاردم بدم وبار بار می آید

اللہ ہر سانس میں میرے ساتھ ہے۔

تھوڑی دیر بعد جذبات سے مغلوب آواز میں گویا ہوئے، رب ذوالجلال کی قسم! خلوص نیت سے اس کی جانب اٹھایا جانے والا ایک قدم بھی رائیگاں نہیں جاتا۔

حضرت صاحب کے لہجہ کے اتار چڑھاؤ نے مجھے دہلا دیا۔ تم کیا جانو کہ ہم تک کیسے پہنچے۔ آنکھوں پر سیاہ عینک لگی ہو تو سورج کی ضیا پاشی کا نظارہ کیسے ممکن ہے؟ ان کا اشارہ راست طرز فکر کی طرف تھا کہ حقیقت شناسی کے لئے طرز فکر کا درست ہونا ضروری ہے۔

حمورابی! تم نے لوگوں کے ساتھ اچھائی بھی کی ہے۔ استدراج کے قوانین کے برعکس ملوکا کو انصاف دلانے میں مدد کی۔ تمہارے اندر مدد کرنے کا جذبہ ہے جب کہ استدراج بندہ کو خود غرض بنا دیتا ہے۔ اللہ کسی کی کوشش رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ اور پھر وہ تو ہر شے سے بے نیاز ہے۔ اس نے ہدایت کا راستہ تم پر اس سے پہلے بھی کھلا رکھا لیکن تم فریب نظر میں گم تھے۔

میں نے پوچھا، پھر حقیقت کیا ہے ___؟

فرمایا، حقیقت میں تغیر نہیں ہے۔ حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔ اللہ نے جو نظام قائم کر دیا وہ ازل سے ابد تک جاری ہے۔ حضرت صاحب کی نگاہ میرے دل کے مقام پر جمی ہوئی تھی۔ وہ بدستور دیکھتے ہوئے فرمانے لگے، حقیقت سے واقف ہونے کے لئے اپنے اندر دیکھنا ہوگا۔ جسم ہر لمحہ تبدیلی کے مرحلہ سے گزرتا ہے اور قانون میں تعطل نہیں ہے۔ جو شے جسم کو حرکت میں رکھتی ہے، وہ تبدیل نہیں ہوتی اور وہ روح ہے۔

حضرت صاحب! میں روح کے بارے میں وضاحت چاہتا ہوں ___؟ فرمایا، تمام الہامی کتابوں نے روح کی تعلیم دی ہے۔ آخری الہامی کتاب قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں،
کہہ دو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں
اس کا قلیل علم دیا گیا ہے۔" (بنی اسرآءیل: ۸۵)

آدمی دو رخوں سے مرکب ہے۔ جسم اور روح۔ اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ جسم لباس ہے اور روح کے تابع ہے۔ میں بات کر رہا ہوں اور تم میری بات سن رہے ہو، میرا بات کرنا اور تمہارا سننا، روح کے تابع ہے۔ جسم تو محض خول ہے اور زندگی کے ادوار کے مطابق شکست و ریخت سے دوچار ہوتا ہے لیکن روح کی حیثیت تبدیل نہیں ہوتی۔ روح اللہ کا امر ہے اور اللہ کا امر قائم و دائم ہے۔ جس کو ہم موت کہتے ہیں وہ جسم پر وارد ہوتی ہے۔ موت کا مطلب مرنا نہیں، دنیاوی شعور سے اوجھل ہو جانا ہے۔ جو لوگ مر چکے ہیں، ہماری ان سے خواب اور خیالات میں ملاقات ہوتی ہے۔

سوچنا یہ ہے کہ وہ کہاں چلے گئے ___؟ کیا بابا سونیری

یا تمہارے دادا کے مرجانے کے بعد تم نے ان سے ملاقات کی ——؟ تمہاری والدہ کے انتقال کو عرصہ بیت گیا لیکن خواب میں آکر تمہیں لوٹ جانے کا پیغام دینا کیا ہے ——؟ وہ کہاں ہیں اور وہاں سے تمہیں کس طرح پیغام دے رہی ہیں ——؟

حمورابی! تم جس کو آتما کہتے ہو، وہ آتما نہیں ہے۔ تم ہم زاد کو آتما سمجھتے ہو۔ روح تک استدراج کی پہنچ نہیں ہے۔ روح سے واقف ہونے کے لئے تمہیں زمین و آسمان کے کناروں سے نکلنا ہوگا۔ لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہمیں یہ نہیں معلوم زمین کیا ہے اور آسمان کیا ہے!

حضرت صاحب نے فرمایا، بات یہ ہے کہ سانس کا انت نہیں ہے یعنی موت کا تعلق جسم سے ہے اور جسم کی حیثیت فقط لباس کی ہے۔ روح جب ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہوتی ہے تو وہ پرانا لباس اتار دیتی ہے اور جس عالم میں منتقل ہوتی ہے اس عالم میں موجود روشنیوں کے مطابق نیا لباس تخلیق کرتی ہے۔

دل میں گرمی محسوس ہونے لگی۔ ذہن جیسے ہی اس جانب متوجہ ہوا حضرت صاحب نے خلیفہ صاحب کو اشارہ کیا، خلیفہ صاحب نے چاندی کے منقش پیالہ میں نہایت شیریں اور فرحت بخش مشروب انڈیل کر میری جانب بڑھا دیا جسے پی کر طبیعت میں ہلکا پن محسوس ہوا، شکریہ ادا کیا۔

پوچھا، حضرت صاحب زندگی کیا ہے؟

تم بتاؤ تم کیا سمجھے کہ زندگی کیا ہے؟

میں تو یہ سمجھا ہوں کہ احساس کا نام ہے۔ جب تک جینے کا احساس ہوتا ہے بندہ جیتا ہے، احساس ختم ہوتا ہے اور بندہ مرجاتا ہے۔

اور احساس کیا ہے ——؟

احساس محسوس کرنا ہے۔ اگر آپ پوچھیں کہ محسوس کرنا کیا ہے تو اس کا جواب دینے سے میں قاصر ہوں۔ بس یہ کہہ سکتا ہوں کہ محسوس کرنا زندگی ہے۔ بات پھر وہی ہے کہ زندگی کیا ہے۔ وہ مسکرادیئے اور فرمایا——

صحیح راستہ کا انتخاب زندگی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دھوکا ہے۔ (قسط: ۲۴)

جی ٹی (GT) روڈ چٹا گانگ (بنگلہ دیش) سے شروع ہوتی ہے اور دہلی، امرتسر، لاہور اور پشاور سے ہوتی ہوئی کابل، افغانستان پر ختم ہوتی ہے۔ ہندوستان کے بادشاہ چندر گپت موریا کے عہد میں اس کی تعمیر ہوئی۔ اس زمانہ میں یہ پٹنہ سے ٹیکسلا تک تھی۔ صوبہ بہار کا گورنر شیر شاہ سوری جب مغل سلطنت پر قابض ہوا تو اس نے اس راستہ کو وسعت دی، درخت لگوائے، کنوئیں کھدوائے اور سرائے بنوائیں۔ انگریزوں نے اس کی مزید تعمیر و توسیع کی تو اسے Grand Trunk Road نام دیا۔ اس وقت تجارت کے لئے یہ ایک بڑا زمینی راستہ سمجھا جاتا تھا۔ طوالت تقریباً 2600 کلومیٹر ہے۔ اسے جرنیلی سڑک بھی کہتے ہیں۔

میاں بیوی میں اختلاف ــــ؟

ابو القاسم فردوسیؒ طوسی، ایران کا مشہور شاعر ہے اور فردوسیؒ کے نام سے مشہور ہے۔ ایرانیوں کا کہنا ہے کہ فردوسیؒ کی وجہ سے فارسی زبان مقبول اور زندہ ہے۔ اس نے کتاب ''شاہ نامہ'' میں پچاس ایرانی بادشاہوں کی کہانی نظم کے ذریعے بیان کی ہے۔ کسی شاعر نے اتنی طویل نظمیں نہیں لکھیں جتنی شاہ نامہ میں تحریر ہیں۔ نظموں کے ذریعے فردوسیؒ نے مختلف واقعات اور کہانیاں بیان کی ہیں جس میں رستم و سہراب کی کہانی بہت زیادہ مشہور ہوئی۔

رستم بہادر جنگ جو تھا۔ اس کے بیٹے کا نام سہراب تھا۔ دونوں کے ساتھ کیا ہوا، آیئے جانتے ہیں۔

رستم ایران کے شہر سیستان میں پیدا ہوا۔ وہاں بادشاہ ''کیکاؤس'' کی حکومت تھی۔ اس کے پاس ہوائی جہاز تھا۔ جی ہاں! اس کا ہوائی جہاز آج کے ہوائی جہازوں سے مختلف تھا۔ بادشاہ کے تخت کے کناروں پر سونے کے چار ستون تھے ــــ ہر ستون کے اوپر گوشت کے بڑے بڑے پارچے لٹکائے جاتے تھے۔ ستونوں کے ساتھ اس نے تربیت یافتہ شہباز باندھے۔ شہباز گوشت کی طرف لپکتے تو ان کی طاقت سے تخت زمین سے اٹھ جاتا۔

ایک دفعہ تخت ایران سے اڑتا ہوا چین پہنچ گیا، راستہ طویل ہونے کی وجہ سے چاروں شہباز تھک گئے اور پر ہلانا مشکل ہوگیا۔ آہستہ آہستہ بادشاہ کا جہاز نیچے آیا اور زمین پر گر گیا۔ بادشاہ محفوظ رہا لیکن ایک دیو کے قبضے میں آ گیا۔

خبر سن کر رستم اپنے گھوڑے پر سوار بادشاہ کی تلاش میں نکلا۔ گھوڑے کا نام رخش تھا اور لوگ پھرتی کی وجہ سے اس پر رشک کرتے تھے ــــ راستہ میں رستم کو سات مشکلات کا سامنا ہوا لیکن بہادری سے سامنا کیا۔ وہ بہادر اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔ جان خطرہ میں ڈال کر بادشاہ کی جان بچالی۔ بادشاہ اس پر مہربان ہوگیا اور یہ بات سب جانتے تھے۔

ایک روز رستم شکار کھیلنے پسندیدہ مقام پر گیا جو ایران اور توران کے بارڈر پر تھا۔ شکار کے دوران ستانے کے لئے درخت کے سائے میں سو گیا اور اپنے گھوڑے رخش کو گھاس چرنے کے لئے چھوڑ

دیا۔ گھاس چرتے چرتے وہ سرحد عبور کر گیا۔ ملک توران کے شہر سمنگان کے سپاہیوں نے خوب صورت گھوڑا دیکھا تو لالچ پیدا ہوا۔ سوچا کہ بادشاہ کے پاس لے جائیں تو وہ خوش ہو کر انعام دے گا۔ انہوں نے گھوڑے کو مشکل سے قابو کیا اور شاہی اصطبل میں لے گئے۔ رستم نیند سے جاگا اور گھوڑے کو موجود نہ دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے ملک توران کے شہر سمنگان میں داخل ہو گیا۔

سمنگان میں جنگل کی آگ کی طرح خبر پھیل گئی کہ دوسرے ملک سے بہادر جنگ جو آیا ہے۔ بادشاہ نے محل میں آنے کی دعوت دی۔

رستم نے بادشاہ کو بتایا کہ وہ اپنے گھوڑے کی تلاش میں یہاں پہنچا ہے۔ بادشاہ نے مدد کا وعدہ کیا اور کہا کہ جب تک گھوڑا نہ ملے وہ محل میں بادشاہ کا مہمان ہے۔ رستم نے دعوت قبول کی۔

محل میں رستم کی ملاقات شہزادی تہمینہ سے ہوئی۔ تہمینہ نے رستم کی بہادری کے واقعات سنے تھے اور وہ اسے پسند کرتی تھی۔ رستم بھی اس سے متاثر ہوا اور دونوں نے شادی کا فیصلہ کیا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے دونوں کی شادی کر دی۔ کچھ ہفتوں بعد گھوڑا مل گیا۔ رستم نے واپس اپنے ملک جانے کی اجازت چاہی۔ ایران جاتے ہوئے شہزادی کو ہار دیا اور کہا —اگر ہماری بیٹی پیدا ہو تو اس کے بالوں میں یہ لگا لینا اور بیٹا ہوا تو بازو میں باندھ دینا۔

بیٹا پیدا ہوا جس کا نام شہزادی نے سہراب رکھا لیکن رستم کو خبر نہیں کی۔ ڈر تھا کہ رستم بیٹے کو اپنے ساتھ نہ لے جائے اور جنگ جو بنا دے۔ بیٹا بڑا ہوا تو اس نے سوال کیا کہ میرا باپ کون ہے۔ ماں نے بتایا کہ دنیا کے مشہور جنگ جو رستم کے بیٹے ہو لیکن اس کا ذکر عام لوگوں میں نہ کرنا ورنہ تم دونوں کے لئے مسائل پیدا ہوں گے۔ چند سالوں بعد جب بیٹا جوان ہوا تو دونوں ملکوں کے حالات خراب ہو گئے۔

سہراب نے ماں سے کہا، ہماری فوج ایران جا کر لڑے گی۔ میں وہاں کے بادشاہ کا تاج چھین کر اپنے بہادر باپ کو پہناؤں گا اور آپ ایران کی ملکہ بن جائیں گی۔ ماں نے بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا۔

سہراب باپ کی طرح نڈر اور توران فوج کا بہادر جنگ جو سمجھا جاتا تھا۔ فوج آمنے سامنے آئی تو ایران کا بہادر رستم سب سے آگے تھا۔ توران کی فوج رستم کو دیکھ کر ڈر گئی۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ مقابلہ کرتے لہٰذا سہراب کو مقابلہ کرنے بھیجا گیا۔

شہزادی تہمینہ نے سہراب کو باپ کا نام بتایا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جس شخص سے اس کا سامنا ہو رہا ہے یہ وہی رستم ہے۔ سہراب قریب گیا تو محسوس ہوا کہ دونوں کی شکل ملتی ہے۔ پوچھا، کہیں تم رستم تو نہیں—؟ رستم نے دھوکہ دینے کے لئے کہا، میں رستم نہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں معمولی سپاہی ہوں۔ سہراب جذباتی نوجوان اور طاقت ور تھا۔ رستم کے پاس لڑائی کا تجربہ زیادہ تھا۔ جانتا تھا کہ مخالف کو کب زیر کرنا ہے۔ مقابلہ شروع ہوا، دونوں کافی دیر تک لڑتے رہے۔ رستم کو احساس ہوا کہ اب وہ تھکنے لگا ہے۔ سوچا کہ اگر اس لڑکے کو جان سے نہیں مارا تو بدنام ہو جاؤں گا۔ آخری داؤ استعمال کیا اور تلوار سہراب کے آر پار ہو گئی۔ سہراب کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور وہ گر گیا۔ سہراب کے زمین پر گرتے ہی رستم نے فتح کی علامت کے طور پر تلوار ہوا میں بلند کی۔ اس دوران سہراب بولا—اگر میرے باپ رستم کو پتا چل جائے کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے وہ تمہیں جان سے مار دے گا۔ رستم کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ اس نے کہا، کیا ثبوت ہے کہ تم رستم کے بیٹے ہو—؟ زخمی سہراب بولا، میرے بازو پر وہ ہار بندھا ہے جو رستم نے میری ماں کو دیا تھا۔ ہار دیکھ کر وہ سکتہ میں آ گیا۔ باپ نے بیٹے کو سینہ سے لگایا اور زور زور سے رونے لگا۔ میدانِ جنگ میں سب حیران تھے کہ جشن منانے والا رستم، سہراب کے لئے کیوں رو رہا ہے۔

شہزادی تہمینہ کو خبر پہنچی کہ میدان جنگ میں باپ بیٹے ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ وہ گھوڑے پر سوار انہیں روکنے وہاں پہنچی لیکن—اس نے آنے میں بہت دیر کر دی تھی۔

سات دوست

پیارے بچو! کسی گاؤں میں سات دوستوں نے سیر کا پروگرام بنایا کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں کسی ٹھنڈی جگہ جانا چاہیئے — گاؤں چاروں طرف پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ پہاڑوں کے اس پار کیا ہے۔ ایک دوسرے سے کہا، لگتا ہے کہ ہم چار دیواری میں بند ایک مکان میں رہتے ہیں۔ بندہ کو پتا ہونا چاہیئے کہ باہر کی دنیا کیسی ہے۔ گھر والوں سے اجازت لے کر وہ سفر کے لئے نکلے۔ سب کی اماں نے کھانا پکا کر دیا کہ بھوک لگے تو کھالینا۔ ابا نے اشرفیاں دیں اور تاکید کی کہ حفاظت سے رکھیں اور کسی اجنبی پر بھروسہ نہ کریں۔ اس زمانہ میں خرید و فروخت اشرفیوں سے ہوتی تھی۔ جس کے پاس جتنی زیادہ اشرفیاں ہوتیں وہ اتنا زیادہ امیر ہوتا۔ دوستوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو باہر کی دنیا کے حالات، رہن سہن اور طور طریقوں سے واقف ہو۔ انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ سادہ طبیعت کے ہیں۔

ہر بندہ گھر سے بیس اشرفیاں لے کر نکلا۔ سب کے پاس 140 اشرفیاں تھیں جو اتنے طویل سفر کے لئے کافی تھیں۔ چلتے چلتے ایک ندی آئی، ندی میں طغیانی تھی — لگتا تھا کہ ندی شدید غصہ میں ہے۔ پیارے بچو! غصہ میں بندہ نہ صرف خود کو بلکہ دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں جو لوگ غصہ نہیں کرتے ایسے احسان کرنے والے بندوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ سب نے سوچا کہ بپھری ہوئی ندی کو پار کرنے کے بجائے ندی کنارے رات گزارتے ہیں۔ اگلے روز طغیانی کم ہوئی تو انشاء اللہ سفر کریں گے۔

رات خیمہ میں گزاری۔ شدید سرد اور تیز ہوا چلی۔ خیمہ اکھڑ گیا اور وہ کھلے آسمان تلے سردی میں ٹھٹھرتے رہے۔ سورج کی کرنیں نمودار ہوئیں تو حرارت ملی۔ اللہ کا شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی ورنہ ٹھنڈ سے مر جاتے۔ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں سستی تھی۔ دور سے — ایک لڑکا آتا ہوا نظر آیا۔ لڑکے کو پتہ چلا کہ یہ مسافر ہیں اور رات مصیبت میں گزاری ہے تو انہیں گھر لے گیا۔ ناشتہ

کرایا اور چائے پلائی ۔تھوڑا آرام کرنے کے بعد ساتوں دوست ایک بار پھر ندی کنارے آئے ۔ ندی پرسکون تھی ۔ندی میں ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک موٹی رسی بندھی ہوئی تھی جس کی مدد سے لوگ ندی پار کرتے تھے۔ایسا بھی ہوتا کہ تیز لہر آتی، ہاتھ سے رسی چھوٹ جاتی اور وہ لہروں کے رحم وکرم پر بہہ جاتا، ڈوب جاتا یا لہریں اسے ساحل پر پھینک دیتیں ۔ وہ تیراکی سے واقف نہیں تھے اور ڈرے ہوئے تھے لیکن ندی پار کرنے کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ ایک ساتھ ندی میں اترے اور رسی کی مدد سے ٹھنڈے پانی میں سے گزرتے ہوئے دوسرے کنارے خیریت سے پہنچ گئے۔

سب کو خیال آیا کہ گنتی کر لینی چاہئے ہم میں سے کوئی کم نہ ہو۔ایک دوست نے گنتی کی — اپنے سوا تمام دوستوں کو گنا۔گھبرا گیا اور بولا دوستو! ہم میں سے کوئی کم ہے۔سب فکر مند ہوگئے ۔ دوسرا بولا ، میاں تمہیں حساب نہیں آتا، میں گنتا ہوں۔اس نے بھی اپنے علاوہ سب کو گنا — دیکھا کہ چھ لوگ ہیں۔تیسرے نے کہا، تم دونوں اسکول میں حساب میں کمزور تھے، میں شمار کرتا ہوں ۔ ہم سات ہی ہیں — ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ۔اس نے بھی خود کو چھوڑ کر سب کو گنا۔یقین ہوگیا کہ ایک کم ہے تو شدید پریشانی ہوئی کہ ایک ساتھی ندی میں غرق ہوگیا ہے۔ واپس جا کر گھر والوں کو کیا جواب دیں گے۔پریشانی اور غم سے سب رونے لگے۔

ایک سوار اس طرف آیا۔لڑکوں کو روتا دیکھ کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے، کیوں رو رہے ہو۔انہوں نے قصہ بیان کیا کہ ہمارا ایک دوست ہم سے بچھڑ گیا ہے۔ہم سات دوست آئے تھے لیکن اس وقت چھ ہیں۔معلوم نہیں کہ کون سا دوست غائب ہے لیکن ایک کم ضرور ہے۔سوار سمجھ دار آدمی تھا۔یہ بات سن کر کہا — اگر میں تمہارے بندے پورے کردوں تو کیا دو گے۔انہوں نے کہا، صاحب! اگر ہم پورے سات ہوجائیں تو سات اشرفیاں آپ کی نذر کریں گے۔سوار بولا، نہیں یہ تو بہت کم ہے۔انہوں نے اشرفیوں کی تعداد سات سے 14 کردی۔

اجنبی نے کہا، کیا ایک آدمی کی قیمت 14 اشرفیاں ہوتی ہیں؟ اپنی ساری اشرفیاں مجھے دے دو تو میں تمہارا ساتھی واپس لا دوں گا۔انہوں نے ہامی بھر لی کہ ایک جان کی قیمت اشرفیوں سے بڑھ کر نہیں۔

اس شخص نے کہا، میں درخت کے پیچھے کھڑا ہوں گا، سب ایک ایک کر کے پیچھے آنا۔انہوں نے اس

شخص کی بات پر عمل کیا۔ جیسے ہی وہ درخت کے پیچھے جاتے، اجنبی کوئلے سے ان کی قمیص پر نمبر ڈال دیتا اور درخت کی دوسری طرف کھڑا کرتا گیا۔ ساتوں دوست پورے ہوگئے تو دیکھا کہ سب کی قمیصوں پر ایک سے سات تک گنتی تحریر ہے۔ خوش ہوئے اور شکر یہ ادا کرتے ہوئے تمام اشرفیاں اجنبی کو دے دیں۔ اجنبی اپنی چالاکی پر شاداں گھوڑے پر سوار ہو کر دور نکل گیا۔ دوستوں کے پاس ایک اشرفی بھی نہ رہی۔ مشکلوں اور تکلیفوں کا سامنا ہوا اور لٹے پٹے گاؤں پہنچے۔

بڑوں سے واقعہ کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ اپنی بے وقوفی سے وہ اس شخص کے ہاتھوں بے وقوف بن گئے۔ توبہ کی کہ وہ آئندہ اپنے گاؤں سے باہر نہیں جائیں گے۔ بزرگوں نے کہا، یہ تو بے وقوفی ہے۔ باہر نہیں جاؤ گے تو دنیا کی پرکھ کیسے ہوگی۔ کوئی کام کرنے سے پہلے اپنے بڑوں سے مشورہ کرنا چاہئے۔

پیارے بچو! اس کہانی میں ایک سبق اور ہے جس پر عمل کر کے ہم صحیح معنوں میں کام یاب ہو سکتے ہیں۔ دوستوں نے اپنے علاوہ سب کو گنا — یعنی خود پر دھیان نہیں دیا۔ جو لوگ خود کو چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھتے ہیں وہ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔

ہمارے دو رخ ہیں۔ ایک رخ وہ جو ہمیں نظر آتا ہے اور ہمارا دوسرا رخ اندر میں ہے۔ ایک رخ ظاہر ہے اور دوسرا رخ چھپا ہوا ہے۔ ظاہر رخ ہمارا جسم ہے لیکن جسم میں اپنی کوئی حرکت نہیں ہے۔ دوسرا رخ بھی ہمارا جسم ہے لیکن ہمیں نظر نہیں آتا۔ جسم کا ظاہری رخ ہمارے اعضا ہاتھ پیر کان وغیرہ ہیں۔ دوسرا رخ کان پیر اور سب کی حرکت ہے۔ جسم میں گوشت پوست کے ظاہری رخ کی اپنی کوئی حرکت نہیں۔ زندگی کا دوسرا رخ حرکت ہے۔ حرکت کا مظاہرہ باہر ہوتا ہے جب کہ حرکت اندر ہے۔ حرکت ہی دراصل زندگی ہے۔ زندگی کا مظاہرہ گوشت پوست، دل، پھیپھڑوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب آپ جسم پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اس کہانی میں آپ اور دنیا کے لئے کیا سبق ہے۔

پیارے بچو، السلام علیکم! اللہ آپ کو خوش رکھے۔ اماں ابا دادی نانی کو بہت سلام بہت آداب۔ گھر کے چھوٹے بڑے افراد یک سو ہو کر ایک جگہ بیٹھیں اور غور و فکر کریں۔ ''ماہنامہ قلندر شعور'' نے جو کچھ سمجھایا ہے اس کو آپ کتنا سمجھے —؟ آپ لکھئے، انشاءاللہ آپ کا ''ماہنامہ قلندر شعور'' شائع کرے گا۔

خواب تعبیر اور مشورہ

زیارت

خیرالدین، لاہور۔ مدینہ ایئرپورٹ پر اترنے کے ساتھ خیال آیا کہ روضہ رسولؐ ابھی دور ہے، پھر روضہ رسولؐ پر نظر پڑی جو کچھ فاصلہ پر نظر آیا۔ اگلے لمحہ دیکھا کہ روضہؐ سے کچھ فاصلہ پر وضو کر رہا ہوں، ساتھ اور لوگ بھی ہیں۔ ہم سب نعت شریف پڑھ رہے ہیں۔ شعر یاد نہیں مگر مطلب یہ تھا کہ آقاؐ دیدار عطا فرما دیجئے، خیال آیا کہ روضہؐ کا دیدار تو ہوا مگر ابھی دیدار نبیؐ باقی ہے۔ کافی طویل خواب تھا جو اٹھنے کے بعد آہستہ آہستہ ذہن سے محو ہو گیا۔

تعبیر: الحمد للہ خواب نہایت مبارک اور سعید ہے۔ آپ کو رسول اللہؐ کے روضہ اقدس کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ خواب میں اظہار ہوتا ہے، درود شریف کا ورد آپ کرتے ہیں لیکن اکثر ناغہ ہو جاتا ہے۔ نعت سننے اور سمجھنے کا ذوق بھی ہے۔ سلسلہ کے اسباق کی پابندی پوری طرح نہیں ہوتی۔ مراقبہ میں جتنی زیادہ ذہنی یک سوئی ہونی چاہیئے وہ بھی نہیں ہوتی، اس کی وجہ ذہنی انتشار اور خیالات کی یلغار ہے۔ چلتے پھرتے، وضو بے وضو کثرت سے دن میں یاحی یاقیوم کا ورد کریں اور رات کو نہا دھو کر پرسکون طبیعت سے درود شریف کا ورد کریں۔

اصلاح احوال

سدرہ کنول، بلدیہ۔ کئی دفعہ یہ خواب نظر آیا ہے کہ آسمان کا رنگ بدل گیا، بارش کی طرح عذاب برسے گا اور صرف اچھے کام کرنے والے لوگ بچیں گے۔ امی بہت خوف زدہ ہیں لیکن میں ہمت کر کے تمام بچوں کو گھر کے اندر لاتی ہوں۔ وہاں ایک پیارا بچہ ہوتا ہے۔ بغور دیکھنے سے پتہ چلتا ہے یہ بچہ ان لوگوں میں شامل ہے جو عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ خیال آتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں اس کی حفاظت کروں۔ پہلے سوچتی ہوں میں لڑکی ہو کر کیسے اسے منزل تک پہنچاؤں گی لیکن ہمت کر کے چلی جاتی ہوں۔ کچھ دیر بعد امی کا فون آتا ہے۔

تعبیر: اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ پوری قوم کو اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے، بری باتوں، شیطانی وسوسوں اور اللہ کی مخلوق کو شر، فساد سے محفوظ رکھے، آمین۔ آپ کے خواب کی یہی تعبیر ہے۔

مرگی

ملیحہ ناز، راولپنڈی۔ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہوں۔ دروازہ کے قریب جوتے ترتیب سے رکھے ہیں اور سارے جوتے کالے رنگ کے ہیں۔

بزرگ جو فرماتے ہیں وہ میں لکھ لیتی ہوں مگر سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ بزرگ فرماتے ہیں انتظامیہ یا دواخانہ والوں سے پوچھ لینا۔ پھر شیشہ کی شفاف مستطیل بوتل میں کالے رنگ کی دوا بنا کر فرماتے ہیں کہ ختم ہونے کی صورت میں اور لے لینا۔

تعبیر: خواب کے مندرجات بیماری ظاہر کرتے ہیں، یہ بیماری مرگی بھی ہوسکتی ہے۔ پرہیز کے ساتھ علاج ہونا ضروری ہے۔ علاج میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے۔ پرہیز کا بطور خاص خیال رکھیں۔ مرگی کا علاج کتاب ''روحانی علاج'' میں لکھا ہوا ہے۔ مادی علاج کے ساتھ روحانی علاج بھی کریں، انشاء اللہ شفا ہوگی۔

حضور قلندر بابا اولیاؒ

نجمہ، پشاور۔ بچوں کے ساتھ گھر واپس آرہی ہوں۔ گلی میں حضور قلندر بابا اولیاؒ کا دیدار ہوا۔ سلام دعا کے بعد ان سے گھر چلنے اور کھانا کھانے کی درخواست کی جسے انہوں نے کمال مہربانی سے قبول فرمالیا اور میرے بیٹے کو لے کر جمعہ پڑھنے تشریف لے گئے۔ بیٹی کے ساتھ گھر آ گئی اور کچھ دیر بعد حضرت قلندر باباؒ میرے بیٹے کے ساتھ تشریف لائے تو ہم نے مل کر دوپہر کا کھانا کھایا۔ پھر دیکھا کہ انہوں نے فرمایا، فکر نہ کرو سب ٹھیک ہوجائے گا، معاملات میں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔

تعبیر: حضور قلندر بابا اولیاؒ کی خواب میں زیارت ہونا سعادت ہے۔ اسباق کی پابندی میں مزید کوشش کریں۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی اور ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رہیں گی۔

نماز

ہما عمران، کراچی۔ مسجد میں ایک بزرگ موجود ہیں جو صف بچھانے کا کہہ کر ٹوپی منگواتے ہیں۔ پھر دیکھا بزرگ مسجد کی کھڑکی کے پاس خوش گوار موڈ میں بیٹھے ہیں۔

تعبیر: اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت مطہرہ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خواب میں بتایا گیا ہے کہ نماز میں کوتاہی ہوتی ہے اور جب نماز پڑھی جاتی ہے تو خیالات کی یلغار سے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ہم نے کس رکعت میں کون سی سورت پڑھی ہے۔ نماز کے آداب میں اہم نکتہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے حضور یک سوئی کے ساتھ حاضر ہو اور جانتا ہو کہ جو کچھ پڑھا جارہا ہے اس کے معنی کیا ہیں۔ معنی اور مفہوم کے ساتھ نماز قائم کی جاتی ہے تو خیالات کی یلغار نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلبی تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے نماز میں پڑھنے والی سورتوں کا ترجمہ یاد ہو۔ کسی بھی زبان کو زبانی یاد کرلیں لیکن اس کے معنی اور مفہوم معلوم نہ ہوں تو یہ پڑھنا پڑھنا نہیں ہے۔ پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ پڑھا جارہا ہے اس کا ترجمہ یاد ہو۔ قرآن کریم کا ترجمہ یاد نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ نمازی کے خیالات نماز میں منتشر رہتے ہیں اور نماز کا مفہوم ذہن نشین نہیں ہوتا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی چھوٹی بڑی سورتیں آپ کو یاد ہیں ان کا ترجمہ یاد کیا جائے اور نماز پڑھتے وقت ترجمہ کے اوپر غور کیا

جائے۔ نماز اللہ اور بندہ کے درمیان رشتہ قائم کرنا ہے۔

عقیدت ومحبت

ثناء۔ ایک بڑے کمرے میں بزرگ کا انتظار ہورہا ہے۔ ان کی آمد کے ساتھ میں کھڑی ہوکر سلام کرتی ہوں۔ لگتا ہے بزرگ کے کپڑوں کی خوش بو میرے کپڑوں اور ہاتھوں سے آرہی ہے۔ شکر کرتی ہوں تو دیکھا ایک لڑکی شیرینی تقسیم کررہی ہے جس کے گلے میں لاکٹ پر علی، حسین علیہما السلام لکھا ہوا ہے۔

تعبیر: آپ کا خواب اپنے پیرومرشد سے عقیدت کی طرف اشارہ ہے۔ پیرومرشد اور مرید کا رشتہ استاد اور شاگرد کا ہوتا ہے۔ جس طرح دنیاوی علوم سیکھنے کے لئے استاد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح روحانی علوم سیکھنے کے لئے روحانی استاد کی ضرورت ہے۔ ایک بات بہت زیادہ اہم ہے کہ آدمی کوئی بھی علم سیکھے — جب تک استاد کے قول کو بلا چون و چرا قبول نہیں کرے گا کوئی شاگرد علم نہیں سیکھ سکتا۔ ہم اپنے بچوں کو اسکول میں داخل کرتے ہیں۔ اردو کا استاد الف، ب کہتا ہے، شاگرد الف، ب دہراتا ہے۔ انگریزی کا استاد a,b,c,d کہتا ہے، طالب علم a,b,c,d یاد کرکے زبان سیکھنے کی ابتدا کردیتا ہے۔ علوم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم اکتسابی ہے — اکتسابی کا مطلب کسی کے بتائے ہوئے قول کی بلا چون و چرا تعمیل کرنا۔ استاد کہتا ہے الف، ب، ج — بچہ بھی الف، ب، ج کہہ دیتا ہے۔ لیکن اگر بچہ یہ سوال کردے کہ الف کیوں، ب کیوں، ج الف کیوں نہیں، تو شاگرد علم نہیں سیکھ سکتا۔ دوسرا علم "علم حضوری" ہے۔ استاد بتاتا ہے یہ شربت ہے۔ شاگرد شربت اور پانی کہے تو استاد کے پاس ایسا کوئی طریقہ نہیں کہ وہ یہ بتائے کہ یہ پانی ہے۔ آپ کے خواب میں امیر المومنین حضرت علی، حضرت امام حسین علیہما السلام کا مبارک تذکرہ ہے۔ یہ نشان دہی ہے کہ آپ کو اہل بیت کرامؓ سے انتہائی درجہ عقیدت ومحبت ہے۔ مرشد کو دیکھنا ظاہر کرتا ہے کہ مرشد بھی اللہ کے محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اہل بیتؓ سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتا ہے۔ یہی آپ کے خواب کی تعبیر ہے۔

روحانی علوم کا ذوق

ممتاز احمد رضا، بفرزون۔ ایک بزرگ چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ ان کو اپنا خواب سناتا ہوں۔ بزرگ آنکھیں بند کرکے خواب سنتے ہیں پھر آنکھیں کھول کر فرماتے ہیں خواب اچھا ہے۔ واپسی کے لئے کھڑا ہوا تو بزرگ سے عرض کیا، میں بیعت کب ہوں گا؟ بزرگ کے الفاظ یاد نہیں رہے ایسا لگا کہہ رہے ہوں، ابھی نہیں ہوگا۔ میں نے کہا مرنے سے پہلے —؟

بزرگ مسکرائے اور فرمایا کہ ہاں!

تعبیر: اللہ تعالیٰ قبول کریں، آپ کے اندر روحانی علوم سیکھنے کا ذوق ہے۔ انشاءاللہ آپ کو فیض ہوگا بشرطیکہ کہ سلسلہ عظیمیہ کے اغراض ومقاصد اور قواعد وضوابط پر عمل، ترجمہ کے ساتھ نماز کی پابندی اور غصہ پر کنٹرول حاصل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور آپ کی

نیک خواہشات پوری ہوں، آمین۔

شان دار روحانی صلاحیتیں

سالکہ رحمت۔ ہسپتال میں بستر پر لیٹی ہوں وہاں کوئی جاننے والی لڑکی چھوٹی ڈبیا لئے کھڑی ہے جس پر ڈھکنا نہیں ہے۔ اس کے اندر کالی مرچ سے بڑا نازک موتی ہے جس پر کھال چڑھی ہوئی ہے۔ ایسا لگتا ہے وہ لڑکی ایک بزرگ کا پیغام دینا چاہ رہی ہے جو اس موتی سے متعلق ہے۔ اچانک بستر کے قریب وہ بزرگ نظر آئے۔ لڑکی سے فرماتے ہیں، یہ مجھے دے دو میں خود اسے heat دے دوں گا۔ پھر اس ڈبیا کو پکڑ کر کچھ پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر اس لڑکی سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ کس سورت کی ہے۔ وہ جواب دیتی ہے تو بزرگ فرماتے ہیں قرآن شریف لے آؤ۔ میں اٹھ کر اپنا قرآن شریف دینے لگتی ہوں کہ آنکھ کھل جاتی ہے۔

تعبیر: اسباق میں ریگولر نہیں ہیں، کوتاہی ہوجاتی ہے۔ موتی سے مراد یہ ہے کہ آپ میں روحانی صلاحیتیں شان دار ہیں لیکن تساہل کی بنا پر اسباق میں یک سوئی نہیں ہوتی، ناغہ بھی ہوجاتا ہے۔ اس خواب میں ہدایت دی گئی ہے کہ روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ذہنی یک سوئی ہو اور ترجمہ کے ساتھ تلاوت قرآن کریم، جتنی آسانی سے ہوسکے، پڑھا جائے۔ نماز اور اسباق کی پابندی کریں، چھوٹی سورتیں ترجمہ کے ساتھ پڑھیں اور نماز میں تلاوت اور ترجمہ یک سوئی کے ساتھ پڑھیں۔ انشاءاللہ کامیابی ہوگی۔

اللہ نور السمٰوٰت والارض

شبانہ، کورنگی۔ آسمان میں بالشت بھر سوراخ ہوا اور دودھیا روشنی نکل کر میرے اوپر پڑنے لگی۔ شروع میں ڈر لگا پھر احساس ہوا یہ تو تجلی ہے۔

تعبیر: الحمدللہ نہایت مبارک خواب ہے۔ آپ نے خواب میں اللہ کا نور دیکھا ہے۔ قرآن کریم میں ہے اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ درود شریف کی فضیلت اتنی ہے کہ اللہ اور ملائکہ رسول اللہؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ آپ اپنے معمولات کو جاری رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ آپ کو روحانی بالیدگی عطا فرمائے، آمین۔

رشیدہ۔ تعبیر: آپ نے کوئی کہانی پڑھی ہے، اس سے متاثر ہوئیں، کہانی کے کردار ذہن میں گشت کرتے رہے اور وہ خواب میں نظر آگئے۔ اس خواب میں آپ کے لئے راہ نمائی ہے کہ وقت ضائع نہ کریں، ایسا لٹریچر پڑھیں جو دین دنیا کے لئے خیر کا پیغام برہو۔

مغفرت کی دعا

نام شائع نہ کریں۔ شوہر کے دوست کی والدہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ لوگ ان کی میت لے کر جارہے ہیں اور بیچ راستہ میں میت رکھ کر جانے لگتے ہیں۔ میں کہتی ہوں ان کی تدفین تو کرو مگر وہ نہیں سنتے۔ ایک صاحب آکر کہتے ہیں، تم اور میں ان کی رسومات پوری کریں گے۔ میں ان صاحب کی مدد سے

میت کے ڈولے کو اٹھاتی ہوں۔ پھر منظر بدلا اور خستہ حال گھر نظر آیا جس کے دروازہ پر کھڑی ہوں۔ دہلیز سے گندے پانی کی نالی بہہ رہی ہے۔ کچھ لوگ میرے ساتھ ہیں اور جنہوں نے میت اٹھائی تھی وہ کہتے ہیں، مرحومہ اس گھر میں رہیں گی۔ جب وہ آجائیں، تم چلی جانا۔ میں سوچتی ہوں ان کو اتنا خستہ حال گھر دیا گیا ہے۔

تعبیر: اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور سب کو ایک دوسرے کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہیئے۔

رضوان، حیدر آباد۔ درود شریف پڑھنے کی سعادت کا حصول آپ نے خواب میں دیکھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے، آمین۔

ذہنی یک سوئی

مہ جبیں، کراچی۔ دیکھا کہ کسی کے حکم سے مجھے گرفتار کرنے کا کہا گیا ہے۔ ایک آدمی آیا، مجھ سے جو غلطی ہوئی وہ میری تحریر نہیں تھی لیکن جس کتاب سے ہے میں واقف ہوں۔ میں بہت پریشان ہوں اور جانے انجانے میں جو غلطیاں ہوگئی ہیں ان پر معافی کی خواستگار ہوں۔

تعبیر: ضروری نہیں ہے سونے کی حالت میں جو کچھ دیکھا جائے اس میں مستقبل کی نشان دہی ہو۔ یہ بھی نہیں ہے کہ جو کچھ خواب میں دیکھا ہے اس کا مطلب و مفہوم ہو۔ ادھر ادھر کے خیالات کی تصویریں سامنے

ماہنامہ قلندر شعور جون 2017

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:............................ والدہ صاحبہ کا نام:..

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:........................ وزن (تقریباً):.................. آنکھوں کا رنگ.....................

نیند کیسی آتی ہے:................ بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.................. تاریخ پیدائش:......................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.......................... فون نمبر...........................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات : ....

....

آجاتی ہیں۔ خواب میں چوں کہ مکان اور زمان کی حیثیت وہ نہیں رہتی جو شعوری کیفیات میں بیان کی جاسکے، اس بات کو ہم ''خواب دیکھا تھا لیکن بھول گئے'' کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ تجربہ میں ہے کہ خواب میں زمان و مکان (time — space) ہونے کے باوجود اس کا شعوری ادراک نہیں رہتا۔ فاصلے (space) سمٹ جاتے ہیں، شعوری طور پر وقت کی نفی ہوجاتی ہے جب کہ نفی نہیں ہوتی۔ ہمارا ذہن بیداری میں جس رفتار سے سفر کرنے کا عادی ہے وہ space یا time خواب میں نہیں ہوتا۔

آپ کے ذہن میں ڈر اور خوف زیادہ ہے۔ خواب مختلف تصویریں بن کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ صورت حال ذہنی یک سوئی حاصل ہونے سے ختم ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔ (یونس:٦٢)

م بی بی، کراچی۔ تعبیر: خواب کسی بیماری کا پیش خیمہ ہے۔ کھانوں میں پرہیز ضروری ہے۔ پرہیز میں زیادہ نمک کا استعمال، خمیری چیزیں، فریج میں رکھی ہوئی اشیا سے پرہیز کریں۔ ذہنی اصلاح کے بھی خاکے ہیں، بکرا صدقہ کردیجئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو سکون کی دولت سے مالا مال فرمائے، آمین۔

نگاہ کی کم زوری

معین السلام ماءت الحین الصاب الغلام المری

صبح سورج نکلنے سے قبل تین مرتبہ پڑھ کر ایک بڑے پیالے پانی پر دم کرلیں۔ اس پیالے میں سے تین گھونٹ پانی الگ کرکے نہار منہ پی لیں اور باقی پانی کو سیدھے ہاتھ کے چلو میں لے کر اس پانی میں آنکھیں کھولیں اور بند کریں۔ پانی جب گرم ہوجائے تو گملے یا کیاری میں ڈال دیں۔ اب دوسرا چلو بھرلیں، اسی طرح پہلے بائیں آنکھ کو دھوئیں اور پھر دائیں آنکھ کو۔ یہ عمل 90 دن کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نگاہ کی کم زوری دور ہوجاتی ہے۔

آنکھوں میں درد، آشوبِ چشم، سوجن، سرخی، آنکھوں میں زخم، گوہانجنی اور روہے وغیرہ ــــ یہ امراض ہاضمہ کی خرابی یا بیرونی عوارض مثلاً گرمی، سردی، چوٹ، گرد وغبار اور دھواں وغیرہ لگنے سے ہوتے ہیں۔ اگر ہاضمہ خراب ہو تو غذا میں گرم تاثیر والی اشیا استعمال نہیں کرنی چاہئیں۔ ہلکی غذائیں استعمال کریں۔ ہلکے نیلے رنگ (جسے آسمانی رنگ کہتے ہیں، اس میں ذرا بھی سرخی کی آمیزش نہیں ہوتی) کی عینک دو تین گھنٹے روز لگایا کریں، نیلے رنگ کی شعاع ایک دو منٹ تک منہ میں ڈالیں اور اگر پورے چہرے پر نیلی روشنی ڈالی جائے تو اور بھی مفید ہے۔ آنکھوں اور پلکوں پر نیلی روشنی ڈالنے سے انشاءاللہ روہے ختم ہوجائیں گے۔

Lavish Dine
Restaurant
25% OFF
in Lunch
Lavish Dine
Ramzan
Buffet
990/-
10% OFF
on all Party
Buffet Menu
(Monday to
Thursday)
- Any Type of Party up to
400 Persons
- Affordable Party Menus
FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.
Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004
Web: www.lavishdinerestaurant.com
: lavishdinerestaurant

SEARLE

CANDEREL

کینڈرل

پھیلائے دنیا بھر میں مِٹھاس لو کیلوری کے ساتھ

30 سال سے زائد عرصے سے دنیا بھر میں ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں **کینڈرل** چینی جیسی مِٹھاس شامل کر رہا ہے وہ بھی معمولی سی کیلوری کے ساتھ ۔ **کینڈرل** بلڈ گلوکوز لیول پر بھی کوئی اثر نہیں کرتا ہے ۔ اگر آپ ذیابیطس کے مریض ہیں جو زندگی میں مِٹھاس لانا چاہتے ہیں یا آپ اپنے وزن کی خاطر روز میٹھے سے نظر چراتے ہیں تو اب آپ کی مشکل ہوئی آسان ۔۔۔ **کینڈرل** کے ساتھ

STARCREST

vi could be seen. I was immensely delighted by my success in this Great War. In a befitting manner I then became busy in preaching and lecturing the remaining few jinn.

I encountered no difficulty in teaching these jinn and on a personal basis I began to establish and govern my prophet hood with ease. The true King of the heavens approved of and took a liking of my actions and so in appreciation for my services He in return made me His viceroy. After making me His viceroy He subjugated the entire earth to me. I governed every inch of the earth and the controls of the seventh heaven were firmly in my grasp. Heaven and hell too were given to me to govern.

My rank and status was very high and eminent indeed. Because the fashion of committing sin on earth had all but finished, for this reason I found plenty of time to celebrate the praises of the Lord.

My place of worship at the time was not restricted to any specific area. Take for example the viceroy of Hindustan, when the weather is hot, he is in the region of Shimla, in the winter in Delhi, in the autumn he travels to the different states, he goes as and where he sees fit. My situation was exactly the same, when I so desired I rolled my mat on earth to worship the Almighty Creator, and when I desired I would ascend to the heavens. There was no obstacle for me here on earth and there was no restriction for me over there in the heavens either. I should point out that there was no such thing as 'autumn' in that moment in time. For this reason, there did not exist a specific planet or an earth for the purpose of autumn.

The extent of my reign and sovereignty was at its peak. Being a viceroy of the Lord I was free from all kinds of limitations and any form of compulsion too. Despite being the deputy of the Almighty King I was completely free to do as I pleased. But believe me that even though I enjoyed such a high honour and esteem I did not trouble or harass anyone at all. I did not at any point upset the god of peace. In order to serve my Lord and my nation, I was appointed viceroy. My purpose and mission in life was only this that my nation should benefit from my services and I should do so without any expectation in return. Unlike the rulers and monarchs of the present era I did not possess the need to conquer lands, I neither had the need to hoard and worship wealth, nor did I have the affection for materialism. Unlike the rulers of today, I did not look at the poor and the weak with personal greed and intent in mind. I did not have the ability to display arrogance because of my personal status and nor did I look down at others as being inferior to me. In my eyes all were equal because I think that the purpose of being a king and to govern is to serve the country and its people, and not for this reason that by being powerful and self-conceited he altogether forgets about the well-being of his nation.

Continue…

V pens he must remain steadfast in his commitment to the Divine Heavenly guidance and report to me the situation and outcome at all times. He must not, on any account like the previous assistant prophets, disappear and never show his face ever again.

Aasaf recited the name of God and set off on his mission and made the promise that he would remain firm on the mission. For a long period of time I never heard anything from Aasaf. I came to accept that he too has fled like the previous prophets. What was perplexing was that despite my best efforts and investigations I was unable to ascertain the whereabouts of my sent prophets. There was no evidence of the prophets having reached their destination nor was there any verification of anyone ever having seen any of them anywhere.

I was contemplating on new tactics and what new actions I should take when suddenly Aasaf turned up. He was very frightened and grief stricken.

"O Azazeel, to date all those prophets that you sent to the nation, they have all perished. The leaders of the jinn have treated them with distinct cruelty; they do not want any foreigner to come between them and the people whom they rule over. All the fore sent prophets were treated barbarically and were then destroyed in the most brutal fashion. They were told that they were traitors because they chose to be allies of a foreign party, and for this reason they were not worthy of being amongst them".

Upon hearing this disturbing and appalling news a raging fire became to erupt from all parts of my body. At that moment I prayed in the court of the Almighty Lord and asked the Creator to give me the power to take vengeance against this cruel and disobedient nation and let there be no repercussions towards me in return.

The holy command received was, "You can take revenge and no harm and repercussion will come to you in this matter"

And so I instructed the army of angels to kill all the rebellious and disobedient jinn and not to show any mercy in going about their business. If they were to come across a God fearing and pious jinn then he was to be brought to me with consideration. And if one of the rebellious jinn was to make the promise and take oath that he would walk on the straight path and to act upon the Divine guidance then he should be sent to me for protection too.

The angels carried out their duty as they were instructed; they searched out the evil and rebellious jinn and eradicated them systematically. At this time only the pious and faithful jinn remained. The wickedness and brutality was replaced by tranquillity and harmony.

Viceroy of God

After this Great War every sign of sin was eliminated, wherever the eye could perceive only those who submitted and prostrated before the Lord

iv out the necessary actions on my part, I had managed to recruit a number of individuals who were able and willing to support me in my program.

First of all I sent a jinn by the name of Sehlutalis Bin Balahit as my assistant prophet to preach to the nation. Sehlutalis was a very pious and intelligent jinn. I was sure that he would carry out his duties with utmost wisdom and intelligence. Unfortunately after departing he never sent any message back to me. I then prepared a second jinn for this particular task to preach to the nation, but he too turned out like the first, and I never heard from him again either. I was forced to send a third jinn to the nation. Like the two before him, he too vanished in to thin air. Hence I was forced to prepare and send a fourth assistant, I did not get as much a letter back from him. I sent a fifth assistant prophet and he turned out to be the fifth trooper from whom I never heard anything ever again.

Reluctantly I was forced to prepare a sixth assistant. I explained it very thoroughly to him and made it clear that he was not to sit idle like the five previous jinn before him. The least he could do was to let me know the circumstances and the outcome of the events. However, he too turned out to be a brother of the previous five.

I was very astonished and dumbstruck by the fruitless outcome of having prepared and sent six assistants for preaching to the nation. I thought to myself that if this situation continues then to be a guide of my nation was outside the limits of my competence. I was demoralised and was thinking in this disheartened manner when a voice in my heart told me to try at least once more.

After all what is the reason as to why the assistants keep on disappearing? Once I send an assistant, I have to accept that he has gone forever! I don't hear anything back at all. When I try to find out from different sources as to what is the state of the jinn that I have sent, I come to learn that the jinn had never reached his destination. No one is telling me the truth.

From the jinn that I had befriended I had prepared and sent the most capable and trustworthy ones to preach to the nation, but the situation remained exactly the same as that of day one when I arrived on earth. I then cast my eye on the remaining jinn and as a last attempt I sent Aasaf Bin Yaasaf for the task. He was an extremely sharp and wise jinn who was also very pious and God fearing.

At first Aasaf was doubtful and had reservation in carrying out the task, however after some convincing he took on board the prophetic knowledge and set out to preach to the nation. I gave him all the necessary guidance and instructed him thoroughly that whatsoever hap-

iii then I would lose my place in paradise, there were times when I would have this upsetting feeling that for the sake of serving my nation I should be prepared to sacrifice my own ego and thousands of personal comforts and pleasures. My mind was in turmoil and constantly engaged in this unique concern that I received this message from the Throne of the Most Merciful Lord God:

"If you wish, We can appoint and send you as a guide to your nation so that you can bring the misguided people on to the correct path so you can fulfil your obligations to your nation. Then after that you have this remission with you that you may come up to the heavens whenever you desire without any conditions attached, and when you so choose, you may go back to your nation. You will encounter no obstacle in your path to prevent you from entering in to the seventh heaven and paradise".

What does a blind person want? Two eyes! All along my deep down desire was that whilst maintaining my rank and status, at the same time I be granted the opportunity to be the guide of my nation.

And so I requested to the Kind Lord God, "O Almighty Creator, You are the Knower of the Unseen. You have come to know the affairs of the heart and have granted me my desire. I am now requesting your help and support that before sending me to the earth, give me so much strength that at the time of need I do not become handicap in any aspect of work, and that I can turn every inch of the earth to be loyal and worship You alone".

The limitless Ocean of Mercy absorbed this request of mine too and with the utmost distinction and honour the Lord sent me to earth to guide my nation. A countless number of angels were also sent with me for my assistance in this task.

The Departure of Assistant Prophets

Accompanied by many angels I arrived on earth. For my habitation and to achieve my end goal I set up my plan in an open area. The army of angels settled close by. In order to guide and lead my nation I devised a program. After giving a great deal of thought and consideration in to the matter I reached the conclusion that I should send an assistant prophet to the people so that he could propose the Divine message to them. And so after a couple of days of effort I managed to befriend a few individuals from my nation and convinced them to support my noble cause.

However, I was astonished beyond all bounds when I realised that to merely acquire a few individuals to be on my side that I had to spend so much time and effort, and that I had to encounter so much difficulties. What was more surprising was that despite having witnessed the destruction and apparently having no other choice, this nation was still behaving outrageously. Even so after carrying

parison the number of angels of paradise who benefitted from my teachings outnumbered the angels of the previous heavens by thousands of times over. However, even so the size of this knowledge was as if someone has taken only a few drops from an ever limitless ocean.

The Head Prophet

In this era of my rapid advancement in rank and status, the life on earth took a twist sideways. I was established and settled in the heavens and busy in preaching. I was spreading the vast wealth of knowledge and worship to the creatures of the heavens. On the other hand the surviving creatures on earth had once again rallied and gathered on one point, they were now heedful of their lost heritage and were searching for a merciful eye to look favourably upon them once again.

It came to my knowledge that my nation that once had been destroyed in the battle with the angels; there were some individuals amongst it to whom the Lord had granted permission to scatter and hide in remote places so that they could be saved from the devastation. I learnt that today they are once again wandering around aimlessly and there is no one to guide them on to the correct path. Upon learning about this situation my conscience became unsettled and the inner voice in my heart began to echo,

"Let go of these occupations. Your nation is lost and is wandering purposelessly without having any sense of direction. It has no sympathiser or any assistance to guide them. You must teach them the correct path, so that like you, it too can engage in the act of worship and develop a nearness to the Almighty Creator".

However, there was a problem associated with the inner voice, I was now faced with this difficult dilemma that if I asked to be transferred on to earth and become leader of my nation, then I would have to give up my right of habitation in paradise. Furthermore, I would no longer have the status and rank that I have today. I still had memories of those devastating events of a long ago that took place on earth that were the result of the evil deeds committed by my fore parents. Even today my soul sinks in to swoon when I think of the dreadful past.

On one hand I had to consider my habitation in paradise and on the other hand I had to consider the need of leadership of a lost nation. My heart was in a state of constant battle and was being pulled in both directions. In one instance I would be overcome by the emotions related to my own personal honour and esteem, and in the next I would become overwhelmed with the feelings of loyalty to my people and the desire to be the leader of my nation which had an urgent need for guidance.

I thought that if I have to go on to earth in order to guide my nation

Autobiography of the Devil (Iblees)

At that moment I prayed in the court of the Almighty Lord and asked the Creator to give me the power to take vengeance against this cruel and disobedient nation and let there be no repercussions towards me in return.

Upon seeing me, Rizwan said, "welcome brother Azazeel, since when have we become so fortunate (as if he was not worthy of my company) that we are being blessed with your presence and for being given the opportunity of learning your brilliant knowledge and gaining from your exemplary life?"

(It is to be noted that in those days the custom of showing humility and modesty (*khaksaari*) did not exist, and instead of this word, humbleness (*Inkisaari*) has to be used).

As far as a humble tone and speech was concerned we both heard, we listened to each other, and said a lot, but in the end I decided to terminate this tennis match of sarcastic remarks and submitted,

"I am an insignificant, contemptible and unimportant creature of the Most Honourable Lord, whatever service I can do in this matter, I humbly submit to the task and shall consider myself to be most privileged".

Brother Rizwan replied, "If you give us the opportunity just for a few days to take part in your school and lectures, then we would consider us servicemen of paradise to be very fortunate indeed"

By pointing towards the inhabitants of the paradise he again stated that they all too will be indebted to you, should you accept our request and stay in paradise for a few days.

I replied back, "You know that the Almighty Lord has commanded me to spend a few days with you. Then how is it possible for me not to stay here and furthermore what right and power do I have even to think of not carrying out the Divine Command?"

After this, with the permission of the Lord, Rizwan took me on to a tour of the paradise. My spirit became ecstatic and overjoyed with delight. I saw those spectacles that I had never witnessed before, and perhaps will never see again!

And so I began to live in paradise and here too I commenced the system of preaching and sermon which I had conducted in each of the heavens. Whilst in paradise this custom became established, that in a specific and a magnificent place, a throne made of ruby and topaz was produced. Upon this throne an illuminated banner was affixed. I sat on and preached from this throne. In this gathering the number of angels that were present was outside of my ability to calculate. Apart from the Almighty Creator, no one else has knowledge of their number.

The blessed system of teachings and lecturing continued year on year. In this era the angels gained a lot of knowledge from me. In com-

V Let your meditations take their rise from the ethical ground, which you now occupy. Remember that you are to *grow* into Truth by steady perseverance. If you meditate ceaselessly upon the spotless purity and divine excellence, and apply His every precept to your inner life and outward conduct, you will become closer to Him.

Strive to rise, by the power of meditation, above all selfish clinging to partial gods or party creeds; above dead formalities and lifeless ignorance. Thus walking the high way of wisdom, with mind fixed upon the spotless Truth, you shall know no halting-place short of the realization of Truth.

He who earnestly meditates first perceives a truth, as it were, afar off, and then realizes it by daily practice. It is only the doer of the Word of Truth that can know of the doctrine of Truth, for though by pure thought the Truth is perceived, it is only actualized by practice.

He who gives himself up to vanity, and does not give himself up to meditation, forgetting the real aim of life and grasping at pleasure, will in time envy him who has exerted himself in meditation.

By engaging in meditation, the disciples arrive at knowledge of the Truth. Let your heart grow and expand with ever-broadening love, until, freed from all hatred, and passion, and condemnation, it embraces the whole universe with thoughtful tenderness.

As the flower opens its petals to receive the morning light, so open your soul more and more to the glorious light of Truth. Soar upward upon the wings of aspiration; be fearless, and believe in the loftiest possibilities.

Believe that a life of absolute meekness is possible; believe that a life of stainless purity is possible; believe that a life of perfect holiness is possible; believe that the realization of the highest truth is possible. He who so believes, climbs rapidly the heavenly hills, whilst the unbelievers continue to grope darkly and painfully in the fog-bound valleys.

So believing, so aspiring, so meditating, divinely sweet and beautiful will be your spiritual experiences, and glorious the revelations that will enrapture your inward vision.

As you realize the divine love, great will be your bliss and deep your peace. Old things will pass away, and all things will become new. The veil of the material universe, so dense and impenetrable to the eye of error, so thin and gauzy to the eye of Truth, will be lifted and the spiritual universe will be revealed. Time will cease, and you will live only in Eternity. Change and mortality will no more cause you anxiety and sorrow, for you will become established in the unchangeable, and will dwell in the very heart of immortality.

iv therefore, commence to meditate upon yourself so as to try and understand yourself, for, remember, the great object you will have in view will be the complete removal of all your errors in order that you may realize Truth. You will begin to question your motives, thoughts, and acts, comparing them with your ideal, and endeavouring to look upon them with a calm and impartial eye.

In this manner, you will be continually gaining more of that mental and spiritual equilibrium without which men are but helpless straws upon the ocean of life.

If you are given to hatred or anger, you will meditate upon gentleness and forgiveness, so to become acutely alive to a sense of your harsh and foolish conduct. You will then begin to dwell in thoughts of love, of gentleness, of abounding

forgiveness; and as you overcome the lower by the higher, there will gradually, silently steal into your heart knowledge of the divine Law of Love with an understanding of its bearing upon all the intricacies of life and conduct. And in applying this knowledge to your every thought, word, and act, you will grow more and more gentle, more and more loving, more and more divine.

And thus with every error, every selfish desire, every human weakness; by the power of meditation is it overcome, and as each sin, each error is thrust out, a fuller and clearer measure of the Light of Truth illumines the pilgrim soul.

Thus meditating, you will be ceaselessly fortifying yourself against your only *real* enemy, your selfish, perishable self, and will be establishing yourself more and more firmly in the divine and imperishable self that is inseparable from Truth.

The direct outcome of your meditations will be a calm, spiritual strength, which will be your stay and resting-place in the struggle of life. Great is the overcoming power of holy thought, and the strength and knowledge gained in the hour of silent meditation will enrich the soul with saving remembrance in the hour of strife, of sorrow, or of temptation.

As, by the power of meditation, you grow in wisdom, you will relinquish, more and more, your selfish desires, which are fickle, impermanent, and productive of sorrow and pain; and will take your stand, with increasing steadfastness and trust, upon unchangeable principles, and will realize heavenly rest.

The use of meditation is the acquirement of a knowledge of eternal principles, and the power which results from meditation is the ability to rest upon and trust those principles, and so become one with the Eternal. The end of meditation is, therefore, direct knowledge of Truth, God, and the realization of divine and profound peace.

iii Blinds it, and makes all error; and to know,
Rather consists in opening out a way
Whence the imprisoned splendour may escape,
Than in effecting entry for a light
Supposed to be without."

Select some portion of the day in which to meditate, and keep that period sacred to your purpose. The best time is the very early morning when the spirit of repose is upon everything. All natural conditions will then be in your favour; the passions, after the long bodily fast of the night, will be subdued, the excitements and worries of the previous day will have died away, and the mind, strong and yet restful, will be receptive to spiritual instruction.

Indeed, one of the first efforts you will be called upon to make will be to shake off lethargy and indulgence, and if you refuse you will be unable to advance, for the demands of the spirit are imperative.

To be spiritually awakened is also to be mentally and physically awakened. The sluggard and the self-indulgent can have no knowledge of Truth. He who, possessed of health and strength, wastes the calm, precious hours of the silent morning in drowsy indulgence is totally unfit to climb the heavenly heights.

He whose awakening consciousness has become alive to its lofty possibilities, who is beginning to shake off the darkness of ignorance in which the world is enveloped, rises before the stars have ceased their vigil, and, grappling with the darkness within his soul, strives, by holy aspiration, to perceive the light of Truth while the unawakened world dreams on.

"The heights by great men reached and kept,
Were not attained by sudden flight,
But they, while their companions slept,
Were toiling upward in the night."

No saint, no holy man, no teacher of Truth ever lived who did not rise early in the morning.

If you have to commence your daily duties at a very early hour, and are thus debarred from giving the early morning to systematic meditation, try to give an hour at night, and should this, by the length and laboriousness of your daily task be denied you, you need not despair, for you may turn your thoughts upward in holy meditation in the intervals of your work, or in those few idle minutes which you now waste in aimlessness; and should your work be of that kind which becomes by practice automatic, you may meditate while engaged upon it.

That eminent saint and philosopher, Jacob Boehme, realized his vast knowledge of divine things whilst working long hours as a shoemaker. In every life there is time to think, and the busiest, the most laborious is not shut out from aspiration and meditation.

Spiritual meditation and self-discipline are inseparable; you will,

ii and a fuller realization of Truth, and that for which you pray is still far from you, it means that you are praying for one thing while living out in thought and act another.

If you will cease from such waywardness, taking your mind off those things the selfish clinging to which debars you from the possession of the stainless realities for which you pray: if you will no longer ask God to grant you that which you do not deserve, or to bestow upon you that love and compassion which you refuse to bestow upon others, but will commence to think and act in the spirit of Truth, you will day by day be growing into those realities, so that ultimately you will become one with them.

He who would secure any worldly advantage must be willing to work vigorously for it, and he would be foolish indeed who, waiting with folded hands, expected it to come to him for the mere asking. Do not then vainly imagine that you can obtain the heavenly possessions without making an effort.

Only when you commence to work earnestly in the Kingdom of Truth will you be allowed to partake of the Bread of Life, and when you have, by patient and uncomplaining effort, earned the spiritual wages for which you ask, they will not be withheld from you.

If you really seek Truth, and not merely your own gratification; if you love it above all worldly pleasures and gains; more, even, than happiness itself, you will be willing to make the effort necessary for its achievement.

If you would be freed from sin and sorrow; if you would taste of that spotless purity for which you sigh and pray; if you would realize wisdom and knowledge, and would enter into the possession of profound and abiding peace, come now and enter the path of meditation, and let the supreme object of your meditation be Truth.

At the outset, meditation must be distinguished from *idle reverie*. There is nothing dreamy and unpractical about it. It is a process of searching and uncompromising thought which allows nothing to remain but the simple and naked truth.

Thus meditating you will no longer strive to build yourself up in your prejudices, but, forgetting self, you will remember only that you are seeking the Truth. And so you will remove, one by one, the errors which you have built around yourself in the past, and will patiently wait for the revelation of Truth which will come when your errors have been sufficiently removed. In the silent humility of your heart you will realize that

"There is an inmost centre in us all
Where Truth abides in fullness; and around,
Wall upon wall, the gross flesh hems it in; This perfect, clear perception, which is Truth,
A baffling and perverting carnal mesh

The Power of Meditation

The direct outcome of your meditations will be a calm, spiritual strength, which will be your stay and resting-place in the struggle of life.

Spiritual meditation is the pathway to Divinity. It is the mystic ladder which reaches from earth to heaven, from error to Truth, from pain to peace. Every saint has climbed it; every sinner must sooner or later come to it, and every weary pilgrim that turns his back upon self and the world, and sets his face resolutely towards the heavenly path, must plant his feet upon its golden rounds.

Without its aid you cannot grow into the divine state, the divine likeness, the divine peace, and the fadeless glories and unpolluting joys of Truth will remain hidden from you.

Meditation is the intense dwelling, in thought, upon an idea or theme, with the object of thoroughly comprehending it, and whatsoever you constantly meditate upon you will not only come to understand, but will grow more and more into its likeness, for it will become incorporated into your very being, will become, in fact, your very self.

If, therefore, you constantly dwell upon that which is selfish and debasing, you will ultimately become selfish and debased; if you ceaselessly think upon that which is pure and unselfish you will surely become pure and unselfish.

Tell me what that is upon which you most frequently and intensely think, that to which, in your silent hours, your soul most naturally turns, and I will tell you to what place of pain or peace you are traveling, and whether you are growing into the likeness of the divine or the bestial. There is an unavoidable tendency to become literally the embodiment of that quality upon which one most constantly thinks.

Let, therefore, the object of your meditation be above and not below, so that every time you revert to it in thought you will be lifted up; let it be pure and unmixed with any selfish element; so shall your heart become purified and drawn nearer to Truth, and not defiled and dragged more hopelessly into error.

Meditation, in the spiritual sense in which I am now using it, is the secret of all growth in spiritual life and knowledge. Every prophet, sage, and saviour became such by the power of meditation.

Meditation centred upon divine realities is the very essence and soul of prayer. It is the silent reaching of the soul toward the Eternal. Mere petitionary prayer without meditation is a body without a soul, and is powerless to lift the mind and heart above sin and affliction.

If you are daily praying for wisdom, for peace, for loftier purity

Allah said,

"Those who are firm in their belief, utter, everything is associated to our caretaker" (Quran, 3:7)

In nutshell, what we are learning from our environment, does not show us the ultimate source of happiness. The beholder of Ilm-e-Ladunni, Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) analyzed the structure of human conscious as,

"It is mandatory to understand the very nature of conscious growth. Indeed it is conscious, which iterates its self-being by attributing himself the center of all activities. That is he keeps on inculcating himself, as it is him behind gazing sun, moon, or stars. In every activity of life, this self claims, it is him who is holding book or pen. In reality, these conscious claims are fiction, which he is portraying."

Societal nurturing plays a key role in growing such attributes in conscious. The conscious of humanity is accumulative which has evolved over centuries.

Mr. Azeemi mentioned in his books, that the conscious grooming of new born baby does not start from zero. Indeed it is an accumulative outcome of conscious growth in parents, society, grandees, nation and so on, as shown in Figure 11.

It may be worth to mention, the conscious growth is attributed to rotational movement, while longitudinal movement reflects the evolution in generations. Sufi scholars do highlight this incremental distance from the reality which is an outcome of conscious evolution over centuries.

The nearness to the absolute Reality brings peace, on the contrary the ever increasing gap due to conscious growth brings nothing but ever-lasting distress and depression. Unlike the present generation, future generation shall be heavily entrapped in the shadows of restlessness and discontentment.

However, if one intends to acclaim his eternal peace, he has to consider this very fact that the foundation of our existence is not on the apparent physical body, but on the agency which has cloaked this body for appearance.

The founder of Qalandar Conscious explains the structure of human apparent physical existence as, "Body is a cloak, which has two parts—body and mind."

A sheet of Noor (a special kind of light—less denser than the conventional light) is stretched all over. Readers may be enthusiastic about the medium of presence of this Noor. It is a space, termed as *Aalam Amr Khas* (A special zone).

It may be necessary to distinguish between an alive and a dead body. It is *rooh* (soul) or *atma* which is responsible for all activity of life. It is an agency which provides all energy or resources to continue the signatures of life.

Continue….

ii

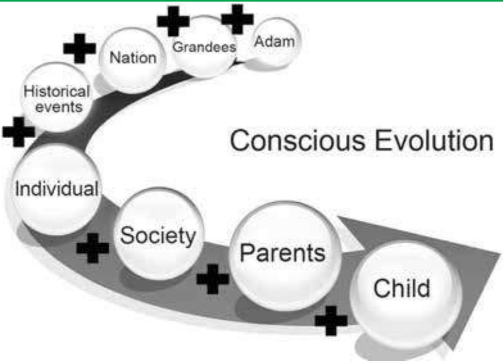

Figure 11

the absolute cause of happiness and sadness so that he can shield himself against the odds. That is the reason why they are scared of losing eternal state of happiness." (Loh-o-Qalam, pp. 262)

To strive for happiness while avoiding any instance of remorse becomes an ultimate aim of an individual life. Unfortunately, completely oblivion to reality he remains overwhelmed with distress and discontentment.

Practically, circumstances bring various scenarios before an individual. Just like a multiple choice question, we opt according to our level of wisdom from various choices offered by life.

The beholder of Ilm-e-Ladunni (a superior level of divine knowledge), knows very well that phenomenal life is an outcome of merely rotational and longitudinal movement. Allah is the sole executor of these movement. This very thought pattern in the beholders set them free from the ecstasy of any worldly rejoice.

The reflection of such ecstasy can be achieved by getting closer to these personalities. Human inclination and efforts towards absolute happiness reveals the secret of present technological progress.

Despite his utmost effort, human being cannot overcome the imminent incidents in their lives. In this context, Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) said, "Despite his acclaimed self-confidence, a man can never be free of feeling of rejoice or remorse. However belief in ghaib (the archetypal world) bring him relief from the woes of imminent distress. As ghaib is maneuvered by the Raheem (most merciful), the Kareem (most beneficent); a firm belief in Him instills always a hope of betterment. (Loh-o-Qalam, pp. 262-263)

In search of the Raheem and the Kareem God, man entrapped himself into temporary faith, for e.g., employer, parents, husband, wife, wealth, or off spring. Divine books highlighted this fact as,

" يؤمنون بالغيب "

that is individual who has faith in ghaib (the archetypal world).

The Death and Birth of Oceans

Despite his acclaimed self-confidence, a man can never be free of feeling of rejoice or remorse. However belief in ghaib (the archetypal world) brings him relief from the woes of imminent distress. As ghaib is maneuvered by the Raheem (most merciful) and the Kareem (most beneficent); a firm belief in Him instills always a hope of betterment.

Mr. Azeemi describes the tendency of human architecture, habits, attributes and daily activities as, "An introspected viewpoint of our lives reveals the fact that every son of Adam and daughter of Eve intends to live happily. But materialistic approaches towards this intention conclude to hopelessness at each step. It is mainly, because every moment of our life is mercurial and diminutive."

Readers are encouraged to echo cogent events of life mentioned above such as—introspected viewpoint, the fact, materialistic approaches, each step, depression, to name a few. Aforementioned each and every word in the description not only narrate the multi facet expression of life, but also role of rotational and longitudinal motion in the very existence of life. An individual is not only influenced by the momentarily variation in life (an outcome of rotational movement) and transformation from childhood to old age (an outcome of longitudinal motion), indeed each phase of life he experiences, becomes his record. Eventually, it ends up on one's demise. Either job or business, or engage in social or personal strives, he remains overwhelmed with the worries and fears of loss. The source of divine knowledge are divine books, such as Quran Kareem, Torah, Psalms, New Testament and Vedas mentioned that,

"Allah's friends neither fear nor remorse."

It is evident from divine wisdom, that a person inflicted with fear or remorse can never extend friendship towards Allah. Inline with " انعمت علیهم " friends of Allah are always appreciated with innumerous blessings. They enjoy these blessings care of Allah, Bhagwan or God.

Readers may well instigate, how this tendency to consider everything care of Allah can be achieved? Individuals imbued with pattern of " انعمت علیهم " address every entity in life in association with Allah. It means they observe with vision of Allah, listen with aid of Allah, touch or smell with the senses of Allah. They exercise and follow the philosophy of

" مما رزقنٰهم ینفقون "

utilize resources as blessed by Allah.

Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) highlighted key attribute of human thought pattern in his architecture. He said, "Human conscious is aware of rejoice and remorse since very first moment of creation. He desires to identify

iii peared to touch the strings of his heart directly.

The poetry of Rehman Baba (RA) is very famous and is the voice of every person's heart. Muhammad Kamil Khan has written about Rehman Baba (RA) in his book:

"*Ghazals* (a poetic form with rhyming couplets) of Rehman Baba (RA) are very simple. Within them, he has very effectively expressed pure and sweet thoughts in a beautiful way. Rehman Baba (RA) has presented rare and great thoughts and concepts in such an easy to grasp manner – representing the colours of life. Love and Sufism are the basic topics of his poetry."

Rehman Baba (RA) said,

"No one has found out about the limits of God

His cognition is such a limitless sea

There is no one like Him and He is not constrained to limits

He is beyond examples and free from all limits

If a person says he cannot see Him

Then he cannot see Him

And if a person says he can see Him

Then He is visible in everything."

According to the thinking patterns of saints, whatever exists is from God.

"Those who are firmly rooted in knowledge say: We believe in it, it is all from our Lord." (Quran, 3:7)

It is mentioned in the book '*Tazkirah Qalandar Baba Auliya (RA)*':

"In the middle of the night I was massaging the back of Hazoor Qalandar Baba Auliya (RA), and Baba Sahib (RA) was explaining the underlying logic of some verses from the Quran. Baba Sahib (RA) asked me to read a certain verse and I recited it. He then asked me to recite it seven times.

"After reciting it the seventh time, the veil was removed from my eyes and I observed that God lives inside everything. I saw a wall and drowned in wonder seeing God holding it, and in actuality, the wall itself was nothing. The attributes of God were also evident in the water flowing out of a tap. After continuous observation for 48 hours, I was deeply immersed into it. Baba Sahib (RA) became attentive towards me and my condition stabilised gradually."

Rehman Baba (RA) said,

"This is the veil of divine light that this world calls a screen. There is no veil between my Love and I."

"Sow flowers to make a garden bloom around you. The thorns you sow will prick your own feet, the arrows shot at others will return to hit you as they fall."

Rehman Baba (RA)

ii *stan* (Indian continent) to visit Sufis in order to learn about the Truth. After being blessed by his spiritual mentor, he became enlightened and his inner eye became active. He requested a gift for Abdul Rehman (RA) from his spiritual mentor Shah Sharaf Qalandar (RA). His spiritual mentor set a role for Rehman Baba (RA) to play the *rubab* (a lute like musical instrument) and said,

"Majnoon will not touch the *rubab* until he sees Abdul Rehman. When he sees him, he must then play the same tune that his spiritual mentor Qalandar (RA) has taught him."

The movement of the rubab's strings produced a striking emotional sound that would sink into the depths of the heart. Majnoon kept playing the tune on the rubab in the presence of Rehman Baba (RA) and eventually passed away. Rehman Baba (RA) remained unconscious for three days. His inner world had completely changed after gaining consciousness, and the world appeared like a mirror before him.

"If the dust of your path falls on someone, even blind, they become enlightened. Beggars at your door steps are kings, but they become homeless when they leave your door."

Rehman Baba (RA) went into solitude. Often he used to go out of his village to abandoned places and sat for hours with his head on his knees. Most of the time he was in a state of deep immersive contemplation. There is a famous couplet from Rehman Baba (RA),

"Streams of tears flow on my cheeks because of your love. At least ask me why that is."

The religious scholars of his time considered this solitude and absence from congregational prayers as ignorance to religious obligation and issued a decree. A delegation of religious scholars came to him and asked him about it. Rehman Baba (RA) treated them with patience and kindness and said,

"I will try my best to act on your advice."

Rehman Baba (RA) passed away in 1711. His tomb is in Peshawar with the following couplet written on his grave stone.

چې دیار په مینا سرو مالِ شنیدما

خلقو واورئی زه هغه عبدالرحمٰن یم

"Listen to the poetry of a servant of the Most Beneficent; the one who has sacrificed his wealth and soul in God's love."

Pashto Academy Peshawar published the poetry of Rehman Baba (RA) in a book titled 'Dewan Abdul Rehman Baba (RA)'. According to the book, music had a significant influence on his life. Rehman Baba (RA) had a lively heart. Whenever the fingers of a musician touched the *rubab* and played a sweet melody, they ap-

There is No Veil

"If a person says he cannot see Him, then he cannot see Him. And if a person says he can see Him, then He is visible in everything."

جوندے زان په زمك خخ كه لكه تخم

كه لوئي غواړى دا خاورو په مقام شه

"Negate the ego in your life in the same way a seed negates itself and disappears into the earth. If you want piousness and greatness then become very humble."

It is mentioned in the book *Sada-e-Jars:* "It is a principle of freedom that whatever negates by itself, grows and spreads. All the guests at a wedding can stay under a banyan tree. Tired travellers seek shelter under the banyan tree from the sun and the rain. What do you understand from this? What am I saying? What do you understand about where I am drawing your attention towards? Do you understand the secrets that I want to share with you? Do you understand the lesson of *ilm-e-ladunni* that I am teaching you?

The seed of a banyan tree is smaller in size than the seed of a poppy seed. However, after entering the earth, it negates itself by transforming its physical body (conscious system) and perishes into nothingness. Nature likes this sacrifice, and the seed that is smaller than the poppy seed becomes a huge tree.

Similarly, when a person sacrifices the physical body (conscious system) into the spiritual system, then according to a statement given by Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA), 'One becomes a tree providing shelter.'"

The renowned Pashto (a native language used in the northern side of Pakistan) Sufi poet, Hazrat Abdul Rehman Baba (RA), first acquired knowledge from Hazrat Maulana Abdul Haq (RA), and then from Hazrat Haji Bahadur Abdullah Kohati (RA). Hazrat Haji Bahadur Abdullah Kohati (RA) is a *khalifa* (successor) to Hazrat Adam Binori (RA) in the Naqshbandia Sufi order. Rehman Baba (RA) also acquired knowledge from the famous Pashto poet, Muhammad Siddique Peshawari (RA). Muhammad Siddique Peshawari (RA) was also a disciple of Hazrat Adam Binori (RA).

Once, Muhammad Siddique Peshawari (RA) went to Kohat to see his Sufi brother Hazrat Haji Abdullah (RA). During this visit, Rehman Baba (RA) was fortunate enough to have Hazrat Muhammad Siddique Peshawari (RA) as company, and thus started writing poetry.

A friend of Rehman Baba (RA) named Majnoon, went to *Hindu-*

V He ordered the hanging of the magicians after their hands and feet were cut off. God sent punishment down on the Pharaoh for his ignorance and cruelty in the form of lice, flies forming in food, animal killing insects spreading, food eating insects spreading in the food storage houses, and innumerable frogs being born in the water.

God commanded Prophet Moses (PBUH) to take the children of Israel and migrate. Prophet Moses (PBUH) and Prophet Aaron (PBUH) left with the nation of the children of Israel. The Pharaoh followed with a big army and reached close behind them. *Bahr-e-Qulzum* (the Red Sea) was in front of Prophet Moses (PBUH) and Pharaoh's army was behind. He received a revelation,

"Hit your staff on the sea, and God will create path for you."

Prophet Moses (PBUH) did as he was told and struck his staff on the water. The water parted into two with a path in between. He and his nation reached the other side of the Red Sea and as the Pharaoh and his army followed on the same path, the sea water merged back when they reached the middle. The Pharaoh and his entire army were drowned. While drowning, the Pharaoh cried out,

"I believed in the God of Moses (PBUH)."

His appeal however, was not accepted. God made his body a symbol of misery so that people may see the end of arrogant transgressors and idol worshippers.

Prophet Moses (PBUH) arrived in the valley of Sinai along with his nation. The people of Sinai were idol worshippers. Seeing the huge and beautiful temples woke up buried feelings of idol worshipping in the children of Israel and they said,

"Moses (PBUH), make some similar lords for us so that we can worship them."

Prophet Moses (PBUH) said, "Have you forgotten all the favours of God that you have seen with your own eyes?"

It was very hot in the valley of Sinai and the children of Israel became worried. Prophet Moses (PBUH) prayed for water and he received a revelation,

"Hit your staff on the ground."

Prophet Moses (PBUH) struck his staff as commanded. Twelve separate streams of water started flowing for the twelve tribes of the children of Israel. The nation then asked for food and Prophet Moses (PBUH) prayed to God. God sent a very tasty pudding named *man*. During the day, a flock of quail would come down with the strong winds. The children of Israel caught, grilled and ate them. This dish was called *salwa*. In this same manner, *man* and *salwa* kept coming every day.

Continue…

iv hand under your armpit and then take it out."

He acted as commanded, and his hand came out shining very brightly. God said, "These are two signs from us. Go to Pharaoh and his people to guide them."

Prophet Moses (PBUH) reached Egypt and went to the Pharaoh's court along with his brother, Prophet Aaron (PBUH). He said to the Pharaoh,

"We are messengers sent by God. We want to discuss two things with you. One that you believe in one God and do not consider anyone as His partner in his affairs. And two, stop your cruelty on the children of Israel and set them free."

In keeping with his arrogant nature, Pharaoh mocked Prophet Moses (PBUH) and reminded him how Prophet Moses (PBUH) owed him a favour as he had raised and supported him. He also blamed Prophet Moses (PBUH) for the murder of an Egyptian. He ignored the prophetic message and asked, "O Moses, is there any lord except me?"

Prophet Moses (PBUH) replied, "My Lord is the One who created the heavens and the earth and everything in between. He created you and your ancestors."

Prophet Moses (PBUH) and Prophet Aaron (PBUH) very patiently tried to convince Pharaoh, however, he remained adamant. He declared Prophet Moses (PBUH) mad and senseless and said to his people, "There is no lord except me and I am the lord of you all."

One day in the full court, the Pharaoh asked, "If what you say is correct then display any sign of your prophethood."

Prophet Moses (PBUH) threw his staff onto the floor and it turned into a serpent. Then he showed his hand shining like a star. After seeing these miracles, the courtiers started to say,

"He is an expert magician. Call all magicians from the kingdom for a challenge and he will indeed taste defeat."

The Pharaoh immediately gave the order for the competition and had it specially decorated for the challenge where thousands of candles were lit up. At the time of the contest, Prophet Moses (PBUH) asked the magicians to go first. The magicians threw their ropes onto the ground, which all turned into snakes. God sent Prophet Moses (PBUH) inspiration, "O Moses. Do not be afraid and do not grieve. We are indeed with you."

Prophet Moses (PBUH) placed his staff on the ground. It turned into a great serpent and swallowed all of the magician's snakes. After seeing this, the magicians accepted the true faith. The Pharaoh shouted in rage and fury,

"You have planned this conspiracy with Moses and believed in his God without my permission."

iii old man and he cannot fight. We are waiting for all of them to go so that we can let our animals drink."

Prophet Moses (PBUH) could not tolerate the discrimination and manoeuvred his way through the rush of people to reach the well and pulled a big bucket of water to give the girls' animals to drink. The girls went home and told the story to their father, Prophet Jethro (PBUH). Prophet Jethro (PBUH) called Prophet Moses (PBUH) to his house, gave refreshments and asked him about his situation. After listening to Prophet Moses' (PBUH) story, Prophet Jethro (PBUH) said,

"Give thanks to God that you were saved from such cruel people. Now do not fear and stay with us."

One of the girls praised Prophet Moses (PBUH) for his bravery and virtue and advised her father to offer him the job of looking after the cattle. Prophet Jethro (PBUH) accepted her suggestion and said to Prophet Moses (PBUH),

"If you stay with me for eight years and look after my goats then I will marry my daughter with you, and if you stay with me for another two years then that time will be her dower."

Prophet Moses (PBUH) stayed there to take care of goats and after the allotted time was completed, Prophet Jethro (PBUH) married his daughter to Prophet Moses (PBUH). One day, while grazing his goats, Prophet Moses (PBUH) ended up far away from Midian. It was a cold night. His family was with him and they needed fire. He saw the sparks of a fire in the valley of Sinai.

"When he saw a fire and said to his family, Stay here. I have noticed a fire. Perhaps I can bring you an ember from it, or find some guidance by the fire."
(Quran, 20:10)

Prophet Moses (PBUH) observed a strange fire on the tree. It gave out light but did not burn the tree. Thinking on this, Prophet Moses (PBUH) approached to have the fire but it moved further away. As he backed away, the fire moved towards him and he heard a voice:

"It is Me, your Lord, so remove your shoes; you are in the sacred valley of Tuwa. I have chosen you (for prophethood), so listen to what is revealed." (Quran, 20:12-13)

Prophet Moses (PBUH) had a staff in his hand, which he used when looking after his goats. God commanded, "Cast it down to the ground."

He acted accordingly and the staff turned into a serpent. As it began to slither away, God commanded, "Pick it up."

In order to fulfil this command, Prophet Moses (PBUH) held the serpent without any fear and watched it turn into a staff again. Then God commanded, "Put your

ii We revealed to your mother what was to be revealed, that is: Put him (the baby) in the chest, then cast it into the river, then let the river throw it by the shore, and it will be picked up by one who is enemy to Me and enemy to him. And I had cast love on you from Myself (so that you might be favourite of all), and that you might be brought up under My eye." (Quran, 20:37-40)

As the prophet grew older, he developed a strong build and brave personality. He eventually came to know that he was an Israeli and had no blood ties to the Egyptian royal family at all. He then began to sympathise with the Israelis, watching them live miserably in slavery.

Prophet Moses (PBUH) was travelling somewhere when he saw an Egyptian dragging an Israeli. The Israeli called out to Prophet Moses (PBUH) for help. Prophet Moses (PBUH) stopped the Egyptian and told him, "This is a very cruel and cowardly act."

The Egyptian did not listen to him and Prophet Moses (PBUH) hit him on his head. The Egyptian died from the injuries of the blow.

Prophet Moses (PBUH) was extremely remorseful as he did not intend to kill him and begged God,

"God, whatever happened was unintended – I seek forgiveness from you." God heard his prayer and forgave him.

The news of an Egyptian being killed in broad daylight spread like wildfire and soldiers started their search for the killer. The next day, Prophet Moses (PBUH) saw the same Israeli having an argument with another Egyptian. The Israeli once again called him for help. Prophet Moses (PBUH) moved forward to stop the Egyptian but at the same time displeasingly said to Israeli, "Indeed you are also a trouble maker. You get into arguments for no reason and then call for help."

The Israeli was afraid that Prophet Moses (PBUH) would kill him too and asked, "Do you want to kill me as you killed the Egyptian yesterday?"

The news reached the Pharaoh and he gave out the order for arrest. Prophet Moses (PBUH) quietly left the city and travelled towards Midian. (Midian was a tribe, named after Prophet Abraham's (PBUH) son, Midian. Midian was from Prophet Abraham's (PBUH) third wife Keturah. Prophet Jethro (PBUH) also belonged to the same tribe. The land that the tribe lived on was named Midian after the name of the tribe.) After reaching there, Moses (PBUH) saw a crowd of people with their animals waiting to drink water at a well. Two girls were standing at a distance with their animals. He asked the girls, "Why are you standing here?"

The girls replied, "We are weak and they are strong. They push us back forcefully. Our father is an

Prophet Moses (PBUH)

The water parted into two with a path in between. He and his nation reached the other side of the Red Sea and as the Pharaoh and his army followed on the same path, the sea water merged back when they reached the middle.

Pharaoh – the King of Egypt – saw a dream in his sleep. His astrologers interpreted it as the ending of his rule through the hands of an Israeli boy. Upon hearing this, Pharaoh ordered that all new born boys of Israelis within his kingdom be killed. A special force was assigned with this task.

When Prophet Moses (PBUH) was born, a network of spies had spread all over the place. Imran, and Jochebed – the parents of Prophet Moses (PBUH) – along with the rest of his family members, were extremely worried. They kept Prophet Moses (PBUH) hidden for three months, however, it was not possible to keep him away from the eagle eyes of the royal spies any longer. Jochebed had the inspiration to build a box like coffin, paint it red, put Moses (PBUH) in it and let it float down the river Nile.

The sister of Prophet Moses (PBUH) was instructed to walk along the river bank and keep an eye on the box. She saw that the box kept floating and entered into the royal swimming pool where the queen and her maids were enjoying themselves. The queen saw the box and ordered her maids to bring it out of the pool. Opening the box, they saw a healthy and beautiful baby boy sucking his thumb. The queen was very happy and the feelings of motherhood took over her as she lovingly held the baby on her lap. She decided to bring him up as her own son. Someone in the palace did express his concern that the baby may be the cause that would end the king's rule.

The Pharaoh too had the same thought, thinking that the child might be the prophesied Israeli boy. However, the beloved wife of Pharaoh argued that it was also possible that the baby become a source of happiness for them if they were to keep him as their son. The queen gave him the name Moses (Musa). Moses means the one who was taken out of water.

The queen gave the task of breast feeding to the wet nurses in the palace, but Prophet Moses (PBUH) would not take milk from any of them. His sister went to the palace and said that she could arrange a wet nurse and child minder who was a very healthy and beautiful woman. She said that the woman would take great care of him and raise him correctly. The queen agreed and ordered for the woman to be brought to the court. Prophet Moses' (PBUH) mother was brought to the court and he took milk from her.

"And We had bestowed Our favour on you another time, when

I, too, can work, and because I love to labour with my head and my hands, I am an optimist in spite of all. I used to think I should be thwarted in my desire to do something useful. But I have found out that though the ways in which I can make myself useful are few, yet the work open to me is endless.

The gladdest labourer in the vineyard may be a cripple. Even should the others outstrip him, yet the vineyard ripens in the sun each year, and the full clusters weigh into his hand. Darwin could work only half an hour at a time; yet in many diligent half-hours he laid anew the foundations of philosophy. I long to accomplish a great and noble task; but it is my chief duty and joy to accomplish humble tasks as though they were great and noble.

It is my service to think how I can best fulfil the demands that each day makes upon me, and to rejoice that others can do what I cannot.

Green, the historian, tells us that the world is moved along, not only by the mighty shoves of its heroes, but also by the aggregate of the tiny pushes of each honest worker; and that thought alone suffices to guide me in this dark world and wide. I love the good that others do; for their activity is an assurance that whether I can help or not, the true and the good will stand sure.

I trust, and nothing that happens disturbs my trust. I recognize the beneficence of the power which we all worship as supreme—Order, Fate, the Great Spirit, Nature, God. I recognize this power in the sun that makes all things grow and keeps life afoot.

I make a friend of this indefinable force, and straightway I feel glad, brave and ready for any lot Heaven may decree for me. This is my religion of optimism.

Once a little girl and her father were crossing a bridge over a river. The father asked his little daughter, "Sweetheart, please hold my hand."

The little girl said, "No, Dad. You hold my hand."

"What's the difference?" asked the puzzled father.

"There's a big difference", replied the little girl. "If I hold your hand and something happens to me, chances are that I may let your hand go. But if you hold my hand, I know for sure that no matter what happens, you will never let my hand go."

iii suffering, it is full also of the overcoming of it.

My optimism, then, does not rest on the absence of evil, but on a glad belief in the preponderance of good and a willing effort always to co-operate with the good, that it may prevail.

I try to increase the power God has given me to see the best in everything and everyone, and make that Best a part of my life. The world is sown with good; but unless I turn my glad thoughts into practical living and till my own field, I cannot reap a kernel of the good.

Thus my optimism is grounded in two worlds, myself and what is about me. I demand that the world be good, and lo, it obeys.

I proclaim the world good, and facts range themselves to prove my proclamation overwhelmingly true. To what is good I open the doors of my being, and jealously shut them against what is bad. Such is the force of this beautiful and wilful conviction, it carries itself in the face of all opposition.

I am never discouraged by absence of good. I never can be argued into hopelessness. Doubt and mistrust are the mere panic of timid imagination, which the steadfast heart will conquer, and the large mind transcend.

As my college days draw to a close, I find myself looking forward with beating heart and bright anticipations to what the future holds of activity for me.

My share in the work of the world may be limited; but the fact that it is work which makes it precious. Nay, the desire and will to work is optimism itself.

Two generations ago Carlyle flung forth his gospel of work. To the dreamers of the Revolution, who built cloud-castles of happiness, and, when the inevitable winds rent the castles asunder, turned pessimists—to those ineffectual Endymions, Alastors and Werthers, this Scots peasant, man of dreams in the hard, practical world, cried aloud his creed of labour. “Be no longer a Chaos, but a World. Produce! produce! Were it but the pitifullest infinitesimal fraction of a product, produce it, in God’s name! ’Tis the utmost thou hast in thee; out with it, then. Up, up! whatsoever thy hand findeth to do, do it with thy whole might. Work while it is called To-day; for the Night cometh wherein no man may work.”

Some have said Carlyle was taking refuge from a hard world by bidding men grind and toil, eyes to the earth, and so forget their misery. This is not Carlyle’s thought. “Fool!” he cries, “the Ideal is in thyself; the Impediment is also in thyself. Work out the Ideal in the poor, miserable Actual; live, think, believe, and be free!” It is plain what he says, that work, production, brings life out of chaos, makes the individual a world, an order; and order is optimism.

ii dience to knowledge. Can anyone who has escaped such captivity, who has felt the thrill and glory of freedom, be a pessimist?

My early experience was thus a leap from bad to good. If I tried, I could not check the momentum of my first leap out of the dark; to move breast forward is a habit learned suddenly at that first moment of release and rush into the light. With the first word I used intelligently, I learned to live, to think, to hope. Darkness cannot shut me in again. I have had a glimpse of the shore, and can now live by the hope of reaching it.

So my optimism is no mild and unreasoning satisfaction. A poet once said I must be happy because I did not see the bare, cold present, but lived in a beautiful dream.

I do live in a beautiful dream; but that dream is the actual, the present—not cold, but warm; not bare, but furnished with a thousand blessings.

The very evil which the poet supposed would be a cruel disillusionment is necessary to the fullest knowledge of joy. Only by contact with evil could I have learned to feel by contrast the beauty of truth and love and goodness.

It is a mistake always to contemplate the good and ignore the evil, because by making people neglectful it lets in disaster. There is a dangerous optimism of ignorance and indifference. It is not enough to say that the twentieth century is the best age in the history of mankind, and to take refuge from the evils of the world in skyey dreams of good. How many good men, prosperous and contented, looked around and saw naught but good, while millions of their fellowmen were bartered and sold like cattle! No doubt, there were comfortable optimists who thought Wilberforce a meddlesome fanatic when he was working with might and main to free the slaves. I distrust the rash optimism in this country that cries, "Hurrah, we're all right! This is the greatest nation on earth," when there are grievances that call loudly for redress. That is false optimism.

Optimism that does not count the cost is like a house built on sand. A man must understand evil and be acquainted8 with sorrow before he can write himself an optimist and expect others to believe that he has reason for the faith that is in him.

I know what evil is. Once or twice I have wrestled with it, and for a time felt its chilling touch on my life; so I speak with knowledge when I say that evil is of no consequence, except as a sort of mental gymnastics. For the very reason that I have come in contact with it, I am more truly an optimist. I can say with conviction that the struggle which evil necessitates is one of the greatest blessings.

It makes us strong, patient, helpful men and women. It lets us into the soul of things and teaches us that although the world is full of

Optimism Within

The world is moved along, not only by the mighty shoves of its heroes, but also by the aggregate of the tiny pushes of each honest worker; and that thought alone suffices to guide me in this dark world and wide.

Could we choose our environment, and were desire in human undertakings synonymous with endowment, all men would, I suppose, be optimists. Certainly most of us regard happiness as the proper end of all earthly enterprise.

The will to be happy animates alike the philosopher, the prince and the chimney sweep. No matter how dull, or how mean, or how wise a man is, he feels that happiness is his indisputable right.

It is curious to observe what different ideals of happiness people cherish, and in what singular places they look for this well-spring of their life. Many look for it in the hoarding of riches, some in the pride of power, and others in the achievements of art and literature; a few seek it in the exploration of their own minds, or in the search for knowledge.

Most people measure their happiness in terms of physical pleasure and material possession. Could they win some visible goal, which they have set on the horizon, how happy they would be! Lacking this gift or that circumstance, they would be miserable.

If happiness is to be so measured, I who cannot hear or see have every reason to sit in a corner with folded hands and weep.

If I am happy in spite of my deprivations, if my happiness is so deep that it is a faith, so thoughtful that it becomes a philosophy of life—if, in short, I am an optimist, my testimony to the creed of optimism is worth hearing. As sinners stand up in meeting and testify to the goodness of God, so one who is called afflicted may rise up in gladness of conviction and testify to the goodness of life.

Once I knew the depth where no hope was, and darkness lay on the face of all things. Then love came and set my soul free. Once I knew only darkness and stillness. Now I know hope and joy. Once I fretted and beat myself against the wall that shut me in. Now I rejoice in the consciousness that I can think, act and attain heaven.

My life was without past or future; death, the pessimist would say, "a consummation devoutly to be wished." But a little word from the fingers of another fell into my hand that clutched at emptiness, and my heart leaped to the rapture of living. Night fled before the day of thought, and love and joy and hope came up in a passion of obe-

him as if lost a precious state. Despite hot weather and extreme starvation, holding oneself back from drinking water and forbid everything which is eligible otherwise (during other months) is undoubtedly an act of refrain exclusively for Allah. Everyone who fasts is well aware of blessings of fasting.

Refraining one's own self develops a pattern that nullifies individualism. One who lives a life following his individual mental tendencies, limits himself into fewer inclinations. An individual can adopt other thought pattern, when he is void of present thought patterns. An individual who annihilate his ego, he overwhelms himself with attributes of Allah. This practice gradually turns his thought pattern and his mind to mirror the attributes of Allah.

One who fasts during the early twenty days of Ramadan become closer to *ghaib* due to willfully refraining from phenomenal world.

Abdal-e-Haq Qalandar Baba Auliya (RA) mentioned that until the *Layla tul Qadr* (a special night in the month of Ramadan), the mental faculties of a person holding fast, accelerate above seventy thousands times (as compared to other months). At this stage, he reaches to a state where he sees Hazrat Gabriel (RA) (an angel of higher echelon in *ghaib*) and other angels by the might of Allah. He shakes hand with Hazrat Gabriel (RA).

Allah said,

> "We have sent it (the Quran) down in the Night of *Qadr*. And what may let you know what the Night of *Qadr* is? The Night of *Qadr* is much better than one thousand months. The angels and the Spirit descend in it, with the leave of your Lord, along with every command. Peace it is till the debut of dawn." (Quran, 97:1-5)

Allah Hafiz

iii Allah said about the *mayraj* (apex of night-fold voyage) of His prophet (PBUH) as,

> "Glorious is He Who made his servant travel by night from Al-Masjid-al-Haraam to Al-Masjid-al-Aqsa whose environs We have blessed, so that We let him see some of Our signs. Surely, He is the All-Hearing, the All- Seeing." (Quran, 17:1)

Readers can find similar state of mental freedom asleep (in senses of *layl* or night), which is free of all spatio-temporal constraints. Fasting is a program which enforces similar state of spatio-temporal freedom during the day time (while awakening).

Fasting abstains an individual from all eligible or ineligible acts. Any activity which is practiced during the rest of year for example eating, drinking, communication, sleeping etc. are restrained during month of Ramadan. An individual does not eat or drink for a certain time, to show his obedience for Allah. He reduces duration of his sleep while fasting, which ultimately invokes the unconscious activity of *layl* (night), like state of sleep. Though sleep and talk is not forbidden, but he neither sleeps nor talks un-necessarily. The focus of his mental faculties remains on the percept that Allah is watching him. During this month, he fasts and bears an orderly pure life.

Allah said about the Ramadan,

> "When My servants ask you about Me, then (tell them that) I am near. I respond to the call of one when he prays to Me; so they should respond to Me, and have faith in Me, so that they may be on the right path." (Quran, 2: 186)

Ramadan is a program to purify heart and soul and eventually entering in a state of unconscious (senses of *layl* or night). The practice of abstaining oneself from eating during day time, reducing duration of sleep and refraining from over eating at *iftar* (breakfast at the early evening), unveil worlds of *ghaib* before us.

The spiritual aspect of fasting is applicable to all individual beings without any discrimination. Unlike most of us, the recognizers of Allah are well aware of blessing they achieve after the practices of abstaining oneself (that is fasting in Ramadan). All the followers of Prophet (PBUH) can practice fasting.

An individual who starves since dawn till the sunset become acquiescent of blessings of fasting. When he misses a fasting day, it appears to

ii tion on a particular self also restricts the freedom of perception in the spatio-temporal constraints.

A practice of fast during the Ramadan inculcates an attitude void of phenomenal existence. Such practices continuously instill a thought that there is a faculty of senses which can reveal upon us the *ghaib* (hidden world). For twenty-four hours, an individual tends to focus his attention on Allah. These practices include, refrain from drinking or eating, careful in conversation, avoid backbiting and lie, adopting righteous ways in earning and selling commodities, being gracious in donations, reduce down the duration of sleep, to name a few.

Allah says,

"Fasting is for Me (Allah) and I (Allah) am ultimate reward of fasting." (*Hadees e Qudsi*)

The faculty of senses during fasting enables an individual to observe the Noor (a finest light form) of Allah. One aspect of faculty of senses is constrained by spatio-temporal limitations; while on the other fold, time and space are grasped by the faculty of senses. At one aspect, it creates nearness to Allah, while other aspect creates distance from Allah. These two aspects can be understood with the help of process of thought.

Unlike a physical motion of a body, thoughts in any individual are independent of spatio-temporal constraints, they travel to distant destination at a speed of light; whereas physical motion is limited by its traversing along the space in certain time. Thought is an attribute of a hidden world. Quran termed such senses in an individual as *layl* (night).

Allah said,

> "You make the night enter into the day, and make the day enter into the night; and You bring the living out from the dead, and bring the dead out from the living, and You give to whom You will beyond measure." (Quran, 3: 27)

In the same vein, Allah said,

> "And a sign for them is the night, We strip the day from it." (Quran, 36: 37)

Faculty of senses operates in two tiers. During the nigh-fold, temporal attributes of senses dominate over the spatial attributes. It is the night-fold of senses which enables to travel into the hidden worlds of *ghaib*. *Ghaib* is a place, where an individual observes *barzakh* (a zone of hidden worlds), *a'araf* (a zone of hidden worlds) and angels.

Message of the Day

A moment of contemplation and brainwork is an act, longed over whole universe. It is an act, which is void of any distance between us and universe. It is due to the agility of life in the phenomenal world as well as in innumerous worlds, which began with ‘kun’ (to be).

Life is supplemented with resources. Resources are required to fulfill need of senses. The knowledge of phenomenal existence arises due to fulfilment of senses in various states, such as hunger, thirst, awake, sleep, mutual interaction, conversation, will to be outstanding and several other interests.

Despite the singularity of senses, they are two folds. An awareness to the apparent and hidden aspects of senses is termed as life. These two aspects are constructive at one fold, and destructive at another fold.

Allah said,

> “The month of Ramadan is the one in which Quran was revealed as guidance for mankind, and as clear signs that show the right way and distinguish between right and wrong. So those of you who witness the month must fast in it. But the one who is sick, or is on a journey (should fast) as much from other days (as he missed). Allah intends ease for you and does not intend hardship for you. All this is so that you may complete the number (of fasts as prescribed) and proclaim the *Takbir* of Allah for having guided you, and that you may be grateful.” (Quran, 2:185)

The illuminated verses in Quran are guiding pathways for an individual’s contemplation. It unveils the potential benefits to human faculties by the practices to be commenced in Ramadan.

Unlike month of Ramadan, rest of the year our activities are overwhelmed with the physical world such as work or labour for earning. When an individual pays attention to something, then all other things become non-existent. For instance, if one observes a rose then there may be two scenarios. Either an individual observation may be limited merely on rose only, or he may find a whole universe inside the rose. Former tendency of observation limits the perception.

On the other hand, later tendency of observing rose extends the moment of perception across whole universe. It means that limiting one’s percep-

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	172
Optimism Within	Helen Keller	168
Prophet Moses (PBUH)	Extracted	164
There is No Veil	Muhammad Zeeshan	159
The Death and Birth of Oceans	Dr. Naeem Zafar (UAE)	156
The Power of Meditation	James Allen	153
The Autobiography of the Devil (Iblees)	Nasser Abbas (UK)	148

"Know yourself as
a snowdrift, on the sand,
heaped for two days, or three,
then thawed and gone."
- Omar Khayyam

Vol 5 Issue 5 | June 2017 | Ramadan — Shawwal 1438AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in chief
Huzoor Qalandar Baba Auliya RA

Chief Editor
Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor
Hakeem Salam Arif

Circulation Manager
Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.60/- Per issue. Annual subscription Rs.820/- with Reg. Post (Domestic), US$ 60/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry

Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry

Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics

Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry

Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry

Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery

Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry

Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

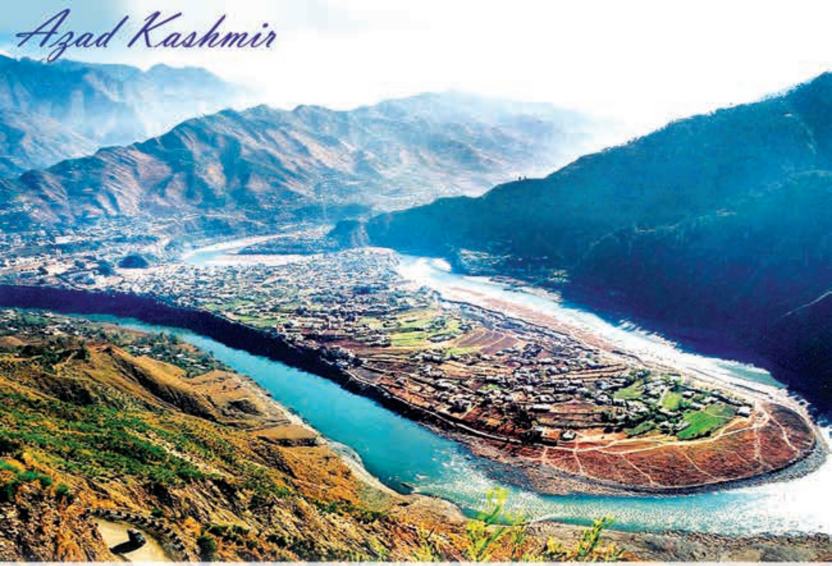

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

Meditation of Blue Light

Meditation of blue light helps in attaining peace. It strengthens belief if practised under the supervision of a spiritual teacher. Blue light enhances creativity and is instrumental in getting rid of mental disorders, depression, inferiority complex and weak will power.

Khawaja Shamsuddin Azeemi

~ Like us on Facebook ~

English translations of Mr. Azeemi's work available.

https://www.facebook.com/BlueroomCanada

• Domestic/Commercial Independent solar systems
• Solar Powered Street Lights
• Solar Tube well pumps
• Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
• Large Scale Photo Voltaic plants
SOLAR SOLUTIONS
Midea
World No.1
AIR TREATMENT BRAND
ALL DC INVERTER COMPRESSORS
LATEST GENERATION INVERTER VRF
LOWEST OPERATING COST IN INDUSTRY
45% SAVINGS AT LOW LOAD
Home and Commercial
Air Conditioners
1080p
FULL HD
SAMSUNG CCTV commercial | Residential alhua
Cummins
Power Generation
DIESEL GENERATORS
We offer best IT solutions to meet your needs!
GUIDELIGHT
BUSINESS SOLUTIONS
We Offer Sustainable Solutions...
Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan.Ph# 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com web: www.gbs.com.pk

حکیم ایلوویرا شیمپو

Repairs
Damaged Hair

- نرم وملائم چمک دار اور صحت مند بال
- خشکی کا خاتمہ

جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ تیل

روغن پرسیاؤشاں

- گھنے، لمبے اور چمکدار بالوں کی نشوونما کے لئے
- حافظہ روشن کرتا ہے
- دماغ کو تقویت دیتا ہے
- سر درد میں مفید ہے

عظیمی میڈیکل اسٹور

ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

TOYOTA HYDERABAD MOTORS

A/41, S.I.T.E, Auto Bhan Road, Hyderabad, UAN #: (022) 111 555 121 , Fax: (022) 3885126

email: toyota.hyd@cyber.net.pk, web: www.toyota-hyderabad.com